علمی، فکری اور عصری موضوعات پر مشتمل مجلہ

جمادی الاُخریٰ 1442ھ

جنوری 2021

مخزنِ علم

خصوصی شمارہ

مجددِ عشقِ رسول ﷺ نمبر

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا





علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
سوشل میڈیا صارفین کی نظر میں



marswho
@marium_aslam

I have seen people who hate him questioning what he left behind, this is the answer, he taught us how to stand stood for our prophet s.a.w no matter what the weather is.
#KhadimRizvideath



Adnan Jahangeer
@AdnanJahangeer5

It is Allama Hafiz Khadim Hussain Rizvi who taught us to sit in the freezing cold of Faizabad and guard the honor of the Holy Prophet (PBUH).



TAAKVIEM (Ash-Shazli)
@TAAKVIEM

ایک ویل چیئر پر بیٹھے شخص نے ثابت کر دیا کے رسول اللہ ﷺ کے ناموس کی خاطر کھڑے ہونے کے لئے پیروں کی نہیں بلکہ جزیہ ایمانی، عشقِ رسول ﷺ اور توکل علی اللہ کی ضرورت ہوتی ہے۔



صفحة الشريف الدكتور حمزة بن علي الكتاني
Nov 20 •

فجعت الليلة بنبأ الوفاة المفاجئة، للإمام العلامة، شيخ الحديث في باكستان، الذاب عن النبي صلى الله عليه وسلم، المبتلى في حبه عليه السلام؛ الشيخ خادم الحسين الرضوي البريلوي، أحد أبرز علماء باكستان، ورئيس حزب: "لبيك يا رسول الله صلى الله عليه وسلم"، الذي وافته المنية اليوم (مساء يوم الخميس في ٣ من شهر ربيع الثاني 1442هـ/ الموافق لـ١٩ من نوفمبر 2020م).



محمد الرمضاني الإدريسي الحسني
Nov 20 •

إنا لله وإنا إليه راجعون. اللهم أجرنا في مصيبتنا و اخلف لنا خيرا منها اللهم ارحم مولانا خادم حسين رضوي و اغفر له وتجاوز عنه اللهم اغسله بالماء و الثلج و البرد يارب العالمين. آمين آمين آمين



Dr.MOhAMMAd RiZ... · 21 Nov

He always spoke for the Khatam-e-Nabuwat (S.A.W.W). Today we lost a true Muslim. May ALLAH Almighty bless him with highest rank in Jannah. Ameen
#KhadimRizvi
#KhadimHussainRizvi
#AllamaKhadimHussainRizvithelion



Sky Aliya
Nov 20 •

آخری دھرناوہ جانتا تھا اسے 103 بخار ہے سانس مشکل سے لے رہا تھاوہ جانتا تھا اسلام آباد کی ٹھٹھرتی راتیں اس بخار میں جان لیوا ہو سکتی ہیں لیکن وہ تو کب سے اس جان کا سودا عربی ڈھولن سے کرچکا تھا ۔ آخری چند سانسیں بھی اسی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں گزار گیا وہ جانے سے پہلے منوا گیا "میرا نبی پھر میرا نبی ہے" سارے کفر کو سنا گیا " من سب نبیا فاقتلوہ" 21 ویں صدی کے ایمان سوز ، گمراہ کن ماحول میں روح رومی ، جذبہ سعدی، کیف اقبالی، سوز جامی لئے، جانے وہ کہاں سے آیا اور خوابیدہ و غافل قوم کو عشق رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی اذانوں سے جگایا اور پھر یکدم کہیں چل دیا میں حیرت میں غلطاں و پیچاں یہ کھڑا سوچ رہا ہوں!وہ کون تھا؟ وہ کیا تھا؟وہ عشق تھا وہ سوز تھاوہ کہاں ملے! وہ کہاں گیا ! آہ امیر عاشقاں آہ
#KhadimRizvi #KhadimHussainRizvi

بفیضانِ نظر: حضرت علامہ قاری محمد مصلح الدین صدیقی علیہ الرحمہ

بفیضانِ کرم: حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری علیہ الرحمہ

سرپرست: حضرت علامہ سید شاہ عبد الحق قادری دامت برکاتہم العالیہ

علمی، فکری اور عصری موضوعات پر مشتمل مجلہ

مخزنِ علم کراچی

خصوصی شمارہ **مجددِ عشقِ رسول ﷺ نمبر**

مدیر اعلیٰ: محمد انس رضا قادری

نائب مدیر: حافظ احمد

زیرنگرانی

علامہ محمد رئیس قادری

مجلس مشاورت

علامہ آصف اقبال مدنی

علامہ محمد فیضان رضا

علامہ فاروق مدنی

حافظ محسن رضا قادری

اراکین

حافظ سعد فاروق

محمد اسامہ قادری

محمد ادریس ہنگورہ

حمزہ احمد ترابی

جلد نمبر 02 شمارہ نمبر 01

جمادی الثانی ۱۴۴۲ھ

جنوری 2021ء

قیمت: 150/- روپے

نوٹ: تمام مشمولات کی صحت و درستی پر ادارے کی نظر رہتی ہے پھر بھی اگر کوئی غلطی رہ جائے تو آگاہ فرما کر اجر کے مستحق بنیں، ان شاء اللہ آئندہ شمارے میں تصحیح کردی جائے گی۔

جاری کردہ: مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ

جامع مسجد عثمان غنی، ٹھٹھائی کمپاؤنڈ، لائٹ ہاؤس کراچی

فون: 0332-8205566، ای میل: m.anwarulquran@gmail.com

فیس بک: facebook.com/MadarsaAnwarulQuraan

زینت السادات، منبع البرکات، مخدوم اہل سنت، عظیم البرکت پیر طریقت،
رہبر شریعت، شہباز خطابت، صاحب بصیرت و فراست، حامل ذہانت و ظرافت،

حضرت علامہ سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ

کا

مجدد عشق رسول ﷺ، امیر المجاہدین، فنا فی خاتم النبیین ﷺ،

شیخ الحدیث حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کے بارے میں تاریخی ارشاد

”یہ ہمارے امام ہیں اس (ناموس رسالت ﷺ کی پہرداری کے) معاملہ میں، ہم ان کی پیروی کریں گے۔“

خصوصی ایصال ثواب:

جناب حاجی محمد بشیر قادری صاحب کے مرحوم والدین،

عبدالحکیم اور رحمت جان

مشمولات

شخصی تعارف

امتیازات

خدمات

صفات

اعتراف

منظومات

اداریہ مجدد عشق رسول 

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

تاریخ کی ورق گردانی سے ہمیں یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ میدان جہاد میں کفار نے ہمیشہ مسلمانوں سے شکست کھائی ہے، رومی ہوں یا بازنطینی، ساسانی ہوں یا تاتاری ہر قوم مسلمانوں کی قوت ایمانی کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکی، اگرچہ انہوں نے مسلمانوں کی صفوں میں غدار پیدا کر دیے، وقتی طور پر مسلمانوں کو شکست بھی ہوئی لیکن اختتام اسی پر ہوا کہ عَلمِ اسلام کفار کی سرزمین پر لہرایااور مسلمان مزید مضبوط ہوتے گئے۔اس سلسلہ کا آغاز بدر کے میدان سے ہوتا ہے اور سولہویں صدی عیسوی کے اختتام تک جاری رہتا ہے۔ اس میں کوئی زمانہ خالد بن ولید کا ہے، تو کوئی محمد بن قاسم کا، کسی زمانہ میں طارق بن زیاد ہیں تو کسی میں محمود غزنوی، کبھی نور الدین زنگی کا چرچہ ہے تو کبھی صلاح الدین ایوبی کا، کہیں سے سلطان فاتح اٹھ رہے ہیں تو کہیں سے شہاب الدین غوری الغرض کفر کی تاریک راہوں کو یہ مجاہدین اسلام نور ایمان سے روشن کرتے چلے گئے کفر چھٹتا چلا گیا۔

جب میدان جہاد میں مسلمانوں کو پسپا کرنا ناممکن ٹھہرا، صلیبی جنگوں میں مسلمانوں کی فتوحات سے تاریخ کے اوراق پُر ہو گئے تو سولہویں صدی کے اختتام پر کفار نے مسلمانوں کو معاشی طور پر کمزور کرنے اور مسلم امہ کے وسائل پر قبضہ کرنے کی مہم شروع کی جسے استعماری دور کا آغاز کہا جاتا ہے۔ جس میں انہوں نے اپنے اہداف کو کچھ یوں ترتیب دیا:

۱۔ معاشی و تجارتی خود انحصاری جس میں اسلامی دنیا کا اقتصادی محاصرہ۔

۲۔ اقتصادی طور پر غالب آکر اسلامی دنیا پر مسلط ہونا۔

۳۔ عالم اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا۔

۴۔ اسلامی تشخص کا خاتمہ کرنا۔

ان اہداف پر چلتے ہوئے جہاں انہوں نے اپنے لیے نئی تجارتی راہیں ہموار کیں وہیں تجارت کی غرض سے اسلامی سرحد میں داخل ہوئے، مسلمانوں کی تجارتی منڈیوں اور بندرگاہوں کی لگام اپنے ہاتھ میں لینا شروع کر دیں۔ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ معیشت کسی بھی علاقہ کی ریڑھ کی ہڈی ہوتی ہے جس پر قبضہ اس علاقہ پر قبضہ سمجھا جاتا ہے۔ یوں یورپی استعمار اسلامی سرزمین پر قابض ہو گیا۔ اس سلسلہ میں انہوں نے انگنت مسلمانوں کا خون بہایا، ظلم و ستم کی داستان رقم کی اور جن اسلامی سربراہان نے اس معاملہ میں ان سے محاذ آرائی کی انہیں یا تو ابدی نیند سلا دیا جیسے شیر میسور ٹیپو سلطان یا انہیں معزول کروا دیا جیسے سلطان عبد الحمید ثانی۔ نیز سازش کے ذریعہ انہیں مسلمانوں کا سربراہ بنوا دیا جن کی نکیل انہیں کے ہاتھ ہو جس کی واضح مثال سلطان عبد المجید ثانی اور بہادر شاہ ظفر ہیں۔ سولہویں صدی کے اواخر سے شروع ہونے والے اس سلسلہ نے بعد کے تین سو سالوں میں عالم اسلام کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور مسلمانوں کو مختلف علاقوں تک محدود کر دیا۔

یورپی استعمار نے صرف قبضہ کرنے کو اپنا اصل ہدف نہیں بنایا بلکہ مسلمانوں کے اتحاد کو افتراق میں بدلنے اور مسلم امہ کو فرقہ وارانہ تصادم میں جھونکنے کی بھی بھرپور کوشش کی اور اس امر کی انجام دہی کے لیے نام نہاد مسلمانوں کا سہارا لیا جیسے عبد الوہاب نجدی، سر سید احمد خان، مرزا غلام احمد قادیانی، اسماعیل دہلوی وغیرہ جنہوں نے ایک طرف مسلمات دینیہ سے انحراف کیا، توہین رسالت ﷺ کا ارتکاب کیا اور محبوبانِ خدا کی عظمتوں کا انکار کیا جس پر دلیل کتاب التوحید اور تقویۃ الایمان جیسی رسوائے زمانہ کتب کا منظر عام پر آنا ہے۔ اور دوسری طرف مملکت برطانیہ سے وفاداری کا امت کو درس دیا اور ان کے خلاف لشکر کشی کو غداری اور بغاوت قرار دیا جس کی واضح مثال ۱۸۵۷ء کے جہاد آزادی کو غدر کا نام دیا جانا ہے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ نے مرد حریت علامہ فضل حق خیر آبادی، شاہ فضل رسول قادری بدایونی، امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی، علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی، حضور پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہم جیسے نفوس قدسیہ کو ہمارے درمیان بھیج دیا جنہوں نے مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ کے حفاظت کے لیے، انہیں توہین رسالت ﷺ کے ارتکاب سے بچانے کے لیے بے شمار قربانیاں دیں خاص کر امام اہل سنت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کی ذات گرامی کہ آپ نے گستاخانِ رسول ﷺ کے خلاف بڑے پیمانے پر قلمی جہاد کیا، اعداءِ دین کی بیخ کنی کی، ساتھ ساتھ یورپی استعمار کے خلاف بھی ڈٹے رہے اور ان سے کسی قسم کے کوئی مراسم روا نہ رکھے۔

یہ سب باتیں ہو گئیں ماضی کا قصہ، اس زمانہ میں یورپی استعمار کا آخری ہدف جبکہ مسلم امہ منتشر ہے، مسلمانوں کو مادہ پرستی کے سمندر میں غرق کرنا، اسلامی تشخص کو مٹانا، دینی حمیت و غیرت کو مسلمانوں کے دلوں سے نکالنا، اسلامی احکامات کو مسخ کرنا، مغرب اور مغربیت سے مرعوب کرنا، سیاست اور ریاست سے اسلام کو دور رکھنا، دین کو انفرادی زندگی تک محدود رکھتے ہوئے مذہب الگ سیاست الگ کی سوچ پیدا کرنا، جذبۂ جہاد کو دہشت گردی کا نام دے کر مجاہدین کا تصور ختم کرنا اور بالآخر مسلمانوں کو کافر بنا کر اسلام کو روئے زمین سے مٹانا ہے۔ آج پوری دنیا کے کفار مل کر اسی سوچ پر کاربند ہیں، اس وقت جو قوم سب سے زیادہ مظالم کا شکار ہے وہ مسلمان ہی ہیں، کفار کو آپس میں ایک دوسرے سے کوئی خطرہ نہیں ہے اگر انہیں خطرہ ہے تو صرف اسلام سے ہے۔ کیونکہ اسلام میں ایک ایسی قوت ہے جو مسلمانوں کو متحد کر دیتی ہے، مسلمانوں کو ایک دوسرے سے جوڑ دیتی ہے، وہ سید عالم ﷺ کی ذات اقدس واطہر ہے۔ مسلمان ہر ظلم و ستم کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اپنے نبی ﷺ کی ذات اقدس کو نشانہ بنتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ کفار نے پہلے دن سے جس ذات کو نشانہ بنایا وہ سید عالم ﷺ کی ذات ہے کہ دین ہمہ اوست، اگر آپ ﷺ کی ذات متنازعہ

ہو جائے تو پھر اسلام میں باقی کیا ہے؟ اگر آپ ﷺ سے محبت ختم ہو جائے تو پھر ایمان میں بچتا کیا ہے؟

وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
رُوحِ محمد ﷺ اس کے بدن سے نکال دو

اللہ تعالی نے ایمان والوں سے **انتم الاعلون** کا وعدہ فرمایا ہے، جس کا ظہور ہر زمانہ میں آنے والے مجاہدین اسلام اور مجدد دین وملت کی صورت میں ہوا ہے، وہ **العلماء ورثۃ الانبیاء** کا مظہر بن کر دنیا میں آتے ہیں اور سوئی امت کو ایک بار پھر جگا کر چلے جاتے ہیں۔ اس پر فتن زمانہ میں امت کو ایسے مرد قلندر کی ضرورت تھی جو اسلامی تشخص کو لوگوں کے ذہنوں میں پھر سے تازہ کرے، مادہ پرستی کے وبال سے آشنا کرے،اس میں عشق محمدی ﷺ کی شمع کو روشن کرے، حمیت و غیرت کا درس دے، سید عالم ﷺ سے سچی وفاداری کر کے دکھائے، اسلامی رعب و دبدبہ عالم کفر پر بٹھائے، جذبۂ جہاد کو پھر سے سینوں میں زندہ کرے اور مسلمانوں کو ان کی تاریخ سے آشنا کرے۔

قدرت نے کیا خوب انتخاب کیا! وہ شخص جس نے اپنی زندگی مدارس کی چار دیواریوں میں لگا دی تھی، لوگ جسے خادم حسین رضوی کہتے تھے، اسی کے سر پر مسلمانوں کی امامت کا سہرا رکھ دیا گیا، جو خود چلنے سے معذور ہو چکا تھا لیکن امت کو چلانے کی ذمہ داری اسی کے سپرد کر دی گئی، پھر جب وہ گرجا تو عالم کفر کانپ اٹھا، وہ مغرب سے مرعوب نہیں ہوا بلکہ آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کی، نبی کریم ﷺ کی عزت و ناموس کی حفاظت کیسے اور ان سے وفاداری کیسے کی جائے پوری ملت اسلامیہ کو یہ بات سمجھا دی، اسلام کی بات سینہ تان کر کیسے کی جائے طریقہ سکھا دیا، اس نے عشق نبی ﷺ کے وہ جام پلائے جس کی امت کو برسوں سے طلب تھی یوں وہ مسلمانوں میں مجدد عشق رسول ﷺ، امیر المجاہدین، فنا فی خاتم النبیین ﷺ بن کر چمکا۔

پھر جب فرانس کی منحوس سرزمین سے رسول اللہ ﷺ کی توہین ہوئی، تو اس عظیم عاشق

سے رہا نہ گیا، میدان میں اُترا، طبیعت تھی جو ہر طرح کی جدوجہد سے منکر لیکن دل تھا کہ بستر پر لیٹ نہ سکا، پھر سے کفر کو للکارا، حکومت سے اپنا مطالبہ منوایا، لیکن دل پھر بھی بے قرار رہا، اور یہی وہ بے قراری تھی جس نے انہیں ہم سے جدا کر کے اپنے آقا و مولی ﷺ کی بارگاہ میں پیش کر دیا۔ انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

مجلہ مخزن علم کی اشاعت کا ایک سال مکمل ہونے کو تھا کہ عزیزی حافظ احمد نے جنوری میں کسی ایک عنوان پر خصوصی شمارے کی اشاعت کی بات کر دی، میرا معذرت خواہانہ رویہ رہا کہ یہ امر دشوار ہے، میں نے عنوان سوچنے کا کہہ کر بات ٹال دی کہ اچانک حضور امیر المجاہدین کا سانحۂ ارتحال ہوا، میں ساتھیوں کے ہمراہ جنازے میں شرکت کے لیے کراچی سے روانہ ہوا، رستہ میں خیال آیا کہ کیوں نہ احمد بھائی کی بات پر عمل کرتے ہوئے جنوری میں خصوصی شمارہ بنام امیر المجاہدین نمبر کو مجلہ مخزن علم کی زینت بنایا جائے اور امیر المجاہدین کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا جائے، اسی وقت اپنے خیال سے احباب کو مطلع کیا اور کراچی واپسی پر اس کام کا آغاز کیا۔

امیر المجاہدین نمبر کے عنوان سے اس خصوصی اشاعت کا اعلان کیا گیا تھا، مگر محقق اہل سنت علامہ آصف اقبال مدنی اور دیگر احباب کے مشورے سے اس عنوان کو تبدیل کر کے مجدد عشق رسول ﷺ کر دیا گیا۔

اہل قلم سے رابطہ کرنے، ان سے تحریریں لکھوانے اور اس رسالہ کو ترتیب دینے میں علامہ آصف اقبال مدنی، جناب حافظ احمد، علامہ سید علی اصغر قادری کی گراں قدر خدمات ہیں۔ علامہ شہزاد مدنی اور حافظ سعد فاروق نے اسے پروف ریڈنگ کے مراحل سے گزارا، جبکہ مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ شعبہ درس نظامی کی ٹیم نے اسے اشاعتی مراحل سے گزار کر آپ تک پہنچانے میں خاص کردار ادا کیا۔

اللہ تعالی تمام معاونین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انہیں دارین کی خوشیوں سے نوازے آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

حضور مرد مومن اور حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہما

علامہ ابو تراب محمد رئیس قادری

(ناظم اعلی مدارس انوار القرآن قادریہ رضویہ و ایڈیٹر ماہنامہ مصلح الدین)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جب اللہ تبارک وتعالی اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرماتا ہے: اے جبریل! میں اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں، تو بھی اس سے محبت کر ،تو جبریل علیہ السلام بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر وہ آسمان میں ندا کرتے ہیں کہ اے اہل آسمان! اللہ تعالی اپنے فلاں بندے سے محبت کرتا ہے تم بھی اس سے محبت کرو پھر آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین میں اس نیک بندے کی مقبولیت کا چرچا ہو جاتا ہے اور زمین والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں (صحیح مسلم)

میرے ممدوح امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی مقبولیت اور ان کا چرچا بتا رہا ہے کہ یہی وہ بندے ہیں کہ جن کو اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم بھی محبوب رکھتے ہیں، جبریل امین علیہ السلام اور آسمان کے فرشتے بھی ان سے محبت کرتے ہیں، ہماری آنکھوں نے دیکھا اور کانوں نے سنا کہ زمین والے بھی ان سے محبت کرتے ہیں اور ان کے جنازے نے بتا دیا کہ دنیا میں چرچا بھی انہیں کا ہے۔

قانون قدرت ہے کہ ہر انسان کو ایک نہ ایک دن دنیا سے جانا ہے لیکن جانے والے ایک جیسے نہیں ہوتے، کچھ وہ لوگ ہیں کہ جن کے جانے سے عالم میں سوگواری کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے اور ہر دل مغموم ہو جاتا ہے، میرے ممدوح ایسے ہی ایک مرد مجاہد تھے۔

کون اس باغ سے اے باد صبا جاتا ہے   رنگ رخسار سے پھولوں کا اڑا جاتا ہے

میرے مرشد و مربی پیر طریقت حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ سے استاذ العلماء امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے تعلق اور ملاقاتوں کا کچھ زیادہ تو مجھے علم نہیں ہے کیونکہ حضرت شاہ صاحب قبلہ کا لاہور جانا کم ہوتا تھا، اسی طرح حضرت موصوف کا کراچی تشریف لانا کچھ زیادہ نہیں ہوتا تھا جیسا کہ عموماً مدرسین کا بیرون شہر جانا کم ہی ہوتا ہے، تاہم دونوں بزرگوں میں باہم محبت کا تعلق ضرور قائم تھا۔

برادر مکرم حضرت مولانا انجینئر حافظ محمد آصف قادری زید مجدہ (اسلام آباد) نے مجھ سے فرمایا کہ میں جب بھی حضرت امیر مجاہدین کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے ہمیشہ قبلہ شاہ صاحب کی خیریت ضرور دریافت کی۔

ایک بار جب میں حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو حضرت نے مجھ سے پوچھا کہ پنڈی کے ایک صاحب نے حضرت سیدنا ابو سفیان اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں کچھ نامناسب باتیں کی ہے اس بارے میں حضرت شاہ صاحب کا کیا موقف ہے؟ تو میں نے انہیں بتایا کہ شاہ صاحب کی خدمت میں اس درس کی ریکارڈنگ پیش کی گئی تو اس کے سننے کے بعد شاہ صاحب نے سخت ناراضگی ظاہر فرمائی اور آپ نے اس درس میں بیان کی گئیں پچیس (۲۵) باتوں کی نشاندہی کی اور ان سے کہا کہ وہ ان باتوں سے رجوع کریں۔

اسے سن کر حضرت امیر مجاہدین نے شاہ صاحب قبلہ کو زبردست خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا: ”شاہ صاحب اس دور میں فکر رضا کے سچے علمبردار ہیں اور لا یخافون لومۃ لائم کا مصداق ہیں، علماء حق کا کردار ایسا ہی ہونا چاہیے۔“

شاہ صاحب قبلہ کی کتاب ”ختم نبوت“ کا مسودہ جب میں نے حضرت امیر المجاہدین کی خدمت میں پیش کیا اور تقریظ لکھنے کی گزارش کی تو انہوں نے اپنے ہاتھ کانوں کو لگائے اور فرمایا: ”توبہ توبہ کہاں شاہ صاحب جیسے بزرگ اور کہاں میں چھوٹا بندہ، میں اس لائق نہیں کہ ان کی کتاب پر تقریظ لکھوں“، یہ ان کی عاجزی اور انکساری تھی کہ انہوں نے اس طرح کے

کلمات ارشاد فرمائے۔

ایک اور مجلس میں برادرم انجینئر آصف قادری کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا: "ان کے شیخ طریقت سرمایۂ اہلسنت فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا سید شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ ہیں، جو بے مثل خطیب ہونے کے ساتھ ساتھ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں اور ان کی روحانی تربیت کے طفیل انجینئر صاحب بھی کتابوں کے مصنف اور محقق ہیں۔"

جماعت اہلسنّت پاکستان کراچی کے تحت جو کام شاہ صاحب نے کیا اس کو وہ سراہتے اور ایک بار فرمایا: "تنظیمی اعتبار سے جماعت اہلسنت پورے پاکستان میں کہیں نظر نہیں آتی لیکن حضرت شاہ صاحب نے کراچی میں جس طرح جماعت اہلسنت کی تنظیم کو چلایا ہے وہ بہت خوب ہے۔"

جب مجاہد ناموس رسالت غازی ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا گیا اور ان کی رہائی کے لئے تحریک چلی تو حضرت شاہ صاحب قبلہ اپنی علالت کے باوجود اس تحریک کا حصہ بنے۔ احتجاجی اجلاس میں شرکت کی اور ایک بھرے اجلاس میں حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا:

"اس معاملے میں یہ ہمارے امام ہیں۔"

۰۴ محرم الحرام ۱۴۳۸ء کو جب حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ جنازہ میں شرکت کے لیے لاہور سے کراچی تشریف لائے۔

یہ ان دونوں بزرگوں کی آپس میں محبت تھی، دونوں بزرگ زندگی بھر دین متین، اہل سنت و جماعت، مسلک اعلی حضرت کی ترویج و اشاعت میں مصروف عمل رہے خود تکالیف برداشت کیں لیکن ہماری عزتوں میں اضافہ کر کے چلے گئے۔

اللہ تبارک و تعالی اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقے و طفیل ان کے مزار پر انوار پر رحمت و رضوان کی بارش فرمائے آمین۔

مجدد عشق رسول ﷺ کی رحلت پر

مختلف شخصیات کے تعزیتی پیغامات اور تاثرات

مفتی اعظم پاکستان جناب مفتی منیب الرحمن صاحب

حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ختم نبوت کے پاسبان اور محافظ ناموس رسالت تھے، ان کا جینا اور مرنا اسی مقدس کاز کے لیے تھا اور اسی مشن پر چلتے ہوئے اللہ تعالی اور اس کے حبیب مکرم ﷺ کے حضور حاضر ہوگئے، اس مقدس مشن میں عہد حاضر میں دور دور تک ان کا ہمسر نہیں ہے۔ میرا ایمان ہے کہ وہ اپنے عظیم مقصد میں سرخرو رہے۔ اللہ تعالی انہیں اپنے حبیب مکرم ﷺ کے محبوبین اور جانثاروں کی صفوں میں اعلی مقام عطا فرمائے۔ آمین

امیر اہلسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری صاحب

علامہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر آپ کے صاحبزادگان حافظ سعد، حافظ انس، گھر کے دیگر افراد سے، تمام سوگواروں سے اور آپ جناب کے چاہنے والوں سے تعزیت کرتا ہوں۔ اللہ کریم مرحوم کو غریق رحمت فرمائے۔

سجادہ نشین خانقاہ برکاتیہ، مارہرہ شریف حضرت سید نجیب حیدر نوری صاحب

زندگی کو شاہانہ طور سے گزارنے کے بہت سے قصے پڑھے، دیکھے اور سنے، لیکن کسی کی موت بھی ایسی شاہانہ ہو سکتی ہے اس بات کا یقین حضرت مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی رحلت اور ان کے آخری سفر کو دیکھنے سے ہوا۔

فضیلۃ الشیخ عبد العزیز الخطیب الشامی

اسد الاسلام والسنة، سيد باكستان خادم حسين الرضوی فی ذمة الله وعفوه

ورحمته۔ قضی حمیدا مجاهدا شهیدا و کان مثال العالم العامل

جگر گوشہ خطیب پاکستان حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اور کاڑوی صاحب

اناللہ وانا الیہ راجعون حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی وصال فرما گئے۔ ایک مختصر عرصے میں تحفظ عقیدہ ختم نبوت اور ناموس رسالت کے حوالے سے ان کا کردار یاد گار رہے گا۔ امیر المجاہدین کا لقب پانے والے اپنی مثال آپ تھے۔ تحفظ عقیدہ ختم نبوت ﷺ اور ناموس رسالت ﷺ کے اس پہرے دار کی خدمت پر لاکھوں سلام۔ ان کی وفات شدید نقصان ہے۔ اللہ کریم ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین

استاذ امیر المجاہدین، شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ عبد الستار سعیدی صاحب

اعلاء کلمۃ اللہ، عقیدہ ختم نبوت اور تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے حوالے سے ان کے کارناموں کو دیکھ کر لگتا تھا کہ ان کی زندگی بھی مثالی ہے، ان کا خاتمہ بھی مثالی ہو گا اور ان کا جنازہ بھی مثالی ہو گا۔

حضرت علامہ سید مظفر حسین شاہ صاحب

امام الغیرت، امیر المجاہدین کی آوز اسلام کی ایک مؤثر اور بھرپور آواز تھی، پورے عالم کفر پر آپ کی آواز سے ایک لرزہ طاری تھا۔ آپ نے عشق رسول ﷺ کے جذبے کو اجاگر کرنے میں حق ادا کیا۔ بندہ صدیوں بھی عمر پائے تو بیداریٔ امت کا اس قدر وسیع پیمانے پر کام نہ کر پائے جو اللہ رب العزت نے مختصر سے عرصے میں آپ کی ذات سے لیا۔

عالمی مبلغ اسلام علامہ رضا ثاقب مصطفائی صاحب

انہوں نے جس انداز سے زندگی گزاری اس کا گوشہ گوشہ ہمارے سامنے ہے اور آج وہ سرخرو ہو کر اللہ کے حضور پیش ہو رہے ہیں۔ اللہ ان کو برزخی زندگی میں حضور علیہ السلام

کی خصوصی شفقتیں نصیب فرمائے۔

مفتی محمد اکمل قادری صاحب

وہ میرے استاذ تھے۔ فی نفسہ بہت نفیس شخصیت تھے۔ ایک عاشق صادق اور مخلص انسان تھے۔ اللہ پاک ہمیں ان کی جگہ لینے کا شعور عطا فرمائے۔ آمین

حضرت علامہ مولانا پیر محمد ثاقب اقبال شامی صاحب (برطانیہ)

انا للہ وانا الیہ راجعون

جن کے بابا مر جاتے ہیں ناں، دنیا انہیں یتیم کہتی ہے۔

آہ.. آج سنی یتیم ہو گئے!

وزیر اعظم پاکستان جناب عمران خان صاحب

مولانا خادم حسین رضوی کی رحلت پر میں ان کے اہل خانہ سے تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

رئیس عملہ پاک فوج جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب

علامہ خادم حسین رضوی کے انتقال پر دلی تعزیت کا اظہار کرتا ہوں۔ اللہ پاک مرحوم کو ابدی سکون عطا کرے۔ آمین

قائد حزب اختلاف جناب میاں محمد شہباز شریف صاحب

شیخ الحدیث محترم علامہ خادم حسین رضوی کی وفات کی خبر سن کر بے حد دکھ ہوا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالی ان کو اپنے جوار رحمت میں بلند مقام عطا فرمائے۔ آمین

سینئر تجزیہ نگار اور صحافی جناب حامد میر صاحب

علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا جنازہ ہمارے میڈیا کی بھی منافقت کا جنازہ ہے۔

کیونکہ چند دن پہلے جب خادم حسین رضوی صاحب فیض آباد میں جلسہ کر رہے تھے تو یہی میڈیا انہیں کوریج نہیں دے رہا تھا اور بڑے بڑے ٹی وی چینلز نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ ہم اسے نہیں دکھائیں گے۔

معروف صحافی جناب سہیل وڑائچ صاحب

علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے صرف تین چار سالوں میں ہی اپنی اہمیت اتنی راسخ کر لی تھی کہ ان کے ذکر کے بغیر پاکستانی سیاست بالخصوص مذہبی سیاست ادھوری تھی۔ وہ ایک با عمل عالم دین تھے۔ اپنی ذات میں انجمن تھے۔ فلسفہ عشق رسول ﷺ کو فروغ دینے میں ان کا مرکزی کردار تھا۔ اس سرزمین پر شاید ہی ان سے بڑا کوئی عاشق رسول ﷺ تھا۔

معروف کالم نگار اور تجزیہ نگار جناب حسن نثار صاحب

Definitely it's a great loss

مجھے اگر اندازہ ہوتا کہ خلقِ خدا ان سے اتنا پیار کرتی ہے تو میں ان سے ضرور جا کر ملتا۔ جب مجھے پتہ چلا کہ ان کے پاس ذاتی گھر بھی نہیں تھا تو میں ہل کر رہ گیا۔ اس قدر شہرت کے باوجود بھی ان کے سادہ اندازِ زندگی نے میرا دماغ گھما دیا۔ اختلافات کے باوجود میں نے انہیں ایک وجیہ، پر کشش اور بہت خوبصورت انسان پایا تھا۔

ڈرامہ نگار جناب خلیل الرحمن قمر صاحب

ہماری مٹی کا ایک بہادر آدمی دنیا سے چلا گیا۔ ابتدا میں مجھے بھی لگتا تھا کہ یہ انتہا پسندی کی جانب مائل ہیں لیکن جب انہیں سنا اور سمجھا تو یہ بات واضح ہو گئی کہ وہ ہمیں ہوشیار کرتے تھے۔

سینئر صحافی جناب اوریا مقبول جان صاحب

جس طرح خادم حسین رضوی صاحب نے لوگوں کو اکھٹا کیا، جس طرح انہوں نے لوگوں کے دلوں میں عشق رسول ﷺ کی شمع روشن کی، جس طرح انہوں نے اقبال کی محبت کو زندہ کیا اس کی مثال میں نے اپنی پینسٹھ سالہ زندگی میں نہیں دیکھی۔ ان کی سختی صرف محبت رسول ﷺ کے معاملے میں تھی۔

معروف اینکر پرسن اور صحافی جناب کامران خان صاحب

علامہ خادم حسین رضوی کی زندگی ملکی سیاسی، مذہبی اور ناموس رسالت کے حوالے سے مزاحمتی تحریک کا ایک عظیم عہد تھا۔ آپ کی شخصیت شعلہ بیانی اور بذلہ سنجی کا امتزاج تھا یقینا آپ ایک بے مثال خطیب تھے۔

سینئر اینکر پرسن اور صحافی جناب سمیع ابراہیم صاحب

خادم حسین رضوی صاحب نے نوکری کی پرواہ نہیں کی۔ جہاں گئے حرمت رسول پر بات کی۔ ان کا جنازہ ایک ریفرینڈم تھا جس نے بتادیا کہ عوام کس کے ساتھ ہے۔

سینئر کالم نگار اور تجزیہ نگار جناب ہارون الرشید صاحب

پچھلے ۵۰ سے ۵۵ برس کے جلسے میرے سامنے ہیں، شیخ مجیب الرحمن اور بھٹو کے جلسوں کی میں نے کوریج کی ہے لیکن اتنا بڑا جلسہ کبھی نہیں ہوا، مینار پاکستان کبھی نہیں بھرا ۔ یہ پہلا واقعہ تھا کہ مینار پاکستان بھر گیا، آزادی چوک تک لوگ تھے، عالمگیر مسجد (بادشاہی مسجد) کھولنی پڑ گئی اور وہ بھی بھر گئی۔ اور اس سے میسج یہ ملا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسلمانوں کی وابستگی کیسی ہے لیکن اب بھی نہ مغرب سمجھ رہا ہے نہ ہمارے دانشور سمجھ رہے ہیں۔

سیرت مجدد عشق رسول ﷺ

علامہ سید علی اصغر قادری

(فاضل نور حمزہ اسلامک کالج)

ولادت:

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۳ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ بمطابق ۲۲ جون ۱۹۶۶ء بروز بدھ تحصیل پنڈی گھیب ضلع اٹک کے ایک قصبے نکہ کلاں میں ہوئی۔ آپ کے والد گرامی حاجی لعل خان اعوان برادری کے ایک زمیندار گھرانے کے فرد تھے۔

رشتہ ازدواج:

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی شادی ۱۹۹۳ء میں ان کے چچا کی بیٹی سے ہوئی۔ یہ رشتہ آپ کے والد لعل خان نے پسند کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو دو بیٹوں اور چار بیٹیوں سے نوازا بڑے صاحبزادے کا نام حافظ سعد حسین رضوی اور چھوٹے صاحبزادے کا نام حافظ انس حسین رضوی ہے دونوں بیٹے حافظ قرآن ہونے کے ساتھ ساتھ درس نظامی (عالم کورس) بھی کر رہے ہیں۔

تعلیمی سفر:

ابتدائی تعلیم چوتھی جماعت تک اپنے گاؤں میں حاصل کی پھر ۱۹۷۴ میں آٹھ برس کی عمر میں حفظ قرآن کے لیے جہلم چلے گئے۔ بائیس پارے جامعہ غوثیہ اشاعت العلوم میں حفظ کیے، باقی آٹھ پارے مشین محلہ نمبر ا کے دارالعلوم میں حفظ کیے، چار سال کے عرصہ میں حفظ قرآن مکمل کیا ،اس وقت آپ کی عمر بارہ برس کے لگ بھگ تھی، قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد ۱۹۷۸ میں دینہ چلے گئے، یہ ضلع گجرات کا ایک کمرشل قصبہ ہے، وہاں دو برس تک قراءت

سیکھی۔ حفظ و تجوید کے بعد ۱۹۸۰ میں درس نظامی پڑھنے کے لئے جامع مسجد وزیر خان لاہور میں قاری منظور حسین کے پاس آگئے انہوں نے آپ کو عظیم و قدیم درس گاہ جامعہ نظامیہ لاہور میں داخل کرا دیا وہاں آپ نے درج ذیل اساتذہ سے تعلیم حاصل کی (۱)مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ (۲)مفتی محمد عبداللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (۳)علامہ محمد رشید نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ (۴)علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ (۵)علامہ حافظ عبدالستار سعیدی (۶)علامہ محمد صدیق ہزاروی۔ ۱۹۸۸ء میں آپ نے دورہ حدیث مکمل کیا اور آپ کے سر دستار فضیلت رکھی گئی۔

تدریس:

تدریس کا آغاز مادر علمی جامعہ نظامیہ رضویہ سے کیا۔ عرصہ دراز تک صرف و نحو کی تدریس فرمائی اور ملک و بیرون ملک میں عربی گرامر کی تدریس کے حوالے سے خصوصی شہرت پائی۔ جامعہ نظامیہ رضویہ میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے اور ابو داؤد شریف کا درس مشہور تھا جامعہ نعمانیہ لاہور میں بھی تدریس فرمائی اور اہل سنت کی اس قدیم ادارہ کو حیات نو بخشی اس کی عظیم الشان جامع مسجد بنوائی تحریکی مصروفیات کی وجہ سے تدریس کا سلسلہ موقوف ہو گیا تھا لیکن وصال سے کچھ عرصہ قبل جامعہ نعمانیہ میں تدریس کا دوبارہ آغاز فرما دیا تھا۔

چند مشہور تلامذہ:

امیر المجاہدین کے تلامذہ تو ہزاروں میں ہیں لیکن چند مشہور تلامذہ کے نام درج ذیل ہیں۔

مولانا مفتی محمد آصف عبداللہ قادری (کراچی) مولانا مفتی غلام غوث بغدادی (کراچی) مولانا لیاقت حسین اظہری (کراچی) مولانا محمد رمضان سیالوی صاحب (خطیب داتا دربار مسجد لاہور) ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمنی تحسینی (امارات) مولانا مدد علی قادری (استاد جامعہ نظامیہ لاہور) مولانا ضمیر احمد مرتضائی (استاد جامعہ ہجویریہ لاہور) مولانا مفتی محمد طاہر تبسم قادری

(لاہور)مولانا محمد واحد بخش سعیدی (استاد جامعہ نظامیہ لاہور)مولانا محمد عمران الحسن فاروقی (استاد جامعہ نظامیہ لاہور)مولاناساجد حسین رضوی (UK)مولاناطاہر عزیز(ناروے)مولانا نعیم خلیق(بریڈفورڈ)مولاناحافظ بلال(UK)مولانا قاضی سعید الرحمن قادری (UK)

تصنیف وتالیف:

تنظیم المدارس اہلسنت پاکستان کے امتحان کے لیے آپ نے ایک مقالہ بعنوان ”اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء“تحریر فرمایا جو آپ کے استاد محترم مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ کو اس قدر پسند آیا کہ اسے فتاوی رضویہ میں بطور تعارف شامل فرمایا۔ علاوہ ازیں عربی گرامر سے متعلق دو کتب ”تیسیر ابواب الصرف“ اور ”تعلیلات خادمیہ“ تحریر فرمائی جو نصابی کتب میں شامل ہونے کی وجہ سے دینی مدارس میں بہت مقبول ہیں اور ان کے متعدد ایڈیشن شائع ہوچکے ہیں۔ علم صرف پر آپ کی ان خدمات کی وجہ سے ”امام الصرف“ کے لقب سے آپ کو یاد کیا جاتا ہے۔

بیعت وخلافت:

آپ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں عارف کامل حضرت خواجہ محمد عبدالواحد صدیقی المعروف حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دست حق پرست پر بیعت ہوئے جبکہ اپنی عظیم الشان دینی وروحانی خدمات کی بدولت تاج شریعہ مفتی محمد اختر رضاخان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ولی کامل، نباض قوم مفتی ابوداؤد محمد صادق رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی خلافت سے سرفراز ہوئے۔

حرمین شریفین کی زیارت :

حضورامیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ۵۵ سالہ زندگی میں صرف ایک بار حرمین شریفین کی زیارت کی آپ چاہتے تو ہر سال ہر عید ہر رمضان ہر ربیع الاول سرکار کے قدمین

شریفین میں گزار سکتے تھے لیکن آپ سے کوئی پوچھتا کہ آپ کیوں مدینے نہیں جاتے تو آپ کمال عاجزی فرماتے ہوئے اور حضور کی بارگاہ میں عجز و نیاز پیش کرتے ہوئے فرماتے: ”کتوں کا کام گھر میں جانا نہیں ہوتا، باہر رکھوالی کرنا ہوتا ہے۔“ پھر آپ اپنا تعارف یوں پیش کرتے ” میں کتا پاک رسول اللہ ﷺ دا بھونکے شور مچاوے“ یقیناً یہی آپ کی مقبولیت کی نشانی تھی اور آپ اکثر یہ شعر پڑھا کرتے تھے۔

بڑے بد نصیب ٹھہرے، جو قرار تک نہ پہنچے　　در یار تک تو پہنچے دل یار تک نہیں پہنچے

اخلاق و عادات:

آپ سرکار دو عالم ﷺ کے بے ادبوں اور گستاخوں کے لیے مرد آہن تھے اور سرکار کے غلاموں کے لیے ریشم کی مانند نرم تھے۔ نہایت خوش اخلاق، مہمان نواز، اور ملنسار تھے۔ چہرہ بالعموم متبسم رہتا تھا۔ غریبوں مسکینوں کی دادرسی فرمایا کرتے تھے، نہایت سخی اور غریب پرور تھے، کسی مسلمان کی تکلیف کو دیکھ کر تڑپ جاتے تھے۔ انتہائی سادگی پسند تھے لباس سادہ لیکن نفیس اور صاف ستھرا پہنتے، معذوری کے باوجود کبھی آپ کے کپڑے میلے تو کجا شکن آلود بھی نہیں ہوتے، چہرۂ نورانی ایسا پرکشش تھا کہ جو دیکھتا وہ دیکھتا ہی رہ جاتا۔ گفتگو بڑی دلکش آواز رعب دار اور اس قدر شیریں تھی کہ جی چاہتا کہ وہ بولتے رہیں اور ہم سنتے رہیں۔ آپ کے معمولات میں یہ تھا کہ دلائل الخیرات شریف باقاعدگی سے پڑھتے تھے۔ روزانہ قرآن مجید کے کئی سپارے دہراتے، آپ کے خادم کا کہنا ہے کہ دوران سفر پندرہ پندرہ پارے پڑھ لیا کرتے تھے، صبح کو سورۂ یاسین پڑھنا اور رات کو سونے سے قبل سورۂ محمد پڑھنا یہ آپ کا معمول رہا۔ سورۂ محمد پڑھنے کے بارے میں آپ خود فرماتے ہیں کہ ابتداء ہی سے میرے دل میں اللہ کی طرف سے یہ بات پیدا ہو گئی کہ میں نے روز سونے سے قبل سورۂ محمد کی تلاوت کرنی ہے۔ شمائل ترمذی (جس میں حضور ﷺ کے حلیہ

مبارک کی احادیث موجود ہیں) آپ حضور ﷺ سے بے پناہ محبت کی وجہ سے رات کو اس کی تلاوت کیا کرتے تھے اس کے علاوہ تسبیحِ فاطمہ کے مستقل عامل تھے۔

معذوری کے باوجود امت کا سہارا:

۲۰۰۹ء میں حضرت امیر المجاہدین کے بڑے بھائی امیر حسین رضوی گاؤں میں مسجد تعمیر کروا رہے تھے تو آپ اس سلسلے میں اپنے گاؤں جانے کیلئے سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں آپ کے ڈرائیور کی آنکھ لگ گئی اور ایک موڑ سے گاڑی نیچے جا گری، اس حادثے میں امیر المجاہدین کے سر اور ریڑھ کی ہڈی میں شدید چوٹیں آئیں جس کے باعث ان کے جسم کا نچلا حصہ معذور ہو گیا۔ اگر چہ بظاہر آپ ٹانگوں سے معذور تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ آپ ہم جیسے ذہنی معذوروں کو چلا کر چلے گئے۔ آپ بظاہر تو بغیر سہارے کے اپنی وہیل چیئر سے اٹھ بھی نہیں پاتے تھے لیکن یہ عطائے مصطفی ﷺ تھی کہ آپ امت کا سہارا بن گئے۔

دینی و ملی خدمات:

۱۹۹۳ء میں امیر المجاہدین کا محکمۂ اوقاف لاہور کی طرف سے دربار سائیں کانواں والے ، گجرات میں خطابت و امامت کے لیے تقرر ہوا۔ بعد ازآں دربار حضرت شاہ ابو المعالی کی مسجد میں تبادلہ ہوا۔ اس کے بعد دربار پیر مکی لاہور کی مسجد میں خطابت کے فرائض انجام دینے لگے لیکن جب آپ نے محسوس کیا کہ محکمہ اوقاف آپ کی آواز کو دبانا چاہتا ہے تو دامن جھاڑ کر وہاں سے یوں چلے گئے کہ ریٹائرمنٹ اور پینشن کے لیے مڑ کر بھی نہ دیکھا اسکے بعد مسجد رحمۃ اللعالمین نزد یتیم خانہ چوک ملتان روڈ لاہور میں تاحیات خطیب رہے۔

"ممتاز قادری رہائی تحریک" کے محرک اور سرپرست اعلیٰ رہے۔ "تحریک فدائیان ختم نبوت" کے امیر رہے۔ امیر المجاہدین کا سیاست میں آنے کا سبب غازی ممتاز قادری علیہ الرحمہ کی بے جا سزائے موت بنا۔ غازی ممتاز قادری کی شہادت کے بعد "تحریک لبیک یا

رسول اللہ پاکستان" کے سرپرست اعلی رہے۔ یہ تحریک ۲۰۱۷ میں این اے ۱۲۰ لاہور کے ضمنی انتخاب میں پہلی بار سیاسی منظر نامے پر نمودار ہوئی اور سات ہزار ووٹ حاصل کرکے سب کو حیرت میں ڈال دیا۔ این اے ۴، پشاور کے ضمنی الیکشن میں تقریباً دس ہزار ووٹ حاصل کیے۔ لودھراں کے الیکشن میں بھی اس تنظیم کو گیارہ ہزار کے قریب ووٹ ملے۔

۲۰۱۷ء میں نواز شریف حکومت نے ایک پارلیمانی بل میں حکومت کی طرف سے قانون ختم نبوت کی ایک شق میں الفاظ بدل دیے جس پر ہر طرف سے صدائے احتجاج بلند ہوئی، امیر المجاہدین نے نہ صرف بیانات کیے بلکہ اس کے لیے عملی قدم بھی اٹھایا اور نومبر ۲۰۱۷ء میں فیض آباد انٹرچینج پر کئی دن دھرنا دیا اور وزیر قانون زاہد حامد کا استعفیٰ لے کر اٹھے۔

۲۰۱۸ کے عام انتخابات میں آپ کی قیادت میں تحریک لبیک پاکستان نے حصہ لیا اور ۲۲ لاکھ ووٹ لے کر پاکستان کی چوتھی بڑی جماعت کی حیثیت پائی۔

۲۰۱۸ میں جب ہالینڈ نے حضور ﷺ کے خاکوں کی نمائش کر کے گستاخی کرنے کی کوشش کی تو آپ نے دوبارہ لاہور تا اسلام آباد مارچ کیا تو آپکی آواز اور جلال حیدری سے ہالینڈ کے گستاخ کانپ اٹھے اور اپنے اس ناپاک عزائم سے رک گئے۔

آسیہ ملعونہ گستاخ کو ہائی کورٹ نے سزائے موت سنائی لیکن سپریم کورٹ میں اسے رہائی مل گئی تو امیر المجاہدین نے اس کے خلاف تحریک چلائی جس کی پاداش میں کئی ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔

ناموس رسالت ﷺ کے لئے آپ کی آواز سب سے توانا اور پختہ قرار پائی زندگی کا آخری خطاب بھی ناموس رسالت کے موضوع پر فیض آباد دھرنے میں ۱۶ نومبر ۲۰۲۰ کو فرمایا اور حکومت سے ایک بار پھر اپنی بات منوا کر لوٹے یعنی فرانسی سفیر کی ملک بدری اور فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ۔

وصال باکمال:

۱۵ نومبر ۲۰۲۰ء فرانس میں گستاخانہ خاکوں کے خلاف فیض آباد مارچ سے قبل ہی امیر المجاہدین کی طبیعت ناساز ہوگئی علالت کے باوجود آپ حضور کی ناموس کے لیے فیض آباد دھرنے میں پہنچے اور اپنے مطالبات پر حکومت سے وعدہ لے کر اٹھے، اسی حالت میں لاہور واپسی ہوئی ۱۹ نومبر بروز جمعرات آپ نے اپنے اہل خانہ بالخصوص صاحبزادگان کو حضور سے عشق ووفا کرنے کا درس دیا عشاء کی نماز کے بعد اچانک آپ کی طبیعت زیادہ خراب ہوگئی اور چند لحات میں وہ ہوگیا جس کا کسی کو گمان بھی نہ تھا، آپ گستاخانہ خاکوں کی اشاعت کا غم لیتے ہوئے اس دار فانی سے رحلت فرماگئے، شب جمعہ ۴ ربیع الآخر ۱۳۴۲ھ بمطابق ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ء کو علم وعمل کا آفتاب غروب ہوا۔ وصال کی خبر سنتے ہی آپ کی رہائش گاہ پر زائرین کی بھیڑ لگ گئی اور جمعرات کی رات سے لیکر ہفتہ کی صبح تک مسلسل زیارت کا سلسلہ جاری رہا، ہفتے کو ۱۰ بجے صبح مینار پاکستان میں جنازے کا اعلان کیا گیا۔ صبح آٹھ بجے ہی مینار پاکستان کا وسیع وعریض گراؤنڈ عاشقوں سے بھر گیا آپ کی رہائش گاہ سے مینار پاکستان کا راستہ تقریبا آدھے گھنٹے کا ہے لیکن جنازے کا جلوس انتہائی ہجوم کی وجہ سے چار گھنٹے میں سفر طے کر پایا۔ جس کے نتیجے میں جنازہ ۱۰ بجے کے بجائے پونے دو بجے آپ کے صاحبزادے مولانا حافظ سعد حسین رضوی کی امامت میں ادا کیا گیا آپ کا جنازہ لاکھوں عاشقوں نے ادا کیا۔ ہجوم اس قدر تھا کہ شمار ممکن ہی نہیں مینار پاکستان کا گراؤنڈ اور بادشاہی مسجد بھر جانے کے ساتھ کئی دور تک سرکیں بھی بھر گئیں۔

تدفین:

جامع مسجد رحمۃ للعالمین کے پہلو میں تقریباً چالیس گھنٹے کے بعد سپرد خاک کردیا گیا۔ تدفین تک آپ کا چہرہ تروتازہ اور شاداب رہا اور مسکراہٹ آپ کے لبوں پر کھلتی رہی۔

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام   للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

مجدد عشق رسول ﷺ کے اساتذہ

مولانا محمد سلیم رضوی

(نگرانِ اعلیٰ بزم رضویہ اہل سنت وجماعت کراچی)

کسی بھی شخصیت کی سیرت مطالعہ کرتے ہوئے اس شخصیت کے اساتذہ کرام کا ذکر بے حد اہمیت کا حامل ہوتا ہے۔ اساتذہ کی عظمت سے اس شخصیت کی عظمت، وسعت علمی، اور کردار کی پختگی وغیرہ کا اندازہ ہوتا ہے۔ استاد کا عکس شاگرد پر ضرور پڑتا ہے۔ ایک طالب علم اپنے استاد سے علم کے ساتھ ساتھ لاشعوری طور پر تربیت بھی پا رہا ہوتا ہے اور بہت سی عادات واوصاف وہ اپنے اساتذہ سے حاصل کرتا جاتا ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی حیات کا اگر اس زاویہ سے جائزہ لیا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فضلِ خاص فرمایا اور آپ کو اپنے عہد کے جید واکابر علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ کے اساتذہ میں چند نام یہ ہیں:

۱۔ مفتی اعظم پاکستان علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ رئیس التحریر، شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ استاذ العلماء علامہ عبد الرشید نقشبندی بندیالوی کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ شیخ الحدیث مفتی محمد عبد اللطیف نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ استاذ العلماء علامہ عبد الستار سعیدی حفظہ اللہ

۶۔ محقق اہل سنت علامہ محمد صدیق ہزاروی حفظہ اللہ

آپ کے اساتذہ میں سے ہر شخصیت اپنی حیات وخدمات میں اتنی وسعت رکھتی ہے کہ ان سے متعلق اگر بالتفصیل تحریر کیا جائے تو ہر شخصیت پر ایک مستقل رسالہ وکتاب تیار

ہو سکتی ہے۔ سر دست ہم اس مضمون میں اختصار کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف تین شخصیات سے متعلق مختصر کلام کریں گے۔

مفتی اعظم پاکستان علامہ عبد القیوم ہزاروی:

آپ ۲۹ شعبان المعظم ۱۳۵۲ھ بمطابق ۲۸ دسمبر ۱۹۳۳ء کو مانسہرہ ہزارہ ڈویژن پاکستان میں پیدا ہوئے۔ناظرہ قرآن اپنے والد ماجد مولانا حمید اللہ سے ختم کیا اور ۱۹۵۵ء میں دارالعلوم حزب الاحناف لاہور سے درس نظامی کی تکمیل کی۔ آپ کو محدث اعظم پاکستان علامہ محمد سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمۃ سے دورہ حدیث شریف پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ اس کے علاوہ خلیفہ اعلی حضرت علامہ ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمۃ سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا، نیز آپ محدثِ اعظم پاکستان علیہ الرحمۃ سے ہی سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت بھی ہوئے۔

آپ نے پوری زندگی خدمت اسلام کرتے ہوئے گزاری، آپ کی خدمات دینیہ کا دورانیہ نصف صدی کے طویل عرصہ پر محیط ہے۔ آپ کی حیات کا خلاصہ اگر بیان کیا جائے تو یہ کہا جاسکتا ہے کہ آپ اخلاص و ایثار کے پیکر، عزم مصمم، سعی پیہم، اور جہد مسلسل کے عادی تھے۔

آپ ایک طویل عرصہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے مہتمم رہے۔ اس جامعہ کی تعمیر و توسیع سے لے کر اس کے تعلیمی معیار و کامیابیوں میں آپ نے جس جانفشانی سے کام کیا؛ حصہ ملایا، اس کی نظیر ہمیں آپ کے معاصرین میں بہت کم نظر آتی ہے۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے علاوہ آپ جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ کے بھی مہتمم رہے اور آپ اس ادارہ کے بانی بھی تھے۔

اس کے علاوہ آپ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان اور رضا فاؤنڈیشن لاہور کے بھی

بانی تھے۔ ان دونوں اداروں کے بالترتیب آپ ناظم اعلی اور صدر بھی تھے۔ علاوہ ازیں آپ جماعت اہل سنت کی سپریم کونسل، رویت ہلال کمیٹی اور زکوۃ کمیٹی کے بھی رکن تھے۔

آپ کے تلامذہ میں علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے علاوہ علامہ عبد الحکیم شرف قادری، علامہ عبد التواب اچھروی، علامہ عبد الستار سعیدی، اور علامہ محمد صدیق ہزاروی، جیسے اکابر علماء کے نام ملتے ہیں۔

آپ کا ایک بہت بڑا کارنامہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان علیہ الرحمۃ کے "فتاویٰ رضویہ" کی تحقیق، تخریج، تدوین، عربی و فارسی عبارات کے ترجمہ اور عصر حاضر کے تقاضوں کے مطابق اشاعت ہے۔ جب تک فتاویٰ رضویہ شریف سے استفادہ کیا جاتا رہے گا آپ کی اس کاوش و کارنامہ کو یاد رکھا جائے گا۔

۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۲۲ھ بمطابق ۲۶ اگست ۲۰۰۳ء کو خدمات دینیہ سے بھرپور زندگی گزارنے اور شرق و غرب کو اپنی ذات سے روشن و مستنیر کرنے کے بعد حق کا یہ آفتاب لاہور میں غروب ہو گیا۔ نماز جنازہ قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی کی امامت میں ادا کی گئی اور آپ کی تدفین جامعہ نظامیہ رضویہ شیخوپورہ میں مسجد کے باہر جنوبی جانب عمل میں آئی۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری:

محسن اہل سنت، شرف ملت، رئیس التحریر علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ ایک عظیم محقق و مصنف اور بہترین مدرس تھے۔ آپ نے ساری زندگی قلم و قرطاس سے رشتہ استوار رکھا۔ آپ میدان تحقیق و تالیف کے شہسوار تھے۔ درسی کتب پر حواشی تحریر کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے بہت سی کتب و رسائل تصنیف و تالیف فرمائے. کئی عربی کتب کے بہترین ترجمہ کئے۔ آخری عمر میں آپ کو ترجمہ قرآن کرنے کی سعادت بھی

حاصل ہوئی۔ آپ کی بلند پایہ مدلل کتب و رسائل آپ کی علمیت اور ایک ماہر فن محقق و مصنف ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

آپ ۱۳ اگست ۱۹۴۴ء کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ آپ نے جامعہ نظامیہ لاہور، جامعہ رضویہ مظہر العلوم فیصل آباد اور بندیال شریف میں علامہ عطاء محمد بندیالوی سے تعلیم حاصل کی۔

استاذ الکل ملک المدرسین علامہ عطاء محمد بندیالوی علیہ الرحمۃ نے آپ کو علمی تبحر اور رسوخ فی العلم عطا فرمایا، آپ کو محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قادری چشتی علیہ الرحمۃ سے بھی استفادہ کرنے کا موقع ملا، آپ نے مفتی اعظم پاکستان علامہ ابو البرکات علیہ الرحمۃ کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا۔

آپ عرصہ دراز تک جامعہ نظامیہ لاہور اور دیگر مقامات پر فرائض تدریس انجام دیتے رہے۔ آپ نے "مکتبہ قادریہ" کے نام سے حضور داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار کے قریب مکتبہ بھی قائم فرمایا اور بہت سی اہم کتب کی اشاعت فرمائی۔

یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو لاہور میں آپ کا وصالِ باکمال ہوا۔ آپ کا مزار پر انوار لالہ زار فیز ٹو لاہور میں واقع ہے۔

علامہ حافظ عبد الستار سعیدی:

علامہ حافظ عبد الستار سعیدی کا شمار عہد حاضر کے اکابر علماء میں ہوتا ہے۔ آپ ۱۱ اکتوبر ۱۹۴۹ء کو راولپنڈی کے معروف گاؤں گنگانوالہ میں پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹۷۶ء میں درس نظامی کی تکمیل سے فارغ ہوئے اور اسی سال آپ نے جامعہ نظامیہ لاہور سے اپنے تدریسی سفر کا آغاز فرمایا جو بحمدہ تعالی تادم تحریر (جنوری ۲۰۲۱) بکمال وخوبی جاری ہے۔ آپ ایک بہترین مدرس ہیں۔ طویل ابحاث کو چند جملوں میں سمیٹ کر طلباء کے ذہن نشین کر دینے

میں آپ کو خاص کمال و ملکہ حاصل ہے۔ اللہ تبارک تعالیٰ نے آپ کو بہترین انتظامی صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ آپ خلوص و بردباری کے پیکر اور سخت محنت کے عادی ہیں۔ اس وقت آپ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے ناظم تعلیمات و شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ اس کے علاوہ آپ جامع مسجد مسلم لاہور کے خطیب بھی ہیں۔

آپ نے بہت سی کتابیں بھی تصنیف فرمائی ہیں؛ چند نام یہ ہیں: مراۃ التصانیف، علوم قرآنیہ فتاوی رضویہ کی روشنی میں، تلخیص المنطق، تعلیم الحکمۃ، تعلیم الصرف وغیرہ۔

آپ نے اپنے استاذ گرامی مفتی عبد القیوم ہزاروی علیہ الرحمۃ کے شانہ بشانہ فتاوی رضویہ کی اشاعت اور اس پر تحقیقی کام میں مثالی کردار ادا فرمایا۔ تدریسی ذمہ داریوں کو بحسن خوبی نبھاتے ہوئے آپ نے اپنے استاد کے حکم پر مکمل فتاویٰ رضویہ کی فہارس تیار کیں اور فتاویٰ رضویہ جلد ۱۱ تا ۳۰ تک ترجمہ کا کام بھی آپ نے انجام دیا۔

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمۃ کی خدمات جلیلہ میں آپ کی شفقتوں اور بحیثیت استاد رہنمائی کو بھی بہت دخل حاصل ہے۔ ہمیں بتایا گیا کہ جب علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کار حادثہ میں معذوری کے بعد تمام مصروفیات ترک فرما کر گوشہ نشین ہو گئے تھے تو اس موقع پر امیر المجاہدین کی حوصلہ افزائی اور انہیں دوبارہ دینی مشاغل میں مصروف کرنے میں علامہ حافظ عبد الستار سعیدی کا کردار بہت اہم ہے۔ آپ ہی کے حکم پر معذوری کے بعد علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ نے دوبارہ جامعہ نظامیہ میں تدریس شروع فرمائی۔

اللہ تعالیٰ آپ کو درازی عمر بالخیر عطا فرمائے اور آپ کی ذات سے اہل سنت کو مزید برکات نصیب ہوتی رہیں۔ اٰمین

مجدد عشق رسول ﷺ کے پیر و مرشد

مولانا محمد سلیم رضوی

(نگرانِ اعلیٰ بزم رضویہ اہل سنت و جماعت کراچی)

یہ مسلمہ بات ہے کہ ہر تربیت کنندہ میں مربین کا عکس نظر آتا ہے۔ اس قاعدے کی روشنی میں دیکھیں تو امیر المجاہدین، استاذ العلماء شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت میں جہاں آپ کے جلیل القدر و عظیم المرتبت اساتذہ کرام کا عکس نظر آتا ہے وہیں آپ کے افکار و کردار میں آپ کے مرشد کریم کا بھی رنگ جھلکتا ہے۔ آپ سلسلہ نقشبندیہ سے منسلک تھے۔ آپ نے عظیم صوفی بزرگ حضرت صوفی پیر محمد عبد الواحد صدیقی نقشبندی المعروف حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (خانقاہ سلطانیہ، جہلم پنجاب) کے دست حق پر بیعت کی۔

حضرت خواجہ محمد عبد الواحد صدیقی نقشبندی مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا تعلق ایک عظیم مذہبی گھرانے سے تھا۔ آپ کا سلسلۂ نسب چالیس واسطوں سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا خواجہ سلطان عالم رحمۃ اللہ علیہ اور والد حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ (آستانہ عالیہ گلہار شریف کوٹلی) عظیم صوفی بزرگ اور پیر کامل تھے۔ پشت در پشت اس خاندان نے دین کی خدمت کے وہ عظیم معرکہ سَر کئے جنہیں فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ بالخصوص آپ کے والد نے مساجد کی تعمیر کے حوالے سے مثالی خدمات انجام دیں۔ آپ نے بے شمار مساجد قائم کیں۔ خاص بات یہ تھی کہ آپ بغیر کسی تعلیم کے ہی قدرتی طور پر مساجد کی تعمیر سے متعلقہ امور میں مہارت رکھتے تھے یہی وجہ ہے کہ آپ نے تقریباً تمام مساجد کے نقشہ خود تیار کئے۔ تادم وصال آپ چار سو مساجد تعمیر کرواچکے تھے۔ جو کہ ایک بہت بڑی تعداد ہے۔ ۲۰۰۸ء میں آپ کے وصال کے بعد خواجہ عبد الواحد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ آپ کے جانشین ہوئے

اور آپ نے ان تمام امور کو نہ صرف جاری رکھا جنہیں آپ کے والد ماجد انجام دیا کرتے تھے بلکہ آپ نے حقِ نیابت ادا کرتے ہوئے بکثرت مساجد کی بنیاد بھی رکھی اور اس تعداد کو تقریبا نو سو تک پہنچا دیا۔ یہ تمام مساجد انتہائی خوبصورت اور فن تعمیر کا شاہکار ہیں۔ مساجد کے علاوہ آپ نے بہت سے مدارس بھی قائم کئے۔ جن سے حفاظ و علماء کی ایک بہت بڑی تعداد اہل اسلام کو میسر آئی اور الحمد للہ ہنوز یہ چشمۂ فیض جاری ہے۔ ۲۰۱۳ میں آپ راہی عالم بقا ہوئے۔ آپ کی تدفین آستانہ گلہار شریف کوٹلی آزاد کشمیر میں ہوئی۔

اوصاف وعادات:

آپ کی طبیعت میں بے انتہا عاجزی تھی۔ سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ سخاوت میں بھی اپنی مثال آپ تھے۔ ملنے والوں سے عمدہ اخلاق کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ آپ کی شفقت کا اَبر امیر و غریب اور خاص و عام پر بلا تفریق برسا کرتا تھا۔ مختصراً یہ کہ آپ اُن تمام اوصاف کے جامع تھے جو ایک صوفی کامل کی شخصیت کا لازمی جز ہوا کرتے ہیں۔

حضور امیر المجاہدین کی اپنے مرشد طریقت سے عقیدت محبت:

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اپنے مرشد کریم سے بے حد محبت فرماتے تھے، اسی طرح پیر صاحب کو بھی اپنے اس یکتائے زمانہ مرید کامل سے بے حد الفت و محبت تھی۔ اس محبت کا اندازہ اس بات سے لگایئے کہ مولانا غلام عباس فیضی (رہنماء تحریک لبیک پنجاب) کہتے ہیں: ”جب آپ دونوں حضرات کی ملاقات ہوتی تو دیکھنے والوں کے لئے فیصلہ کرنا دشوار ہو جاتا کہ پیر صاحب مرید سے زیادہ پیار فرماتے ہیں یا مرید اپنے مرشد سے زیادہ عقیدت رکھتا ہے“۔ انہی کا بیان ہے کہ ”جب لاہور کے ایک علاقہ میں آپ کے پیر و مرشد مسجد تعمیر کروا رہے تھے تو آپ (علامہ خادم حسین رضوی) جامعہ نظامیہ سے پڑھا کر اس جگہ پہنچ جاتے اور مزدوروں کے ساتھ مل کر کام کیا کرتے تھے“۔

اللہ اکبر! اسے محبت شیخ میں فنائیت کے سوا کیا نام دیا جا سکتا ہے۔

الفت شیخ کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی دونوں مایہ ناز کتب "تعلیلات خادمیہ" اور "تیسیر ابواب الصرف" کا انتساب اپنے مرشد حضرت خواجہ محمد عبد الواحد صدیقی رحمۃ اللہ علیہ کے نام کیا۔

تعلیلات خادمیہ کے انتساب میں اپنی عقیدت کو الفاظ کا جامہ کچھ یوں عطا کرتے ہیں:

"اپنے شیخِ طریقت، سراپا شفقت و محبت، قدوۃ السالکین، حضرت قبلہ خواجہ محمد عبد الواحد زید مجدہ الکریم کے نام جن کے فیضانِ نظر نے میرے دل کو درد آشنا کیا، اور عشقِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے سرشار کیا"

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی		الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

جبکہ آپ اپنی دوسری کتاب "تیسیر ابواب الصرف" کے انتساب میں اپنے مرشد سے متعلق اپنی قلبی عقیدت کا اظہار کچھ یوں فرماتے ہیں:

"سراپا شفقت و محبت، شیخ طریقت، واقفِ اسرارِ حقیقت، حضرت خواجہ محمد عبد الواحد (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام، جن کی کریمانہ شفقت کی بناء پر راقم الحروف کو پیشِ نظر گردانوں کا مجموعہ ترتیب دینے کی ہمت ہوئی"

سوئے دریا تحفہ آو درم صدف		گر قبول افتد زہے عز و شرف

قارئین غور فرمائیں! اسی کا نام فنائیت ہے کہ آپ اپنی کاوش و کمال کی نفی کر کے اپنی سعی کو مرشد کی عطا سے تعبیر فرما رہے ہیں۔

سوشل میڈیا (فیس بک) پر آستانہ عالیہ گلہار شریف کے آفیشل پیج پر "معطر یادوں کے مہکتے گلاب" کے عنوان سے موجود یہ مختصر تحریر بھی آپ کی اپنے شیخ سے الفتِ کامل کو بیان کرتی ہے۔۔۔ جو کہ ذیل میں نقل کی جارہی ہے۔

یہ بات تو بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ عمامہ شریف قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے انداز میں باندھتے تھے۔ اور کرتا بھی اسی طرز کا پہنتے تھے۔ لیکن

یہ کم لوگوں کو معلوم ہو گا۔ کہ وہ عمامہ شریف اور لباس بھی قبلہ حاجی پیر صاحب کے ہی عطا فرمودہ ہوتے تھے۔ قبلہ حاجی پیر صاحب کے وصال کے کچھ عرصہ بعد ایک طالب علم نے قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی سوانح کو ترتیب دینے کا ارادہ کیا۔ اس سلسلے میں اس نے مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی اور ان پر اپنا ارادہ اردو میں ظاہر کیا۔ رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس نے بتایا کہ کوٹلی کا رہائشی ہوں۔ تو فرمانے لگے: تو پھر اس زبان (ہندکو، پہاڑی) میں بات کرو جس میں کوٹلی والے لوگ بات کرتے ہیں۔ مجھے وہ زبان بہت پسند ہے۔

پھر اس طالب علم نے عرض کی: قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی بات بتائیں۔ تو آپ نے فرمایا: "جناب کی کیا کیا باتیں بتائیں ، دوسرے مشائخ کے مرید جب اپنے پیروں (شیوخ) کے پاس جاتے ہیں تو انہیں نذرانے پیش کرتے ہیں اور اگر پیر صاحب ان کے گھر آجائیں پھر بھی مرید کچھ نہ کچھ پیش کرتے ہیں، ہمارے جناب جی کی شان یہ ہے کہ ان کے در پہ جاؤ تو بھی عطا کرتے ہیں اور اگر وہ ہم غریبوں کی کٹیا میں تشریف لائیں پھر بھی ہمیں ہی نواز جاتے ہیں۔" پھر آپ رونے لگ گئے، بہت دیر تک کوئی بات نہ کی۔ پھر فرمانے لگے: یہ عمامہ شریف جو میں نے باندھا ہوا ہے۔ مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے کبھی اپنا خریدا ہو، قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو عنایت فرماتے، جس رنگ کا عطا فرماتے، میں وہی پہن لیتا۔ اسی طرح میں نے شاذ و نادر ہی کبھی اپنے کپڑے خریدے ہوں گے۔ وہ بھی قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی عطا فرماتے تھے۔ اور کندھے پر چادر بھی قبلہ حاجی پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عطا کردہ ہے۔ یہ کہا اور آنکھوں کی جھیل میں پھر آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔ اشکوں کی لڑی ٹوٹی تو کہنے لگے: **"ساڈے جناباں دیاں کیا باتاں نے"**

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت امیر المجاہدین کے صدقے و طفیل ہم پر طریقت کی راہوں کو کشادہ فرمائے اور ہمیں آدابِ طریقت کا اہل بنادے۔ آمین

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ قریبی لوگوں کے تناظر میں

علامہ سلمان جاوید قادری

(فاضل نور حمزہ اسلامک کالج، مدرس جامعۃ النور)

آغاز یہاں سے کرتا ہوں کہ استاذ العلماء حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنا عرصۂ زندگی گزارا اگر اس پر دقیق نگاہ سے غور کیا جائے اور قریبی رہنے والوں سے معلومات لی جائے تو یہ بات بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ حضور امیر المجاہدین کا اہل اللہ اور اہلِ نظر کے ساتھ ایک روحانی اور حضوری تعلق تھا اور اس بات کا احساس ان لوگوں کو بھی ہو گا کہ جو ان کی گفتگو کو غور سے سنتے ہیں اکثر ان کے بیانات میں کہیں نہ کہیں اس بات کا اشارہ موجود ہوتا ہے کہ کبھی وہ حضور داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ سے اور کبھی دیگر اکابرین مرحومین سے اپنے تعلق کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ اپنے معاملات میں ان سے براہ راست رہنمائی لیتے ہیں۔ ایک موقع پر فرمانے لگے کہ:

"پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے جس طرح گستاخانِ رسول اور اسلام دشمن قوتوں کی پشت پناہی کی جارہی ہے اس سے بزرگ بڑے پریشان ہیں کہ پاکستان کا کیا ہو گا۔ "

آپ کے ایک قریبی شاگرد اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں جو زمانۂ طالبِ علمی ہی میں کہیں مسجد میں امامت کے فرائض انجام دینے لگے تھے، ان کے اطراف میں کچھ بد مذہب عناصر ایسے موجود تھے کہ جو انہیں علمی اعتبار سے پریشان کرتے رہتے، اب چونکہ وہ شاگرد طالب علم تھے لہذا چھوٹی عمر ہونے اور علم کی کمی کی وجہ سے انہیں جواب نہیں دے پاتے، ایک رات بڑے پریشان تھے اور غم کی کیفیت میں جب ان کی آنکھ لگی تو حضور امیر المجاہدین

خواب میں آتے ہیں اور انہیں اُس سوال کا جواب دیتے ہیں جس کی وجہ سے وہ پریشان تھے جو بدمذہبوں کی جانب سے پوچھا گیا تھا اگلے دن جب وہ جواب سے مطمئن ہو کر بیدار ہوتے ہیں اور معمول کے مطابق خوشی خوشی جب اپنے ادارے جامعہ نظامیہ پہنچتے ہیں تو وہاں استقبال کیلئے گیٹ پر حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی صاحب موجود ہوتے ہیں اور مسکرا کر کہتے ہیں کہ تمہیں وہ جواب مل گیا۔۔۔

گویا کہ خواب میں آکر رہنمائی فرمائی اور پھر پورے اس منظر نامے سے واقف بھی ہیں۔ اللہ تبارک و تعالی نے آپ کو وہ تقویٰ و پاکیزگی عطا فرمائی اور وہ فراست جس کا حدیث میں کامل مومن کے لئے ذکر ہے رب العزت نے آپ کو اس سے وافر حصہ عطا فرمایا۔

حویلیاں کے ایک بزرگ جو آپ کہ شاگرد ہیں اور آلِ رسول بھی ہیں طویل عرصہ انہوں نے آپ سے اکتسابِ فیض کیا وہ بتاتے ہیں کہ میری یہ ذمہ داری تھی کہ طلباء کو نظامیہ میں تہجد کے لیے اٹھاتا تھا، میرا اپنا یہ معمول تھا کہ میں پہلے خود نظامیہ کی مسجد میں نمازِ تہجد ادا کرتا اور اس کے بعد طلباء کو اٹھانا شروع کرتا تو کئی مرتبہ میرے ساتھ ایسا ہوا کہ جب میں مسجد میں داخل ہو رہا ہوتا تو قبلہ امیر المجاہدین باہر تشریف لا رہے ہوتے، آپ تہجد کی نماز ادا کر چکے ہوتے اور باہر آتے وقت ایسا محسوس ہوتا کہ وہ اپنی چادر سے اپنے چہرے کے آنسوؤں کو چھپا رہے ہیں اور کبھی ایسا ہوتا کہ میں مسجد میں پہنچ جاتا اور حضرت التحیات میں "السلام علیک ایھا النبی " کی تکرار کر رہے ہوتے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے اور جیسے ہی کسی کے قدموں کی آہٹ محسوس ہوتی تو جلد نماز مکمل کر کے مختصر دعا کر کے باہر چلے جاتے۔ اس انداز سے آپ اپنی راتوں کے آخری پہر کو گزارا کرتے۔

یہی بزرگ فرماتے ہیں کہ علم صرف کے سبق کے دوران حضور امیر المجاہدین کی الگ ہی شان ہوتی، استاذ العلماء علامہ عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ نے پورے نظامیہ میں یہ اعلان کیا ہوا

تھا کہ اگر کسی طالب علم کی صرف کمزور ہو چاہے وہ کسی بھی درجے میں ہو تو اسے حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی کلاس میں بٹھا دیا جائے، اب کلاس کا انداز یہ ہوتا کہ جو معمول کے طلبا تھے وہ ایک طرف بیٹھ جاتے اور درمیان میں ڈیکس لگا دیے جاتے جبکہ دوسری طرف وہ طلبہ ہوتے جو صرف سماعت کے لیے آتے، سماعت کے لئے آنے والے طلباء میں سے اگر کوئی طالبِ علم صیغہ بتا دیتا تو معمول کے طلباء کی خیر نہ ہوتی، حضرت کے ہاتھ میں موٹا ڈنڈا ہوتا اور اگر کوئی غلطی کرتا تو حضرت بڑی سختی فرمایا کرتے، اسی کی برکت تھی کہ نظامیہ کے طلباء کی "صرف" پورے پاکستان میں مانی جاتی تھی اور یہ قبلہ امیر المجاہدین کی محنتوں کا نتیجہ تھا۔

یہی شاہ صاحب موصوف فرماتے ہیں کہ ایک موقع پر ایسا ہوا جب میں درجہ رابعہ میں تھا اور مجھے بھی سماعت کے لئے حضرت کی کلاس میں بٹھا دیا گیا حضرت نے "مولوی" صیغہ پوچھا تو میں نے اس کی پوری تحقیق جو میں نے چند دنوں پہلے ہی اتفاق سے دیگر اساتذہ کے حکم پر کی تھی ساری فر فر سنا دی آپ نے مجھے قریب بلایا اور پنجابی میں کہنے لگے کہاں سے آئے ہو؟ میں نے کہا درجہ رابعہ سے آیا ہوں فرمانے لگے کہ یہ تحقیق تم نے کہاں سے پڑھی ہے؟ میں نے امام راغب اصفہانی کی کتاب کا نام لیا تو آپ فرمانے لگے: "سید بادشاہ کیا کتاب کے کان تم نے موڑے ہیں؟" میں نے کہا: نہیں اور اپنے ساتھی کا نام لیا جو میرے ساتھ اس دن لائبریری میں موجود تھا، حضرت نے اس کی خوب خبر لی اور جب کوئی طالب علم کتاب کے صفحات کو موڑتا تو آپ بڑا اجلال فرمایا کرتے تھے، حضرت نے اس طالبعلم کو بلا کر اس کے کانوں کو موڑ کر فرمایا کہ آئندہ کبھی کسی کتاب کے کان نہیں موڑنا۔

گویا کہ جامعہ نظامیہ کی لائبریری کی کتابوں پر بھی آپ کی نظر ہوتی اور ہر کتاب کے متعلق آپ کو معلوم ہوتا، اگر کوئی طالب علم کتاب کے ساتھ بے توجہی کا معاملہ کرتا تو آپ اس پر بھی گرفت فرماتے۔

یہی دوران سبق کی سختی کا معاملہ تھا کہ جس نے وقت کے بڑے بڑے علماء، اہل سنت کو عطا کئے اور خود میرے استاذ محترم نے گزشتہ دورۂ کراچی پر اس واقعے کا ذکر حضرت سے کیا کہ ایک مرتبہ آپ نے ایک گردان یاد کرنے کو دی تھی، مجھے اتناڈر تھا کہ میں نے رات سونے سے پہلے سو مرتبہ تسبیح کے دانوں پر اس کو پڑھا لیکن اس کے باوجود بھی آپ کے رعب و جلال کی وجہ سے مطمئن نہیں تھا اور صبح پھر میں نے سو مرتبہ اس گردان کو تسبیح کے دانوں پر پڑھا، جب حضرت سے اس واقعہ کا ذکر کیا تو حضرت بھی مسکرانے لگے اور فرمایا کہ کیا واقعی تم نے دو سو مرتبہ اس گردان کو تسبیح کے دانوں پر پڑا؟ یہ آپ کا جلال تھا کہ بڑے بڑے ذہین وفطین اور تیز طلباء کی آپ کے سامنے سبق سنانے میں ٹانگیں کانپتی تھیں۔

اور یہ بھی آپ کی دین سے محبت کا واضح ثبوت ہے کہ آپ نے اسلاف کی یاد کو تازہ کرتے ہوئے خود قید وبند کو پسند فرمایا حالانکہ آپ ایسے وظائف بھی جانتے تھے کہ جن کی مدد سے قید و بند سے بچا جا سکتا تھا مگر آپ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ یہ جانیں ہم نے بچانے کے لیے نہیں بلکہ دین پر پیش کرنے کے لئے رکھی ہوئی ہیں۔

اس سے مجھے ایک واقعہ یاد آجاتا ہے کہ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ جب اسیری کی حالت میں تھے تو آپ سے آپ کے ایک محب نے افسوس کا اظہار کیا کہ آپ اتنے بڑے عالی مقام امام اور اہل بیتِ اطہار میں سے ہونے کے باوجود اس طرح اسیری کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کے مبارک پاؤں میں بیڑیاں لگی ہوئی ہیں۔؟ تو آپ نے اسی وقت اپنے ہاتھ سے ان بیڑیوں کو کھول دیا اور پھر دوبارہ انہیں باندھ کر فرمایا کہ اللہ تبارک و تعالی نے ہم پر اس قدر کرم نوازی فرمائی ہے کہ اگر ہم چاہیں تو ابھی اس سے آزاد ہو سکتے ہیں لیکن ہم اللہ تبارک و تعالی کی رضا پر راضی ہیں۔

راقم الحروف کو حضرت سے کئی مرتبہ ملاقات کا اعزاز حاصل ہوا، آپ ہمارے

ادارے نور حمزہ اسلامک کالج میں کئی مرتبہ تشریف لائے اور بطورِ نسبت اور برکت کئی مرتبہ ان سے ہم نے اسباق اور احادیث بھی پڑھیں، کئی مرتبہ قدم بوسی اور دست بوسی کا شرف بھی ملا اور حضرت اپنے دست مبارک سے انعامات بھی نوازا کرتے اور آٹو گراف بھی عطا فرماتے آپ کئی مرتبہ مشکل سوالات بھی پوچھا کرتے تھے اور انداز ایسا ہوتا کہ اگر کسی طالب علم کو جواب آتا بھی ہوتا تو وہ بتانے سے گھبرا جاتا اس کی ٹانگیں کانپنے لگ جاتی تھیں اور کیوں نہ ہو یہاں تو بڑے بڑے علماء بھی جواب دینے میں ہچکچاتے تھے۔

ایک مرتبہ خوشگوار موڈ میں فرمانے لگے کہ تفسیر میں کون سی کتاب پڑھتے ہو۔؟

ایک طالبِ علم نے کہا کہ تفسیرِ جلالین پڑھتے ہیں۔ فرمایا اس کے مصنف کون ہیں۔؟ طالبِ علم نے کہا علامہ جلال الدین سیوطی الشافعی رحمہ اللہ اور علامہ جلال الدین محلی الشافعی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے۔ آپ فرمانے لگے کہ کیا حنفی قلاش ہو چکے ہیں کہ ان کے پاس اب کوئی تفسیر نہیں بچی ہے کہ وہ شوافع کی تفسیر پڑھتے ہیں...؟ اب ایک ابتدائی طالبِ علم نے استادوں کے جلال کے سامنے اس بات کا کیا جواب دینا تھا۔

اسی طرح ایک طالب علم سے پوچھا کہ فقہ میں کون سی کتاب پڑھتے ہو؟ اس نے کہا: ہدایہ شریف۔ تو ازروئے مزاح فرمانے لگے کہ کیا باقی کتب شریف نہیں ہے صرف ہدایہ ہی شریف ہے۔۔۔؟

حضرت کی یہ عادت تھی کہ آپ سخاوت بہت زیادہ فرمایا کرتے تھے اور اگر ہم طلباء سے سوالات بھی پوچھتے تو اکثر انعام میں کچھ نہ کچھ رقم عطا فرمایا کرتے تھے۔

ایک روز آپ نے امام نووی کی عربی کی ایک عبارت ترجمہ کے لیے بطورِ امتحان طلباء کے سامنے پیش کی اور اس عبارت کا تعلق ہمارے ایک استاذ سے تھا جنہوں نے ابھی تک نکاح نہیں فرمایا تھا۔ عبارت یہ تھی:

العلماء العُزاب الذین آثروا العلم علی الازواج

اس عبارت کا ترجمہ حضرت نے طلباء سے پوچھا اور اس پر انعام کے طور پر گیارہویں شریف کی نسبت سے گیارہ روپے بطور انعام کے مقرر فرمائے اور اس کو بڑھاتے گئے یہاں تک کہ گیارہ ہزار تک پہنچا دیا لیکن طلباء اس عبارت کا ترجمہ نہ کر سکے۔ اصل مقصود ہمارے ایک استاد کے ساتھ خوش طبعی کرنا تھا جن کا نکاح نہیں ہوا تھا اور عنقریب ہونا تھا۔

قارئین کے ذوق کے لیے میں اس عبارت کا معنی عرض کروں کہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "کہ وہ کنوارے علماء جنہوں نے علم کو نکاح پر ترجیح دی" اور یہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مسئلہ ہے کہ علمی اور نفلی مصروفیات میں مشغول ہونا نکاح کرنے سے بہتر ہے۔

اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے اور اس بات کی گواہی آپ کے قریب رہنے والا ہر شخص دے گا کہ حضور امیر المجاہدین مالی طور پر بہت زیادہ سخاوت فرماتے تھے اور اکثر پیسے تقسیم فرماتے۔

ہمارے استاذ صاحب نے بیان کیا کہ ۲۰۰۹ء میں آپ کے ساتھ جب کار کا حادثہ ہوا جس میں آپ کی ٹانگیں ضائع ہوئی اس وقت میں ہسپتال ان سے ملاقات کے لیے گیا آپ سخت اذیت میں تھے لیکن اس موقع پر بھی میں نے یہ دیکھا کہ جو بھی آپ سے ملنے کے لیے دور دراز سے مہمان آتے آپ انھیں نقدی کی صورت میں تحفہ عنایت فرماتے۔ یعنی دنیاوی مال و دولت کی آپ کے نزدیک کوئی وقعت اور حیثیت نہیں تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اللہ نے آپ کو برکت عطا فرمائی اور اس شانِ استغناء کے ساتھ آپ نے زندگی بسر فرمائی۔

حضور امیر المجاہدین کی شخصیت کا ایک بہت بڑا کمال یہ تھا کہ جو آپ کی شخصیت جلوتوں میں تھی وہی شخصیت آپ کی خلوت میں تھی اور جو عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دریا آپ کی تقاریر میں اور مجمعوں میں نظر آتا تھا وہی عشق بلکہ اس سے بھی کئی گنا بڑھ کر جب آپ تنہائی میں اپنے

قریبی ساتھیوں کے ساتھ ہوتے تو اس وقت نظر آتا، بہت سے ایسے مقررین اور شخصیات مل جائیں گی کہ جب وہ مجمع میں ہوں اور خطابات کر رہے ہو تو ان کے لہجے اور انداز جدا ہوتے ہیں لیکن جب وہ تنہائیوں میں ہوتے ہیں تو ان کے قریب رہنے والے انہیں جانتے ہیں کہ ان کے انداز بدل جاتے ہیں لیکن حضور امیر المجاہدین کے بارے میں ہمارے استاذ محترم فرماتے ہیں کہ ہم جب بھی تنہائی میں ان کے ساتھ بیٹھے تو وہ حضور پاک علیہ الصلاۃ والسلام کی عشق و محبت کے حوالے سے کوئی نہ کوئی ایسی نئی روایات سناتے جو ہم نے آج سے پہلے کبھی نہ سنی ہوتی۔ مجمعوں میں کبھی وہ باتیں بھی سناتے جو لوگوں نے پہلے سنی ہوتی لیکن تنہائیوں کی گفتگو ایسی ہوتی کہ سینکڑوں کتابیں کھنگال لینے کے باوجود بھی شاید ان تک رسائی نہ ہو سکے۔

اپنے مشن سے آپ کیسے مخلص تھے یہ لفظوں میں بتانے کی حاجت نہیں لیکن اپنے متعلق ایک چھوٹی سی بات عرض کروں کہ جب ہمارے ادارے کا سالانہ جلسہ ہوتا تو حضرت تشریف لایا کرتے تھے۔ کئی مرتبہ حضرت کے ہاتھوں ان جلسوں میں انعامات لینے کی سعادت بھی حاصل ہوئی اور ایک موقع پر امیر المجاہدین کے سامنے تقریر کرنے کی سعادت بھی ملی تو اس لحاظ سے کئی مرتبہ سامنا ہوا لیکن کمال یہ ہے کہ امیر المجاہدین کی ترجیحات کو دیکھیے کہ چند مرتبہ ہمارے ادارے کے نعت خواں کے ساتھ معاون کے طور پر ترانۂ ناموس رسالت ﷺ پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی اس کے بعد جب حضرت سے تنہائی میں ملاقات ہوئی تو حضرت نے یوں مخاطب فرمایا کہ وہی بچہ ہے نا جو ''فداک'' (فداک یارسول اللہ ﷺ ترانہ) پڑھتا ہے۔

اللہ تبارک و تعالی حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد انور پر کروڑ ہا کروڑ رحمتیں برکتیں نازل فرمائے اور ان کے ساتھ گزرے ہوئے چند لمحات کی برکت سے اللہ تبارک و تعالی ہماری بلا حساب بخشش و مغفرت فرمائے۔ آمین

میرے بڑے استاد کے اخلاقی محاسن

علامہ محمد عسجد نعمان قادری رضوی نوری

(فاضل نور حمزہ اسلامک کالج)

۱۹ نومبر ۲۰۲۰ کی رات اچانک استاذ محترم قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کے حوالے سے جب پہلا میسج ملا تو آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا گیا، دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں اور یوں لگا کے ہمارے سروں سے سائبان اٹھ گیا ہر سانس میں بس یہی تمنا تھی کہ یا اللہ یہ خبر جھوٹی ہو یہ خبر غلط ہو۔ لیکن حقیقت یہی تھی کہ ہمارے پیارے بڑے استاد صاحب دار فنا سے دار بقاء کی طرف عازم سفر ہو چکے تھے۔ استاد صاحب ہمارے بابا جی اب ہم میں نہیں رہے تھے ان کا وصال ہو چکا تھا۔

لحد میں ہوتا ہے دیدار شہ ہے کون و مکاں قضا کا نام یونہی تو وصال رکھا ہے

ہمارے بڑے استاد صاحب ہمہ جہت شخصیت کے مالک تھے جس جہت سے ان کی شخصیت پر قلم اٹھایا جائے اس جہت کے اندر پھر کہیں جہات نکل آتی ہیں اور مجھ جیسا نو وارد قلم کار اپنی بے جائیگی کا اعتراف کئے بنا نہیں رہ پاتا لیکن سادات کرام کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے امام الوقت ولی کامل نائب غوث ورضا عاشق صادق فنافی خاتم النبیین حضرت علامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحیم اللہ تعالی کے اخلاقی محاسن پر لکھنے کی جسارت کر رہا ہوں۔

بابا جی قبلہ بڑے استاد صاحب عالم با عمل تھے، حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا بہت مطالعہ فرماتے تھے۔ شیخ الحدیث تھے کئی سال سے اس عظیم منصب پر فائز تھے، طلبہ کرام اور علماء کرام کو قال اللہ و قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریحات و توضیحات سمجھاتے تھے، عاشقان رسول کو مجمع عام میں مخصوص انداز میں احادیث سناتے اور اپنے عمل سے ان

احادیث کی تشریح بھی کیا کرتے تھے۔

ہم نے جب بھی قبلہ بڑے استاد صاحب کو دیکھا انتہائی شفیق، رحمدل، سخی، مدبر اور منکسر المزاج پایا آپ کو ہر اس صفت سے موصوف پایا جو ہمیں اسلاف کی سیرت کی ورق گردانی کرتے ہوئے معلوم ہوتی ہے، پیکر صدق وصفا، عجز و نیاز، جود وسخا، ھدایا و عطایا دینے والے، علم وفضل، رحم و کرم وغیرہ صفات آپ میں جمع تھیں۔

آپ سے جب بھی شرف ملاقات ملتا ہم تو حیرت کا مجسمہ بن کر اسی سوچ میں گم ہو جاتے کہ یہی وہ امیر المجاہدین ہیں جن کی ایک للکار پر پورا عالم کفر لرزہ براندام ہو جاتا ہے، یہی وہ مردِ قلندر ہیں جنہوں نے ایوانانِ کفر میں لرزہ طاری کیا ہوا ہے اور اپنوں کے ساتھ آپ شفیق ومہربان، طلیق الوجہ اور ملنسار ہیں، بقول اقبال:

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم　　　رزم حق و باطل ہو تو فولاد ہے مومن

جود وسخا:

استاذ محترم قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد علامہ ڈاکٹر سید رئیس شاہ صاحب قادری جو حال ہی میں لبنان سے پی ایچ ڈی کر کے آئے ہیں، آپ نے ایک دن بتایا کہ استاد صاحب رحمہ اللہ کی عادت تھی کہ جب جامعہ نظامیہ میں تدریس کے لیے تشریف لاتے تو راستے میں جو طالب علم ملتا آپ اپنی جیب میں ہاتھ ڈالتے اور جتنے نکلتے، بغیر گنے اسے دے دیا کرتے تھے۔ ہر دو یا تین دن بعد جب آپ طلبہ کے ہمراہ باہر تشریف لے جاتے اور راستے میں کوئی ریڑھی والا ملتا تو سارا مال اس سے خرید کر موجود طلبہ میں تقسیم فرما دیا کرتے تھے۔

اساتذہ کرام کا احترام:

ہم نے کئی بار ایسی تصاویر اور ویڈیوز دیکھیں جن میں قبلہ امیر المجاہدین خود زمین پر ہیں اور آپ کے استاذ علامہ مولانا حافظ عبد الستار سعیدی دامت برکاتہم العالیہ چارپائی پر رونق

افروز ہیں، کمر کی بے انتہا تکلیف کے باوجود آپ احترامِ استاد میں اپنی وہیل چیئر سے نیچے تشریف لے آتے اور زمین پر یوں دست بستہ سر جھکا کر بیٹھتے جیسے ابتدائی طالب اپنے شیخ کے سامنے بیٹھتا ہے، جبکہ آپ خود شیخ الحدیث کے منصبِ جلیل پر فائز تھے۔

یہی وہ ادب و احترام، محبت و الفت کا تعلق تھا جس کی وجہ سے آپ کے استاذ حضرت علامہ عبد الستار صاحب دامت برکاتہم العالیہ فرماتے ہیں:

"کچھ شاگرد وہ ہوتے ہیں جو میرے نام سے اپنا تعارف کراتے ہیں کہ جی میں ان کا شاگرد ہوں اور کچھ شاگرد وہ ہیں، امیر المجاہدین جیسے، جن کا نام لے کر میں اپنا تعارف کراتا ہوں کہ میں ان کا استاذ ہوں۔"

مہمان نوازی:

قبلہ بڑے استاذ صاحب کے ایک دیرینہ ساتھی جو کہ "اسیر ناموس رسالت" بھی رہ چکے ہیں ہم نے ان سے استاذ محترم کی مہمان نوازی کے متعلق پوچھا تو فرمانے لگے جب بھی میں قبلہ باباجی سے ملنے کے لیے جاتا، آپ اپنے گھر سے متصل کمرے میں میرے قیام کا بندوبست فرماتے، صبح دیسی گھی کا ناشتہ میرے لئے بذات خود لاتے، میری بھرپور مہمان نوازی فرماتے اور جب میں واپس اپنے گھر جا رہا ہوتا تو آپ اپنے آبائی گاؤں سے منگوائی ہوئی خاص چھوٹی مکھی کے شہد کی بوتل میرے لئے اور میرے والد صاحب کے لئے دیتے اور یہ سب محبتیں فقط ایک بار کی نہیں تھیں میں جتنی بار جاتا میرے مرشد باباجی ہر بار اسی طرح میری مہمان نوازی فرماتے تھے۔

سادگی اور راست گوئی:

میرے بڑے استاذ صاحب کے بہت قریبی ساتھی جو کہ آل رسول ہیں سید زادے ہیں اور قبلہ امیر المجاہدین کے منظور نظر بھی تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ استاذ صاحب بہت سادہ

طبیعت کے حامل تھے۔ تصنع اور بناوٹ سے آپ کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں تھا چاہے کوئی عام آدمی آپکے پاس بیٹھا ہوں یا بڑے سے بڑا کوئی سرمایہ دار بیٹھا ہو، کوئی آپ کی نجی محفل ہو یا کوئی بہت بڑا جلسہ یا کانفرنس ہو جس طرح فلسفہ عشق مصطفیٰ ﷺ آپ ایک جگہ بیان فرماتے دوسری جگہ بھی ایسے ہی بیان کرتے، کبھی کسی دنیا دار، مالدار سے مرعوب نہیں ہوتے تھے، بڑے بڑے کرّو فر والوں کی غیر شرعی اور غیر اسلامی حرکات اور گستاخوں کی حمایت کرنے پر ببانگ دہل للکارا کرتے تھے۔

کبھی بھی کسی بھی قسم کی لالچ میں آکر اپنے موقف سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹے، کبھی بھی حالات و مصالح کے تحت اپنے مشن سے لحظہ بھر بھی سمجھوتہ نہیں فرمایا۔ بس ہمہ وقت آپ امام اہل سنت کے اس شعر کے عملی ترجمان نظر آتے تھے:

لِلّٰہِ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام

چھوٹوں پر شفقت اور حوصلہ افزائی:

آج بھی وہ منظر روز اول کی طرح تازہ ہے۔ میرے بڑے استاذ صاحب کے میرے حق میں وہ دعائیہ کلمات آج تک کانوں میں رس گھولتے ہیں جب میں نے نور حمزہ اسلامک کالج کراچی میں اپنے درس نظامی کے ابتدائی سالوں میں اپنی تحریر "نور حمزہ سے جدائی کا غم یا گھر جانے کی خوشی" اپنے استاد محترم محسن اہل سنت حضرت علامہ مولانا مفتی غلام غوث بغدادی قادری رضوی صاحب حفظہ اللہ کے حکم پر حضور قبلہ امیر المجاہدین رحمہ اللہ کو سنائی۔ میں کانپتے لبوں سے بحر العلوم کے سامنے اپنے ناپختہ قلم سے لکھی ہوئی تحریر سنا رہا تھا لیکن استاذ صاحب کے حسن و اخلاق پر قربان جایئے، آپ نے پوری تحریر نہایت توجہ سے سماعت فرمائی اور تحریر مکمل کرکے جب میں نے کاغذ سے نگاہ اٹھا کر بڑے استاذ صاحب کو دیکھا تو آپ مسکرا رہے تھے۔ پھر اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا اور مجھے قریب بلا کر انعام دیتے ہوئے فرمایا: **"جس بچے کے**

دور طالب علمی میں یہ تاثرات ہیں میدان عمل میں اس کے تاثرات کیا ہوں گے؟ اللہ مزید عطا فرمائے۔" بڑے استاذ صاحب میرے باباجی کے یہ الفاظ میری زندگی کا سرمایہ ہیں اور شاید یہ اسی دعا کی برکت ہے کہ آج آپ کی سیرت پر لکھ رہا ہوں۔

عاجزی وانکساری:

وہ کون سا وصف تھا جو آپ کو بارگاہِ مصطفی ﷺ سے عطا نہیں ہوا تھا بیک وقت آپ میدان تدریس کے شہسوار، بے مثال قلم کار، خطیب دل نواز، شیخ طریقت، امام الوقت، مفکر اسلام اور قائد ملت اسلامیہ تھے مگر ان تمام اوصاف سے مزین ہونے کے باوجود آپ عاجزی وانکساری کے پیکر تھے۔ پوری زندگی میں کبھی آپ نے اپنے نام کا نعرہ نہیں لگوایا بلکہ اگر کبھی کوئی آپ کا نعرہ لگا دیتا تو آپ سخت جلال میں آجاتے اور فرماتے تھے "بس حضور ﷺ کی بات کرو۔" کبھی کسی جلسے یا ریلی میں اگر آپ کے نام کا ترانہ کوئی چلاتا تو آپ فوراً تبدیل کروا دیتے اور فرماتے تھے "نعرے تو آقاؤں کے لگتے ہیں کتوں کے کوئی نعرے تھوڑی لگتے ہیں۔" آپ ہمیشہ اپنا تعارف بڑے فخر سے یوں کراتے تھے:

میں کتا پاک رسول اللہ دا بھونکے شور مچاوے
ناموس رسالت گلشن اندر کوئی سور نا پھیرا پاوے

آج کے اس انا پرستی وخود پسندی کے دور میں کہ جہاں اگر کسی کو عام القابات کے ساتھ دعوت خطاب دے دی جائے یا اشتہار پر نام نیچے ڈال دیا جائے تو سخت ناگواری کا اظہار کیا جاتا ہے ایسے دور میں اپنا تعارف یوں کرانا یقینا فنافی خاتم النبیین ہونے کی دلیل ہے۔ اور یہی حقیقی رضوی رنگ ہے کہ بارگاہ مصطفی میں امام اہل سنت اعلی حضرت علیہ الرحمہ بھی اپنے لیے یہی لفظ اختیار فرماتے ہوئے نظر آتے ہیں حقیقت تو یہی ہے کہ۔۔ ع

عقل قربان کن بہ پیش مصطفی ﷺ

کارکنوں سے محبت کا نرالا انداز:

کارکنوں سے آپ رحمہ اللہ اپنی اولاد کی طرح محبت فرماتے تھے، بلکہ فرط محبت سے کبھی کبھی منڈیو اور بچیو بھی فرمایا کرتے تھے۔ فیض آباد کے دھرنے میں جہاں ٹھنڈی سڑک پر کارکنان رات کو آرام کرتے وہی آپ بھی آرام فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے: "میرے یہ بچے ناموس رسالت کے لیے ٹھنڈی سڑک پر سوئیں اور خادم حسین کنٹینر یا گاڑی میں چلا جائے یہ نہیں ہو سکتا۔" یہی آپ کے وہ متاثر کن اخلاق تھے جن کی وجہ سے ہر کارکن آپ سے بے پناہ محبت کرتا۔ باباجی کے جنازے میں شرکت کرنے کی وجہ سے ایک نوجوان کو اس کی اچھی نوکری سے فارغ کر دیا گیا، جب چند روز پہلے ہماری اس نوجوان سے ملاقات ہوئی تو بڑے پرجوش انداز میں وہ کہنے لگا: "باباجی کی خاطر ایسی ایک کیا ہزاروں نوکریاں قربان ہیں۔" یہ وہ محبت کے جام تھے جو میرے بڑے استاد صاحب کے ہاتھوں پی کر آج کے اس مادہ پرستی کے دور میں بھی نوجوان آپ کے گرویدہ تھے اور آج بھی آپ کے مشن کو آگے لے کر چلنے کے لئے اسی طرح متحد ہیں جیسے آپ کی حیات میں تھے۔

عطائیں:

میرے بڑے استاد صاحب اکمل المؤمنین ایمانا احسنهم خلقا (ترمذی) کے مظہر تھے۔ آپ نے ان من احسنکم اخلاقا خیارکم (بخاری) پڑھا بھی تھا، پڑھایا بھی تھا اور اس پر مکمل عمل بھی کرتے تھے۔

جب کوئی ان سے ملنے کے لیے آتا تو آپ اسے مخصوص کتھئی رنگ کی ٹوپی دیا کرتے تھے۔ بعض اوقات تو اپنا عمامہ بھی دے دیا کرتے تھے۔ آپ اپنے پاس چادر بھی رکھتے تھے جسے آپ شانوں پر ڈال لیتے تو آپ کے حسن و جلال میں مزید اضافہ ہو جایا کرتا تھا۔ ہم نے خود کئی بار دیکھا ہے کہ کسی نے آپ سے آپ کی وہ چادر مانگی، اگرچہ اس کی خود آپ کو

ضرورت ہو لیکن فوراً آپ دے دیا کرتے تھے کبھی منع نہیں فرماتے تھے۔

آپ کے سخت الفاظ بھی حسن واخلاق تھے:

آپ گستاخان رسول اور گستاخان صحابہ و اہلبیت کے لیے سخت الفاظ استعمال فرماتے تھے آپ سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے طریقے **هكذا اقضى من لم يرض بقضاء رسول الله ﷺ** پر عمل پیرا تھے۔ گستاخوں کے لیے سخت الفاظ استعمال کرنا صحابہ کرام کا طریقہ ہے اور صحابہ کے اخلاق سے بڑھ کر کس کے اخلاق ہو سکتے ہیں، لہٰذا معلوم ہوا کہ حسن اخلاق یہی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے گستاخوں کے لیے سخت زبان اختیار کی جائے۔ گستاخوں کے لئے جو نرم گوشہ اختیار کرے اور تہذیب و ادب کے نام پر سخت موقف اختیار نہ کرے اس سے بڑھ کر بد اخلاقی، بد تہذیبی اور بے ادبی کیا ہو سکتی ہے۔

اختتام:

ہمارے بڑے استاذ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اخلاقی محاسن کا موضوع اتنا وسیع ہے کہ اگر تفصیل سے لکھا جائے تو ایک ضخیم کتاب مرتب ہو سکتی ہے، لیکن بس اب ان کی یادیں ہیں، ان کی باتیں ہیں، ان سے ملاقاتوں کا احوال ہے اور ان کا اعلی کردار ہے، ہم نے ان کی حیات میں ان کی کماحقہ قدر نہ کی، لیکن اب بھی ان کا مشن ہمارے ساتھ ہے اور ہم پہلے سے زیادہ محنت کر کے ضرور رسول اللہ ﷺ کے دین کو تخت پر لائیں گے۔

اقبال نے ایسے ہی نگینوں سے متعلق فرمایا تھا:

عقل ہے تیری سپر عشق ہے شمشیر تری — میرے درویش خلافت ہے جہاں گیر تری

ماسوی اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری — تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

بے باک مجاہد

فخر المشائخ ابو المکرم ڈاکٹر سید محمد اشرف الاشرفی الجیلانی

(سجادہ نشین درگاہ عالیہ اشرفیہ اشرف آباد فردوس کالونی کراچی)

حق گوئی اور بے باکی ایک ایسی صفت ہے جو بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ اکثر لوگ مصلحت کی وجہ سے، پیسہ ملنے کی وجہ سے یا عہدہ و منصب چھن جانے کے خوف کی وجہ سے حق بات کہنے سے رک جاتے ہیں۔ بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی بھی چیز کی پرواہ کیے بغیر اور ہر چیز سے بے خوف ہو کر کلمہ حق بلند کرتے ہیں اور جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے حق بات کہہ دیتے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کے دل میں خشیتِ الٰہی راسخ ہو اور جو اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرے۔ دنیاوی غرض، مالی منفعت اور عہدہ و منصب کا لالچ جس کے دل میں نہ ہو ایسے ہی نفوس قدسیہ میں سے ایک امیر المجاہدین استاد العلماء حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی تھی۔ جرأت و بہادری، حق گوئی اور بے باکی ان کا ایسا وصف تھا جس کے سب ہی معترف تھے۔ وہ نہایت جری اور بہادر تھے، انہوں نے کبھی بھی حق بات کہنے میں مصلحت سے کام نہیں لیا بلکہ جب بھی موقع آیا بغیر کسی خوف کے کلمۂ حق بلند کیا۔

جب غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ نے گورنر سلمان تاثیر کو واصل جہنم کیا اور انہیں گرفتار کر کے سزائے موت سنائی گئی تو امیر المجاہدین نے "تحریکِ رہائی ممتاز قادری" شروع کی۔ اس وقت آپ لاہور میں اوقاف کی ایک مسجد میں امام و خطیب تھے۔ حکومت کی جانب سے آپ پر دباؤ ڈالا گیا کہ تحریک ختم کر دو اور ناموس رسالت کے لیے بیانات بند کر دو ورنہ ملازمت سے نکال دیا جائے گا۔ امیر المجاہدین نے جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے

فرمایا:" یہ تحریک ختم نہیں ہو گی اور بیانات بھی جاری رہیں گے"۔ آپ کو خطابت سے فارغ کر دیا گیا۔ آپ نے اس کی پرواہ نہ کی اور اپنا کام جاری رکھا۔ اوقاف کے افسران نے کہا: اپنے واجبات لیں جائیں آپ نے بقیہ واجبات لینے سے انکار کر دیا اور اپنے موقف پر قائم رہے۔

جب حکومت کی طرف سے لاؤڈ سپیکر پر اذان پر پابندی لگائی گئی تو سب سے پہلے امیر المجاہدین نے اس کے خلاف آواز اٹھائی اور فرمایا:"یہ ملک اسلام کے نام پر بنا ہے اور یہاں شریعت کی بالادستی ہونی چاہیے، جن کو آذان سے تکلیف ہو وہ کیسے مسلمان ہیں؟"، آپ نے فرمایا: "مائیک پر آذان سے پابندی فی الفور ہٹائی جائے"۔

جب حکومت نے ایک قادیانی کو وزیر یا مشیر بنایا تو آپ نے "تحریک لبیک پاکستان" کی طرف سے اسلام آباد میں دھرنا دیا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ اس قادیانی کو فوراً ہٹایا جائے۔ آپ کے بیانات، بھرپور احتجاج اور دھرنے کے نتیجے میں حکومت نے قادیانی کو معزول کر دیا۔ جب چند مغرب زدہ خواتین نے "میرا جسم میری مرضی" کا نعرہ لگایا تو اس وقت بھی سب سے پہلے آپ نے ان کے خلاف بیان دیا اور فرمایا کہ: یہ شریعت کے خلاف ہے۔ مسلمان اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا وفادار اور تابعدار رہے، اس کے جسم پر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی چلے گی۔ آپ نے فرمایا: "آج یہ مغربی تہذیب سے متاثر خواتین اپنے حقوق کی بات کرتی ہیں، ۱۴ سو سال پہلے میرے آقا ﷺ نے خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر عورتوں کے حقوق بیان فرما دیئے اور جتنے حقوق اسلام نے عورتوں کو دیئے کسی مذہب نے نہیں دیئے۔

جب فرانس کے وزیراعظم نے حضور پر نور ﷺ کے خاکے بنائے تو آپ نے لاہور اور کراچی میں شاندار ریلیاں نکالیں اور پھر فیض آباد میں دھرنے کا اعلان کیا اور حکومت سے

مطالبہ کیا کہ فرانس کے سفیر کو فوراً واپس کیا جائے۔ غرض یہ کہ آپ نے ہر اس موقع پر جب اسلام اور ناموس رسالت ﷺ پر حملہ ہوا تو آپ نے جرأت و بے باکی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وقت کے فرعونوں اور یزیدیوں کو للکارا اور دشمنان رسول ﷺ کو بتا دیا کہ غلامِ مصطفیٰ ﷺ ایسے ہوتے ہیں۔ آپ سچے عاشق رسول اور بے باک مجاہد تھے۔ آپ کے بیانات آج بھی سننے والے کے دل میں جرأت و بے باکی اور عشقِ رسول ﷺ پیدا کر دیتے ہیں۔

اللہ تعالی امیر المجاہدین کے مرقد مبارک پر بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ملفوظاتِ مجدد عشق رسول ﷺ

میری داڑھی سفید ہو گئی اور بہت سی کتابیں پڑھیں، مگر مجھے ایک روایت بھی ایسی نہیں ملیں کہ جس سے معلوم ہو کہ جس نے حضور ﷺ س لے ساتھ دو نمبری کی ہو، اور وہ بچ گیا ہو۔ جس کے پاس چار پیسے آجاتے ہیں وہ حضور ﷺ سے محبت کرنا چھوڑ دیتا ہے، ایسی امیری سے انسان غریب ہی بہتر ہے۔ اسلام کسی کا قرض نہیں رکھتا ، اگر کسی نے اسلام کے بارے میں کلمۂ خیر بھی کہا تو اسلام اس جملے کے صدقے ہزاروں لوگوں میں اس کی تعریف کروا دیتا ہے۔ تم اٹھ کھڑے ہوئے، تمہارا اٹھ کھڑا ہونا ہی کافی ہے، اسلام تمہاری جوانیاں بھی بچائے گا اور تمہاری عزتیں بھی۔

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ محافظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم

علامہ محمد شہزاد قادری ترابی

(ایڈیٹر ماہنامہ تحفظ، مصنف کتب کثیرہ)

ہر دور میں فتنوں نے سر اٹھایا ہے مختلف ادوار میں مختلف فتنوں نے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچایا ہے جیسے جیسے وقت گزرتا رہے گا فتنوں میں بھی تیزی آئے گی احادیث میں بھی فتنوں کا ذکر ملتا ہے ایک مقام پر نبیِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں تمہارے اوپر بارش کے قطروں سے بھی زیادہ فتنوں کو برستا دیکھ رہا ہوں۔ مخبر صادق نبیِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانِ حق ترجمان سے جو نکلا ہو کر رہا اور آج جب ہم روزانہ صبح اٹھتے ہیں تو ایک نئے فتنے کو دیکھتے ہیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ کون سا ہے ؟ تو جواب یہ آئیگا کہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ توہین رسالت کا ہے اور دنیا بھر کے کفّار گستاخوں کے حق میں جمع ہو چکے ہیں۔

مگر یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کی جب جب توہین رسالت کا ارتکاب کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے ایسے وقت میں اپنے خاص بندوں کو یہ توفیق بخشی کہ انہوں نے اٹھ کر تنِ تنہا گستاخوں کا بھرپور مقابلہ کیا اور اپنی جان دیدی مگر ناموسِ رسالت پر پہرا داری نا چھوڑی انہیں خاصان خدا میں سے ایک اس دور کی عظیم شخصیت امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علّامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے جان کو ہتھیلی پر رکھ کر ناموسِ رسالت پر ایسا پہرہ دیا کہ اب تک دنیا حیران ہے، وہ معذور تھے ان کی ٹانگیں نہ تھیں مگر انکے اپنے سچے جذبے کی بدولت دشمنانِ اسلام اور گستاخانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹانگیں کانپتی تھیں۔

چند سال قبل آپ فدایانِ ختم نبوّت پاکستان کے مرکزی امیر کے نام سے چند شہروں

میں جانے پہچانے جاتے تھے لیکن جب غازی ممتاز حسین قادری علیہ الرحمہ نے سلمان تاثیر کو واصلِ جہنم کیا اور غازی گرفتار ہوئے تو آپ نے تحریکِ رہائی غازی ممتاز حسین قادری بنائی اور مسلمانوں میں تحفظ ناموسِ رسالت کے لیے جو جذبہ پیدا کیا اس نے آپ کو عروج کی منزلوں تک پہنچایا۔

غازی تنویر کو خواب میں بشارت:

اسکاٹ لینڈ کا ایک رہائشی جسکا نام اسد تھا جو کہ قادیانی فرقے سے تعلق رکھتا تھا ۱۹۹۹ء سے وہ اسلام مخالف باتیں کرتا تھا، کوئی اس کو لگام دینے والا نہ تھا حتی کے چند برس بعد اسد کذاب نے نبوت کا جھوٹا دعوی کیا، اسد کذاب کے اس فتنے سے مسلمان بہت تنگ تھے، مسلمانوں کے لاکھ سمجھانے پر بھی اسد کذاب باز نہ آیا بالآخر برطانیہ کے شہر بریڈ فورڈ کے رہائشی محمد تنویر احمد قادری کو ایک رات خواب میں امیر المجاہدین حضرت علّامہ مولانا خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کی زیارت ہوئی، امیر المجاہدین نے خواب میں فرمایا: تنویر اٹھ اور اسد کذاب کو اسکاٹ لینڈ جاکر واصل جہنم کر، امیر المجاہدین کے اس حکم پر غازی تنویر احمد قادری اٹھے اور اسد کذاب کو بہت سمجھایا مگر اس کی کفریات بڑھتی رہیں بالآخر غازی تنویر احمد نے اسکاٹ لینڈ جا کر اسد کذاب کا کام تمام کر دیا۔

اسد کذاب کو ٹھکانے لگانے کے بعد غازی تنویر احمد کو ۲۷ سال قید کی سزا سنائی گئی، غازی صاحب کے سیکریٹری نے مجھے بتایا کہ غازی تنویر احمد مجھ سے فرمارہے تھے کہ جب میں جیل میں اداس ہوتا تو خواب میں تشریف لاکر امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی صاحب علیہ الرحمہ مجھے اپنے ہاتھوں سے فروٹ کھلاتے اور حوصلہ دیتے۔

محترم قارئین کرام اللہ تعالی نے امیر المجاہدین کو ناموسِ رسالت کی پہرا داری پر بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا جسے لوگ نہیں جانتے تھے۔

فیض آباد دھرنا اور تحفظ ناموسِ رسالت:

جب ارکان اسمبلی کے ختم نبوت کے حلف نامے میں حکومتی ترمیم کی گئی تو سب سے پہلے حق کی آواز امیر المجاہدین نے اٹھائی اور حکومتِ وقت کے آگے ڈٹ گئے، نومبر ۲۰۱۷ء کا یہ وقت تھا سخت سردی میں یہ مردِ قلندر اپنے نبی کی ناموس کے تحفظ کے لیے گھر سے نکل پڑے اور کھلے آسمان تلے کئی دن تک اپنے نبی ﷺ کی محبت میں بیٹھے رہے، اس وقت ہر آنکھ نے یہ منظر بھی دیکھا کہ رات کو کچھ دیر ٹرک کے نیچے سوئے، تحریک لبیک کے رہنماؤں نے عرض کی ہم آپ کے لیے خیمہ لگادیتے ہیں، اس پر آپ نے جواباً فرمایا: میرے ساتھی کھلے آسمان تلے اور میں خیمہ میں یہ ہو ہی نہیں سکتا میں تو اپنے ساتھیوں کے درمیان کی رہوں گا۔ بالآخر رب تعالی نے آپ کو کامیابی عطا فرمائی اور یوں ختم نبوّت ترمیم واپس لے لی گئی اور آپنے ایک فاتحانہ باب رقم کیا۔

آپ کو جیل میں بند کیا گیا:

جنوری ۲۰۱۹ء میں جب عاصیہ ملعونہ کو بری کر کے ملک سے باہر بھیجنے کا ارادہ کیا گیا تو سب سے پہلے امیر المجاہدین کو جیل میں قید کیا گیا یہ وہ وقت تھا کہ آپ خود فرماتے ہیں کہ مجھے چاروں طرف سے سکیورٹی اہلکاروں نے اپنی گرفت میں لیا اور معذوری کے باوجود وہ گھبرا اٹھے کہ کہیں باباجی بھاگ نہ جائیں، میں تو چل نہیں سکتا، بھاگتا کیسے؟ بالآخر مجھے بڑی بے دردی کے ساتھ وہیل چیئر سے اٹھا کر ایسے گاڑی میں پھینکا جیسے آلو کی بوری کو پھینکا جاتا ہے مگر ایسی صورتِ حال میں بھی میں بہت مطمئن اور خوش باش تھا کہ مجھ پر ظلم کسی دنیاوی جرم کی وجہ سے نہیں کیا گیا بلکہ ناموسِ رسالت پر پہرا داری کے جرم میں کیا گیا۔

آپ فرماتے ہیں کہ جیل میں بھی مجھ کو بہت تکلیفیں دی گئیں، مارا پیٹا جاتا، سردی کے موسم میں اوڑھنے کے لیے مجھے پتلی چادر دی جاتی جب میں وہ اوڑھتا تو اوپر سے ٹھنڈا ٹھنڈا

پانی ڈال دیا جاتا، سخت کپکپاہٹ میں رات گذرتی مگر مجھے اس میں لذت محسوس ہوتی کہ میرے ساتھ یہ سلوک ناموسِ رسالت کی پہرا داری کے جرم میں کیا جارہاہے، آپ فرماتے تھے کہ حکومت سیاسی قیدیوں کو میری طرح رکھے، ملک کی تمام لوٹی ہوئی دولت واپس کر دینگے۔

توہین آمیز خاکوں پر بے قراری:

فرانس میں جب نبی پاک ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے گئے، اس وقت سے آپ بے چین اور بے قرار نظر آتے تھے، چہرہ پر غم کی کیفیت رہتی، طبیعت میں ناسازی اور زبان پر یہ جملے ہوتے کہ آہ! میں کیوں زندہ ہوں؟ میرے آقا ﷺ کے توہین آمیز خاکے بنائے گئے میں اپنے آقا ﷺ کا سامنا کیسے کروں گا؟

آپ نے اس معاملے پر بھرپور احتجاج کیا اور نومبر ۲۰۲۰ء بروز ہفتہ آپ نے کراچی میں عظیم الشان تاریخی ریلی کی قیادت فرمائی اور دشمنانِ رسول کو ہلا کر رکھ دیا، پھر آپ پشاور تشریف لے گئے، یہ وہ دن تھے جب آپ کی طبیعت آپ کا ساتھ نہیں دے رہی تھی، پاؤں میں سوجن، بدن میں تکلیف اور بخار کی سخت حرارت تھی مگر آپ اپنے گھر میں چین سے نا بیٹھے ناموسِ رسالت پر پہرا دای جاری رکھی اور ۱۵ نومبر ۲۰۲۰ء بروز اتوار لاہور سے تحفظ ناموس رسالت مارچ کا اعلان کر چکے تھے، اس دوران پولیس آپ کو گرفتار کرنے کے لیے بھرپور چھاپے مار رہی تھی مگر آپ نے ناموسِ رسالت پر پہرادری جاری رکھی حتی کہ جب ریلی کا دن آیا تو آپ سخت بیمار ہوگئے اپنے بیٹے علامہ سعد رضوی کو ریلی کی قیادت سونپ کر دوسرے روز سخت سردی، شدید بارش اور تیز بخار، ہاتھوں میں کینولہ لگا نظر آرہا تھا، آپ دھرنے میں پہنچ گئے اور یہ کہ رہے تھے کہ محبت رسول ﷺ نے مجھے گھر بیٹھنے نہیں دیا، آرام کرنے نہیں دیا آپ علالت کے باوجود ڈٹے رہے، جس کا پھل یہ ملا کہ

مذاکرات کامیاب ہوئے اور اللہ تعالی نے آپکو فتح نصیب فرمائی۔

فیض آباد دھرنے کے بعد آپ کی طبیعت مزید بگڑ گئی، سخت بخار اور سانس لینے میں تکلیف پیدا ہو گئی، جس کے باعث آپ کو شیخ زید ہسپتال منتقل کر دیا گیا مگر آپ صحت یاب نہ ہو سکے۔ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰ شبِ جمعہ (۴ جمادی الآخر ۱۴۴۲ء) آپ اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے اور یوں قوم کو جگانے والا کڑوروں مسلمانوں کے دل کی دھڑکن، مجاہدوں کا امیر، عظیم رہنما، لشکر اسلام کا امیر دنیا کو سونا کر کے ہم سے رخصت ہو گیا ۔انّا للّٰہ وانّا الیہ راجعون

میرے مرشد کی مومنانہ فراست:

ابھی تو فقط علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ اپنے مشن کے لیے اٹھے ہی تھے کہ میرے مرشد تاجدارِ اہلسنّت حضرت علّامہ سیّد شاہ تراب الحق قادری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی ہستی کو اپنی مومنانہ فراست سے جان لیا اور کئی سال قبل اپنے وصال سے پہلے جامع مسجد اقصی کراچی کہ ایک پروگرام میں علامہ خادم حسین رضوی کی طرف اشارہ کر کے یہ کلمات ارشاد فرمائے: **یہ اس معاملے میں** (یعنی ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہرا داری کہ حوالے سے) **ہمارے امام ہیں۔**

آج بھی لوگ قبلہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مومنانہ فراست کو یاد کر کے کہتے ہیں کہ انہوں نے پہچان لیا تھا کہ یہ آنے والے وقت میں دنیائے اسلام کے امام بنیں گے ۔

اللہ تعالی امیر المجاہدین کے درجات بلند فرمائے اور انکے مزارِ پر انوار پر اپنی کروروں رحمتوں کی بارش فرمائے۔ آمین ثم آمین

عظیم محافظِ ختم نبوت

علامہ عمیر جاوید انصاری

(فاضل و متخصص فی الفقہ جامعہ نور القرآن، ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

تجھ پر فدا اے ختمِ نبوت کے پہرہ دار
اے پاسبانِ باغِ عقائد تجھے سلام

”ختم نبوت“ ایک ایسا عنوان ہے کہ جس کا تعلق صرف تقریروں، لفاظیوں اور شعلہ بیانیوں سے ہی نہیں بلکہ علم العقائد کی وسیع تر کہکشاؤں میں یہ ایک ایسی شمع ہے کہ اگر اسے دلوں سے بجھا دیا جائے تو تمام شمعیں ماند پڑ جائیں۔ عقائدِ اسلامیہ کے گلشن سے اگر عقیدہِ ختمِ نبوت ورسالت کا پھول توڑ دیا جائے تو پورا باغ ہی مرجھا جائے۔ اس کی مرکزیت کا یہ عالم ہے کہ اس عقیدے کے تحفظ کے لئے خونوں سے آبیاری کی گئی۔ اس عقیدے کی حساسیت کا یہ درجہ ہے کہ یہاں حکمتاً خاموشی بھی ایمان پر کفر کی ضرب لگا سکتی ہے اور اس عقیدے کی نورانیت کی یہ آب و تاب ہے کہ اپنے پہرہ داروں کے چہروں کو ہی نہیں بلکہ ناموں کو بھی تا قیامِ قیامت روشناس کرا دیتی ہے۔ اس کی جلالت کا یہ عالم ہے کہ منکرین پر اپنے محافظین کی للکار کو گویا کہ غضب کی برہنہ تلوار بنا دیتی ہے۔

عقیدہِ ختمِ نبوت ورسالت کی یہ مرکزیت وحساسیت کوئی معمولی نہیں بلکہ سارا دین ہی اسی کی بنیاد پر قائم ہے وہ کیسے؟ یہ جاننے کے لئے دو اہم اصول مذکور ہیں:

۱۔ تمام مبادیاتِ ایمانی (توحید، رسالت، عقیدہِ آخرت، کتبِ سماویہ پر ایمان وغیرہ) کا دارومدار عقیدہِ ختمِ نبوت پر ہے یعنی توحید ورسالت اور تمام ضروریاتِ دین کو تسلیم کر لینے کے بعد اگر یہ شک دل میں آجائے کہ شاید اب بھی دین میں خلا باقی ہے اور کسی نئے نبی کی

ضرورت ہے تو تمام مبادیات کو مان لینا بے کار و لا حاصل ہے۔

۲۔ عقیدہ ختم نبوت کا خاص تعلق ناموسِ رسالت مآب ﷺ سے ہے۔ چونکہ حضور ﷺ نے اپنی بے مثل و مثال تبلیغ سے دینِ برحق کا پیغام بمطابق احکاماتِ الہیہ لوگوں تک بڑے احسن انداز میں پہنچا دیا اور کوئی گوشہ خالی نہ چھوڑ کر اپنے منصبِ نبوت کا حق بخوبی ادا فرمایا لہذا انکارِ ختمِ نبوت خواہ کسی بھی شکل و صورت میں ہو بہر حال ذاتِ رسالتِ مآب ﷺ کی توہین ہے۔

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا (احزاب:۴۰)

ترجمہ: محمد ﷺ تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے آخر میں تشریف لانے والے ہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے۔

ان دو اصولوں سے جو اہم بات سامنے آئی وہ یہ ہے کہ عقیدۂ ختمِ نبوت دراصل آقائے دو عالم، رحمتِ کونین ﷺ کی ناموس سے نسبتِ خاص رکھتا ہے اور دین ہے ہی ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کا نام۔ اسی تحفظ کے لئے جھوٹے مدعیِ نبوت مسیلمہ کذاب کے خلاف ختمِ نبوت کے سپاہ سالارِ اول، یارِ غار سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی اور جہاد کیا اور ایک بڑے فتنے کا سد باب کیا۔ وقت کے ساتھ ساتھ اس فتنہ پرور تحریک کی آواز پھر مختلف کذابین (جھوٹے مدعینِ نبوت) کی صورت میں اٹھتی گئی، یہاں تک کہ عالمِ کفر نے اپنی تمام تر توانائیوں کے ساتھ ساتھ ان فتنوں کا ساتھ دیا اور ہر ممکن معاونت پہنچائی مگر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا لگایا ہوا پودا بھی وقت کے ساتھ ساتھ توانا ہوتا رہا اور پھر کبھی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ، کبھی مجددِ گولڑوی پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ، کبھی قائدِ ملتِ اسلامیہ امام شاہ احمد

نورانی رحمۃ اللہ علیہ تو کبھی امیر المجاہدین قبلہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شکل وصورت میں کفر کی اس ناپاک تحریک کے خلاف سیسہ پلائی دیوار بنتا رہا۔

ختمِ نبوت کی حفاظت کا ایک وجیہ انداز:

امیر المجاہدین خود کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا چوکیدار فرمایا کرتے تھے اور اس چوکیداری سے ان کی مراد دو باتیں تھیں؛

١۔ناموسِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت ٢۔ تحفظِ ختمِ نبوت

تحفظِ ختمِ نبوت میں آپ کا امتیازی طریق وانداز:

یوں تو ختمِ نبوت کی حفاظت کے لئے بے شمار نام تاریخ میں ملتے ہیں جن کی طویل فہرست ہے لیکن امیر المجاہدین قبلہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کا طریقہ مختلف تھا۔ وہ اس طرح کہ

١۔ آپ باوجود معذوری کے عملاً میدان میں نکلے۔ نہ اپنی معذوری دیکھی، نہ بیماری۔ وہیل کرسی پر بیٹھ کر فتنہِ مرزائیت کے خلاف عملاً میدان کی زینت بنے رہے۔

٢۔ باوجود کئی کئی گرفتاریوں کے، اپنے موقف پر پہلے سے زیادہ مضبوط نظر آنے والے قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ ہی تھے ورنہ دیکھا گیا کہ کتنی ہی بڑی شخصیت ہو، قانونی اداروں کی گرفت اور کئی کئی پابندیوں کے بعد یا تو وہ سکوت اختیار کرلیتے ہیں یا ان کی آواز میں دھیما پن آجاتا ہے مگر امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی آواز کی گرج کو بڑی بڑی لابیاں پست نہ کر سکیں۔ ہائے حسرت!

٣۔ میڈیا کے بیشتر فورمز پر ان کی آواز کو پست کرنے اور ان کی شخصیت کو نشر نہ کرنے کی ایک مہم بیرونی اشاروں پر کام کرتی رہی مگر عوامی فورم یعنی سوشل میڈیا پر ان کا بس نہ چل سکا۔ چونکہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ ختمِ نبوت کے سلسلے میں امتِ مسلمہ کے دل کی آواز تھے

اس لئے سوشل میڈیا پر عوام نے انھیں اپنی آواز بنایا اور یوں سوشل میڈیا پر ہر دو "تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد زندہ باد" کے نعروں کی صداؤں کے منکرین کے ایوانوں میں زلزلہ برپا کر دیا۔ بلاشبہ امیر المجاہدین کی شان میں اگر یہ کہا جائے کہ

"دورِ جدید میں سوشل میڈیا پر ختمِ نبوت و ناموسِ رسالت ﷺ کی حفاظت پر سب سے زیادہ مجاہدانہ گونج امیر المجاہدین کی تھی تو ہر گز غلط نہ ہو گا۔"

۴۔ آپ کے نام سے براہِ راست کفر کو کانپتے ہوئے دیکھا گیا۔ آج بھی سوشل میڈیا کے مشہور فورم فیس بک پر آپ کا نام یا تصویر لگا دی جائے تو فوراً سے پابندیاں لگ جاتی ہیں یا آئی ڈی ہی بلاک کر دی جاتی ہے۔ ایسی مثال کسی اور عالم کی نہیں دکھی۔

۵۔ آپ کے سخت جملوں پر تہذیبِ نو کے دیسی لبرلز اور قادیانیت نواز آزاد خیالوں نے بہت شور مچایا یہاں تک کہ مرزائیت کے موجودہ خلیفہ نے بھی بیان دیا، نیز میڈیا پر بھی آپ کے کلام پر تنقیدوں کے انبار لگائے گئے مگر اس سے آپ کی شخصیت پر کوئی فرق نہیں آیا۔

۶۔ ختمِ نبوت کے تحفظ کے لئے آپ نے کبھی اپنی معذوری کو عذر نہیں بنایا بلکہ پیش پیش رہے، تاریخ میں ایسی عملی جدوجہد کرنے والے کم ہی رہے ہیں۔

ختمِ نبوت پر آپ کے ارشادات:

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ صرف شعلہ بیانی نہیں بلکہ ہمیشہ عملی بات بیان فرماتے تھے۔ آپ اپنی بات کو دو طرح کے پیرائے میں ڈھال کر اسے کلامِ اعلیٰ حضرت یا کلامِ اقبال سے لبریز کر کے عوام کو دعوت و ترغیب دیتے۔ وہ دو پیرائے یہ ہوتے؛

۱۔ بات کو تاریخِ اسلام کی روشنی میں کرنا۔

۲۔ عملی صورت کے ساتھ اپنی بات کا ربط بتانا۔

جب حکومتِ وقت کی جانب سے مرزائی مشیر کو تعینات کیا جا رہا تھا تو امیر المجاہدین عملاً

اس کے خلاف میدان میں نظر آئے اور فرمایا کہ آج قادیانیوں کو بڑے بڑے عہدوں پر فائز کیا جارہا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق ایک سال میں دس ہزار مسلمان قادیانی بن کر ملک سے باہر چلے گئے، حکومت بتائے کہ اس کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا پاکستان اسی لئے بنا تھا؟

مزید ختمِ نبوت سے متعلق آپ کے ارشاداتِ عالیہ یہ ہیں:

۱۔ پاکستان کی ترقی ختم نبوت اور ناموسِ رسالت پر ڈاکہ ڈال کر نہیں بلکہ ان کا تحفظ کرنے میں ہے۔

۲۔ اگر ہم فیض آباد دھرنے میں جل کر راکھ بھی ہو جاتے تو حضور ﷺ کی ختمِ نبوت کے مقابلے میں یہ کچھ بھی نہیں تھا۔

۳۔ تمہارے بارے میں کوئی بات کرے تو شام سے پہلے پہلے اسے گھر سے اٹھوا لیتے ہو کہ ہماری بے ادبی ہوگئی لیکن جب سر عام ختمِ نبوت کا انکار کیا جائے تو اس وقت قانون کے ادارے اور محافظ کہاں چلے جاتے ہیں؟

تحریک فدائیانِ ختمِ نبوت میں شمولیت:

یوں تو قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ انفرادی سطح سے محافظِ ختمِ نبوت رہے مگر آپ نے تحریک کی صورت میں بھی یہ شمع جلائی اور فدائیانِ ختمِ نبوت جیسی تحریک میں شمولیت اختیار کر کے عملی میدان میں بھی قدم رکھا۔

تحفظِ ختمِ نبوت کی ایک بے مثال تاریخی جدوجہد:

۲۰۱۷ میں جب نواز شریف کے دورِ حکومت میں ایک پارلیمانی بل متعارف کرایا گیا جس کے نومینیشن فارم کی ایک شق میں سے حلف نامے کے الفاظ بدل دئے گئے، اس پر ہر طرف سے شور برپا ہوا مگر امیر المجاہدین عملاً میدان میں تشریف لائے اور ۵ نومبر تا ۲۷ نومبر یعنی ۲۱ روز تک فیض آباد میں مسلسل دھرنا دیا اور مطالبہ کیا کہ؛

"اراکینِ اسمبلی کے حلف نامے میں ختم نبوت سے متعلق شق کو واپس اصل صورت میں بحال کیا جائے، نیز قادیانیت نوازی پر مبنی اس دانستہ غلطی کے مرتکب افراد کو سامنے لایا جائے"

اس دھرنے کو روکنے کے لئے حکومتِ وقت نے تشدد کا راستہ ابتدا میں اپنایا اور وفاقی پولیس کی مدد سے مظاہرین پر شیلنگ بھی کی گئی، ربڑ کی گولیاں تک چلائی گئیں، نیز ربڑ کی گولیوں کے نام پر اسی گولیاں بھی چلائی گئیں جس سے کئی شہادتیں بھی ہوئیں مگر علامہ خادم حسین رضوی ﷺ بنفسِ نفیس اس دھرنے میں شامل رہے اور ایک قدم پیچھے نہ ہٹے۔ بالآخر حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور انھوں نے فوج کو ثالثی کا کردار ادا کرنے کے لئے بلایا اور پھر معاملات طے ہوئے۔

میدانِ عمل میں استقامت کا پہاڑ بن کر عملی قائد کا کردار ادا کرنے والے امیر المجاہدین امتِ مسلمہ کے لئے نشانِ جرات ہیں۔ ختم نبوت پر ان کے عملی کردار سے خوشبوئے صدیق آتی ہے جو عاشقانِ خاتم الانبیاء ﷺ کے سینوں کو تادمِ حیات معطر کرتی رہے گی۔

غازیِ ختمِ نبوت پیکرِ عشقِ رسول
پہرہ دارِ حرمت ابنِ خلیل
حضرتِ خادم پر رحمتیں ہوں بے شمار
پہرہ دارِ حرمت ابنِ خلیل

حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم

حافظ محمد فیضان انصاری

(متعلم دورۃ الحدیث، جامعۃ المدینہ، عالمی مدنی مرکز فیضان مدینہ)

انسان جب کسی سے محبت کرتا ہے تو یہ محبت صادق و سچی ہونے کی صورت میں دن بدن ترقی کرتی ہے اور جب یہ ترقی کرتی ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ محبت محبت نہیں رہتی بلکہ عشق کی صورت اختیار کر جاتی ہے۔ جی ہاں! عشق نام ہے محبت کی انتہاء کا جس میں محب اپنے آپ کو محبوب میں فناء کر دیتا ہے لیکن قربان اس عشق کے کہ یہ فانی کو فناء ہونے نہیں دیتا بلکہ بقاء عطا کرتا ہے یہاں تک کہ ہر انسان بلکہ شجر و حجر اس کے عشق کی گواہی دینے لگ جاتے ہیں۔ لسان العرب میں علامہ ابن منظور افریقی فرماتے ہیں: "العشق فرط المحبة" یعنی محبت میں حد سے تجاوز کرنا (بڑھنا) عشق ہے۔ (لسان العرب، جلد ۲ ص ۲۶۳۵)

دوستو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت تو ہر کوئی کرتا ہے مگر عاشق کا بلند مرتبہ اور عظمت والا مقام کوئی کوئی پاتا ہے، اور کیوں نہ ہو عشق نام ہی محبت میں حد سے بڑھ جانے کا ہے۔ امام بوصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ میں اپنے عشق کا اظہار یوں کرتے ہیں۔

أ من تذکّر جیران بذی سلم مزجت دمعاً جری من مقلةٍ بدم

کیا تم نے قبیلہ ذی سلم کے پڑوسی (آقائے دو جہاں) کی یاد میں اپنی آنکھوں سے جاری ہونے والے آنسوؤں کو خون سے ملا ڈالا ہے؟

اللہ اکبر! ایسا عشق، ایسی تڑپ۔ کیا خوب فرمایا امام خربوتی رحمۃ اللہ علیہ نے، فرماتے ہیں: شعر مذکور میں (جار) پڑوسی سے مراد محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور اشارہ یہ ہے کہ گویا حضور میرے ساتھ ہی رہتے ہیں اور میرے پڑوسی ہیں۔ آپ مزید فرماتے ہیں:

"أنّ العشق کلّما کتم في القلب ازداد کالمسك۔ یعنی عشق جب دل میں چھپا رہے تو وہ مشک کی طرح بڑھ جاتا ہے۔ (عصیدۃ الشھدۃ شرح قصیدۃ البردۃ، ص۴۱/۴۳، ملتقطا)

پھر اس عاشق صادق امام بوصیری رحمہ اللہ کو جزاء بھی کیسی ملی کہ مذکورہ شعر حضور علیہ السلام کی بارگاہ میں سنایا گیا تو خود سرکار ﷺ بھی سن کر جھومنے لگے۔ اللہ اکبر! اعلیٰ حضرت قدس سرہ فرماتے ہیں:

یاد میں جس کی نہیں ہوشِ تن و جاں ہم کو　　پھر دِکھا دے وہ رُخ اے مہرِ فروزاں! ہم کو
شمعِ طیبہ سے میں پروانہ رہوں کب تک دُور　　ہاں جلا دے شررِ آتشِ پنہاں! ہم کو
خوف ہے سمع خراشیِ سگِ طیبہ کا　　ورنہ کیا یاد نہیں نالہ و اَفغاں ہم کو

امام عشق و محبت سیدی و مرشدی اعلی حضرت نور اللہ مرقدہ عشق کے بارے میں کیا خوبصورت کلام فرماتے ہیں، آپ فرماتے ہیں: محبت بمعنی لغوی جب پختہ اور مؤکد ہو جائے تو اسی کو عشق کا نام دیا جایا تا ہے پھر جس کی اللہ تعالیٰ سے پختہ محبت ہو جائے اور اس پر پختگی محبت کے آثار ظاہر ہو جائیں (نظر آنے لگیں) کہ وہ ہمہ اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر و فکر اور اس کی اطاعت میں مصروف رہے تو پھر کوئی مانع نہیں کہ اس کی محبت کو عشق کہا جائے۔ کیونکہ محبت ہی کا دوسرا نام عشق ہے۔ (فتاوی رضویہ، جلد ۲۱، ص۱۱۶، ۱۱۵)

پھر عشق اپنی کچھ نشانیاں رکھتا ہے جسے دیکھ کر سچے عاشق رسول کی پہچان کی جاسکتی ہے ورنہ دعویٰء عشق کرنے والے تو بہت ہیں مگر اس پر پورا پورا اترنے والے بہت کم۔

عشق کی علامتیں

وہ علامات اور نشانیاں کیا ہیں؟ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

عاشقاں را شش نشاں است اے پسر　　آہِ سرد و رنگِ زرد و چشم تر

گر ترا پرسند سہ دیگر کدام　　کم خور وکم گفتن وخفتن حرام

خلاصہ یہ کہ عاشقوں کی چھ نشانیاں ہیں۔(۱) سرد آہیں بھرنا (۲) چہرے کا رنگ زرد ہونا(۳) گریہ وزاری (۴) کم کھانا (۵) کم بولنا (٦) کم سونا۔(شانِ حبیب الرحمن، ص ۲۹۵ ملخصًا)

دوستو! عاشقِ صادق کی ایک بہت بڑی علامت یہ بھی ہے کہ وہ اپنے محبوب کی برائی نہ سن سکتا ہے اور نہ اپنے محبوب کی توہین برداشت کر سکتا ہے بلکہ وہ اپنے محبوب کی برائی و توہین دیکھ کر بے قابو ہو جاتا ہے کیونکہ عشق مصلحت نہیں چاہتا بلکہ وہ تو اپنے عشق سے فیصلے کر گزرتا ہے۔ علامہ اقبال نے کہا تھا!

بے خطر کود پڑا آتشِ نمرود میں عشق　　عقل تھی محوِ تماشائے لب بام ابھی

عاشق صادق اپنے محبوب کی ہر اس چیز سے والہانہ محبت کرتا ہے جسے اس کے محبوب سے ادنی سی بھی نسبت حاصل ہو جائے بلکہ وہ تو اپنے محبوب کی گلی کے کتے سے بھی محبت کرتا ہے کیونکہ یہ محبوب کی گلی کا کتا ہے۔

امام اہلسنت رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

رضاؔ کسی سگِ طیبہَ کے پاؤں بھی چُومے　　تم اور آہ کہ اتنا دماغ لے کے چلے

اور

پارۂ دل بھی نہ نِکلا دِل سے تحفے میں رضاؔ　　اُن سگانِ کو سے اتنی جان پیاری واہ واہ

دوستو! عاشقِ صادق اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اس کا کوئی قدم محبوب کے خلاف اٹھ جائے ایسا ہو نہیں سکتا، مجھے حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ خوبصورت کلمات یاد آگئے جو انہوں نے اپنی کتاب "جامع العلوم والحکم" میں تحریر فرمائے ہیں۔

آپ فرماتے ہیں:

ولو قلتَ لی مُتْ مُتُّ سمعاً وطاعةً　　وقلتُ لداعی الموت اهلاً ومرحباً

یعنی اے محبوب! تو اگر مجھے کہے کہ مر جا تو ابھی اطاعت و فرمانبرداری کرتے ہوئے مر جاؤں اور فرشتۂ موت کو مرحبا اور خوش آمدید کہوں۔

ایک اور شاعر کہتا ہے:

لو كان حبّك صادقاً لأطعته ان المحبّ لمن يحبّ مطيعٌ

یعنی اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو ضرور اس کی اطاعت کرتا کیونکہ محب تو محبوب کا مطیع ہوتا ہے۔ (جامع العلوم والحکم، ص۴۸۹)

اب آپ کے سامنے ایک حدیثِ مبارکہ پیش کرتا ہوں جس سے ہمیں معلوم ہوگا کہ نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت کیسی ہونی چاہیے۔

عن أنس قال: قال النبي صلى الله عليه وسلم: لا يؤمن أحدكم حتى أكون أحب إليه من والده وولده والناس أجمعين۔ (بخاری شریف)

ترجمہ: حضرتِ انس رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

مفسر شہیر، محدثِ کبیر مفتی احمد یار خان نعیمی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ نے مرآۃ المناجیح میں اس حدیث مبارکہ کے تحت کیا ہی زبردست کلام فرمایا، آپ فرماتے ہیں:

محبت کی بہت قسمیں ہیں: ماں سے محبت اور قسم کی ہے، بیوی سے اور طرح کی، اولاد سے اور طرح کی، بہن بھائی سے اور نوعیّت کی مگر حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے محبت اُسی نوعیت کی چاہئیے جس نوعیت کی اللہ سے ہو، یعنی محبت ایمانی و عرفانی۔ مزید فرماتے ہیں: یہاں محبت سے طبعی محبت مراد ہے نہ کہ عقلی۔ (مرآۃ، جلد۱، ص۶ ملتقطا)

گویا مفتی صاحب فرما رہے ہیں کہ حضور سے عشق اور محبت محض عقل کے تقاضے کی وجہ

سے نہ ہو بلکہ یہ تمہاری طبیعت کا حصہ بن جائے۔

حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بھی بہت ہی ایمان افروز ہے، فرماتے ہیں۔

فمن أحبّ الله ورسوله محبةً صادقةً من قلبه أوجب له ذلك أن يحبّ بقلبه ما يحبّه الله ورسوله ويكره ما يكرهه اللّٰه ورسوله ويرضى بما يرضى به الله ورسوله ويسخط بما يسخط اللّٰه ورسوله. (جامع العلوم والحكم، ص ٤٨٨)

یعنی جو اللہ اور اس کے رسول سے دل سے سچی محبت کرتا ہے تو اس کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ دل سے ہر اس چیز کو چاہے جسے اللہ ورسول چاہتے ہیں اور ہر اس چیز کو ناپسند کرے جسے اللہ ورسول ناپسند کرتے ہیں اور ہر اس چیز سے راضی ہو جس سے اللہ ورسول راضی ہوتے ہیں اور ناراض ہو ہر اس چیز سے جس سے اللہ ورسول ناراض ہوتے ہیں۔

عشق و محبت پر مختصر کلام بطور تمہید ذکر کرنے کے بعد میں عرض کرتا ہوں کہ دنیا میں عاشقان صادق بہت کم ہوتے ہیں اور کیوں نہ ہو یہ راہ بہت ہی کٹھن ہے لیکن ہر دور میں اللہ تعالی ایسی ہستیوں کو ضرور پیدا فرماتا ہے جو کہ ماہِ رسالت کے سچے عاشق ہوتے ہیں اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا، انکا ذکر کرنا، ان کے متعلق بات کرنا ہی ان کا اصل مقصدِ زندگی ہوتا ہے اور ان کے لئے یہ بات تو قابل برداشت ہو سکتی ہے کہ کوئی انہیں یا ان کے اہل وعیال کو برا بھلا کہے لیکن کوئی حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کو برا بھلا کہے یہ بات ان کے لئے قابل برداشت نہیں ہوتی۔

پچھلے تمام کلام سے یہ صاف ظاہر ہے کہ عشقِ حقیقی کسی کسی کو نصیب ہوتا ہے اور الحمد للہ یہی عشق بطفیلِ امام احمد رضا بریلوی اس مرد قلندر کو عطا ہوا جس کی زندگی کا ایک ہی نظریہ، ایک ہی مرکز اور ایک ہی مقصد تھا۔

اور وہ یہ کہ:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام　　لِلّٰہِ الْحَمْد میں دنیا سے مسلمان گیا

وہ ایسا عاشق صادق تھا جو ہمیشہ یہی کہا کرتا تھا

کروں تیرے نام پہ جاں فِدا نہ بس ایک جاں دوجہاں فدا

دوجہاں سے بھی نہیں جی بھرا کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

وہ جس نے بچے، بوڑھے، نوجوان سب کے دل میں عشقِ رسول کی شمع ایسی روشن کی کہ سب اپنی اولاد، ماں باپ اور مال و دولت سب کچھ بھول کر محض ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے جان دینے، سر کٹانے کے لئے تیار ہو گئے اور ہر ایک کی زبان پر یہ نعرہ جاری ہو گیا:

"لبیک لبیک لبیک یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم"

اور ہر ایک یہ کہنے لگا!

کی محمد سے وفا تونے تو ہم تیرے ہیں　　یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

جس کے خطاب سے ایوانِ کافر لرز اٹھا اور نبی پاک صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے اس فرمان "میری ایک مہینے کی مسافت پر رعب سے مدد کی گئی" کا بوجہ اتم ظہور ہوا۔

جس نے تحفظ ناموسِ رسالت و ختم نبوت کے لئے ہزاروں شیلز برداشت کئے، کئی بار اسیری کی مشقتیں برداشت کیں، بظاہر دونوں پاؤں سے معذور لیکن ہزاروں، لاکھوں لوگوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کر گیا۔

وہی جو سینکڑوں علماء کا استاذ، وہی جو ماہر علم و فن، وہی جو شیخ الحدیث، وہی جو نہ صرف قرآن بلکہ سینکڑوں احادیثِ مصطفی کا حافظ، وہی جس پر اقبال کو بھی ناز ہو گا۔

وہ کون!!!!!!

وہ امیر المجاہدین، استاذ العلماء، عاشق ماہِ رسالت، فنا فی خاتم النبیین، حافظ قرآن و حدیث،

شیخ الحدیث حضرتِ علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔ باباجی فرمایا کرتے تھے کہ مجھے امام احمد رضا، علامہ اقبال اور مولانا روم سے محبت اس لئے ہے کہ یہ حضرات عشقِ رسول کے وہ جام پلاتے ہیں جنہیں پینے کے بعد کسی چیز کی حاجت نہیں رہتی۔

باباجی نے اگر کسی سے محبت بھی کی تو صرف عشقِ رسول کی وجہ سے، یہ ہے کامل ظہور حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے اس فرمان کا "الحب فی اللّٰہ والبغض فی اللّٰہ "یعنی اللہ کے لئے محبت کرو اور اللہ کے لئے بغض رکھو۔

باباجی فرمایا کرتے تھے: "مجھے عشقِ رسول ﷺ میرے ماں کی گود سے ملا ہے کیونکہ وہ اٹھتے بیٹھتے ہر بات میں "میں صدقے یارسول اللہ ﷺ" کہتی تھیں اور یہی وہ جملہ تھا جو میرے بدن اور میری روح میں بس گیا تھا۔

آپ فرمایا کرتے کہ علامہ اقبال کا یہ فرمان ہی میری اصل زندگی ہے "کہ انسان دلیر اسی وقت ہوتا ہے جب سینے میں محبتِ مصطفی ﷺ ہو"۔ بے شک آپکی دلیری اور جرات اور مخلوق سے بے خوفی اس کی واضح دلیل تھی۔

اللہ اکبر! ساری زندگی مدینہ طیبہ حاضری کے لئے تشریف نہ لے گئے، فرمایا کرتے تھے کہ میں تاجدارِ مدینہ ﷺ کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ آپ کی ناموس پر حملے ہوتے رہے اور میں سب کچھ چھوڑ کر ادھر آگیا۔

گویا ان کی زندگی ہمیں سکھا رہی ہے کہ مسلمانو! حضور کے لئے جیو اور حضور کے لئے مرو۔

اور میں کیا ان کے عشق و محبت کے قصے یا اقوال سناؤں وہ تو سب کے سامنے کھلی کتاب تھے۔ آہ بالآخر عزیمت و جرات کا یہ پہاڑ ۱۹ نومبر ۲۰۲۰، رات ۸ بجکر ۴۸ منٹ پر ہمیں داغِ مفارقت دے چلا۔

باباجی کے وہ اشعار آج بھی کانوں میں گونج رہے ہیں۔

ہم سوئے حشر چلیں گے شہ ابرار کے ساتھ		قافلہ ہو گا رواں قافلہ سالار کے ساتھ
بخت بیدار ہے یاور ہے مقدر اسکا		جس نے دیکھا ہے انہیں دیدہ بیدار کے ساتھ
یہ تو طیبہ کی محبت کا اثر ہے ورنہ		کون روتا ہے لپٹ کر درودیوار کے ساتھ
پل سے مجھ سا بھی گنہ گار گزر جائے گا		ہو گی سرکار کی رحمت جو گنہگار کے ساتھ
ہم بھی مظہر سے سنیں گے کوئی نعتِ رنگین		گر ملاقات ہوئی شاعرِ دربار کے ساتھ

اور

ہو نہ یہ پھول تو بلبل کا ترنم بھی نہ ہو
چمنِ دہر میں کلیوں کا تبسم بھی نہ ہو
ہو نہ یہ ساقی تو پھر مے بھی نہ ہو خم بھی نہ ہو
بزم توحید بھی دنیا میں نہ ہو تم بھی نہ ہو

آخر میں باباجی کی خدمت میں نذرانہ عقیدت:

گرچہ معذور تھا پھر بھی لڑتا رہا
بابا خادم کی ہمت پہ لاکھوں سلام
سخت سردی میں بھی جو پہرا دیتا رہا
ایسے عالم کی عظمت پہ لاکھوں سلام
کفر کی دنیا جس سے لرزتی رہی
شیر حق کی شجاعت پہ لاکھوں سلام

اللہ کریم امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی بلا حساب وکتاب مغفرت فرمائے اور ان کے صدقے ہماری بھی مغفرت ہو اور ان کے مشن کو تا صبحِ قیامت جاری رکھے۔

آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ

محقق اہل سنت علامہ آصف اقبال مدنی عطاری

(مترجم، مصنف، خطیب، کالم نگار)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ إِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ ۔ترجمہ: جب انسان فوت ہو جاتا ہے تو اُس کا عمل منقطع ہو جاتا ہے مگر تین عمل جاری رہتے ہیں: صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو یا نیک اولاد جو اُس کے لیے دعا کرتی ہو۔(صحیح مسلم، حدیث:۳۰۸۴)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ " علم نافع" کے تحت فرماتے ہیں: اور یوں ہی وہ علم جو آدمی اپنے پیچھے چھوڑ کر جاتا ہے جیسے کسی کو علم سیکھانا اور کتاب لکھنا (شرح النووی علی صحیح مسلم، ۱۱/ ۸۵) علامہ عبد الروف مناوی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ امام تاج الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تصنیف و تالیف زیادہ اہمیت رکھتی ہے کیونکہ وہ طویل عرصے تک باقی رہتی ہے۔(التیسیر بشرح الجامع الصغیر، ۱/ ۱۲۸) اور فیض القدیر میں فرمایا: مسلم شریف کے بعض شارحین نے یہاں یہ شرط رکھی ہے کہ کتاب تصنیف کرنا علم نافع میں تبھی شامل ہو گی جب وہ ایسے اضافی فوائد پر مشتمل ہو جو سابقہ کتب میں نہ ہوں اور اگر وہ صرف کاپی پیسٹ پر مشتمل ہو تو یہ کاغذ کو سیاہ کرنے کے مترادف ہے اور علم نافع کی فضیلت میں داخل نہیں اور یہی معاملہ تدریس کا ہے کہ اگر پڑھانے والے کی طرف سے درس میں ایسے زائد نکات نہ ہوں جو پہلے کسی نے بیان نہ کیے ہوں تو یہ بھی اس فضیلت میں داخل نہیں۔کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں: امام منذری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب تک نفع بخش علم پر مشتمل تحریر باقی رہتی ہے لکھنے والے کو اس کا اجر

ملتا ہے نیز اُسے وہ تحریر پڑھنے والوں، لکھنے والوں اور اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملتا رہے گا اور گناہوں بھری تحریر جب تک باقی رہتی ہے اُس کے لکھنے والے کو اُس کا گناہ ملتا ہے نیز اُس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی لکھنے والے کو ملتا رہے گا۔ (فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، ۱/ ۵۶۱)

حدیث شریف اور اِس کی شرح سے معلوم ہوا کہ جو شخص بھی نفع بخش علم چھوڑ کر فوت ہو گا وہ اُس علم کے باقی رہنے تک اُس کا اجر و ثواب پاتا رہے گا مگر یاد رہے کہ حقیقی طور پر نفع بخش علم صرف اُسی عالم کا ہوتا ہے جو صحیح العقیدہ ہو، عاشق رسول ہو اور یہ عقیدہ رکھے کہ کائنات میں جس کو بھی جو نعمت ملی، یا مل رہی ہے یا ملے گی وہ حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہاتھوں سے ہی تقسیم ہوئی، ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی۔ رسول اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: مَنْ يُرِدِ اللَّهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّينِ، وَإِنَّمَا أَنَا قَاسِمٌ وَاللَّهُ يُعْطِي ترجمہ: اللہ پاک جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اُسے دین کی سمجھ عطا فرما دیتا ہے (یعنی عالم بنا دیتا ہے) اور میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ (صحیح بخاری، حدیث: ۷۱) یہاں عالم بنانے کے ساتھ اپنے تقسیم فرمانے کا ذکر مطلق رکھا کسی چیز کے ساتھ مقید نہیں کیا اور خاص علم کے ساتھ اِسے بیان کرنے میں اشارہ ہے کہ علم نافع کی دولت بھی بارگاہِ رسالت سے عطا ہوتی ہے۔ امام اہلسنت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: نصوص متواترہ اولیائے کرام و علمائے اعلام سے مبرہن ہو چکا کہ ہر نعمت قلیل یا کثیر، صغیر یا کبیر، جسمانی یا روحانی، دینی یا دنیوی، ظاہری یا باطنی، روز اول سے اب تک، اب سے قیامت تک، قیامت سے آخرت، آخرت سے ابد تک، مومن یا کافر، مطیع یا فاجر، ملک یا انسان، جن یا حیوان بلکہ تمام ماسوا اللہ میں جسے جو کچھ ملی یا ملتی ہے یا ملے گی اس کی کلی انہیں کے صبائے کرم سے کھلی اور کھلتی ہے اور کھلے گی، انہیں کے ہاتھوں پر بٹی اور بٹتی ہے یہ سر الوجود، واصل الوجود و خلیفۃ اللہ الاعظم وولی نعمت عالم ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم یہ خود فرماتے ہیں صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم: انا ابو القاسم اللہ یعطی وانا اقسم ترجمہ: میں ابو القاسم ہوں اللہ

دیتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں۔(مستدرک، ۲/۶۰۴۔ فتاوی رضویہ، ۱۵/ ۶۵۵) لہذا جس علم والے کا عشق رسول اس عقیدہ پر مشتمل ہو کہ " لاوَربّ العرش جس کو جو ملا اِن سے ملا، بٹتی ہے کونین میں نعمت رسول اللہ کی (حدائق بخشش، ص ۱۵۲) تو اسی کا علم نفع بخش ہو گا، اسی کو فضل والا علم کہتے ہیں۔

مذکورہ ساری گفتگو کے تناظر میں قبلہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی کو دیکھا جائے تو یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ آپ علم نافع کے امین تھے ،کیوں نہ ہوں کہ آپ نہ صرف خود عشق رسول کی بے مثال دولت سے مالا مال تھے بلکہ آپ نے امت مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو عشق رسول کے جام بھر بھر کے پلائے۔ اس میں کوئی دورائے نہیں کہ آپ بلاشبہ "مجدد عشق رسول" کہلانے کے مستحق ہیں۔ عشق رسول کی چاشنی میں ڈوبا ہوا آپ کا علم نفع بخش علم کی دونوں صورتوں میں موجود ہے (۱) آپ نے طویل عرصہ (تقریبا ۲۵ سال) درس نظامی پڑھا کر امت کو جید علمائے دین فراہم کیے اور (۲) اہم کتابیں لکھ کر امت پر احسان فرمایا۔ اس کے علاوہ آپ کی حیات مبارکہ کے آخری پانچ سال تو ملک بھر میں بے مثال خطیب کی حیثیت سے گزرے، آپ نے اہل ایمان کے دلوں میں شمع عشق مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو خوب روشن کیا ،ناموس رسالت کے تحفظ کی خاطر اپنی باقی حیات کو وقف کر دیا، قادیانیت ،لادینیت ،لبرل ازم ،سیکولرازم پر ایسی کاری ضربیں لگائیں جس کی چیخیں یورپ وامریکہ تک میں سنائی دی گئیں، آپ کے منفرد و موثر انداز تقریر سے بچے بچے کی زبان پر ناموس رسالت پر مبنی آیات، احادیث اور اشعار جاری ہو گئے اور لبیک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداؤں سے دنیائے اسلام گونج گونج اٹھی، الغرض یوں بھی آپ نے نفع بخش علم کی بھرپور اشاعت فرمائی۔ سر دست ہم آپ کی تصانیف کا ذکر کریں گے۔

تصنیفی میدان میں اگرچہ تعداد کے لحاظ سے آپ کی مشہور کتابیں تین ہیں مگر یہ اپنی اہمیت وافادیت کے پیش نظر سینکڑوں کتب پر بھاری ہیں: (۱) فقیہ اسلام امام احمد رضا

خان بریلوی بحیثیت مرجع العلماء (۲)تیسیر ابواب الصرف (۳) تعلیلات خادمیہ۔ اول الذکر آپ کا دورہ حدیث شریف کا تحقیقی مقالہ ہے جو ابتداً کم صفحات پر مشتمل تھا مگر بعد میں مزید اضافہ جات سے اُس کے صفحات کی تعداد ۵۰۰ سے بھی بڑھ گئی، تینوں کتب کے صفحات کی تعداد ۱۸۵۷ سے زیادہ ہے۔ذیل میں ہر کتاب پر کچھ تبصرہ و تجزیہ ملاحظہ فرمائیے۔

ا۔فقیہ اسلام امام احمد رضاخان بریلوی بحیثیت مرجع العلماء:

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس تحقیقی مقالے سے یہ ثابت فرمایا کہ اعلی حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ دنیائے اسلام کے ایسے عظیم عالم اور مفتی اعظم تھے کہ آپ سے رجوع کر کے اپنی دینی الجھنوں کا حل صرف عام لوگ ہی نہیں پاتے تھے بلکہ اس دور کے محدثین کرام، جید علمائے دین، مفتیان شرع متین ، دانشوران قوم، سائنسدان اور دیگر اصحاب علوم وفنون بھی اپنے دینی و دنیاوی مسائل اور پریشانیوں کے حل کی خاطر آپ سے رجوع کرتے، عصری و دینی علوم کے متعلق آپ کی خدمت میں اپنے سوالات پیش کرتے اور تشفی و تسلی بخش جوابات پاتے۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس مقالے میں جو شماریاتی جائزہ پیش کیا ہے اس کی تفصیل کچھ یوں ہے: آپ کا یہ تحقیقی جائزہ فتاوی رضویہ جدید، جلد اول کے صفحہ ۲۶ تا صفحہ ۵۵ پر پھیلا ہوا ہے۔ یہ مقالہ قدیم فتاوی رضویہ کی گیارہ جلدوں سے مرتب کیا گیا ہے، اُس وقت تک بارہویں جلد شائع نہیں ہوئی تھی کیونکہ آپ نے یہ مقالہ سن ۱۹۸۸ء کو اپنے دورہ حدیث شریف میں لکھا جبکہ فتاوی رضویہ قدیم کی بارہوئیں جلد ”سنی دارالاشاعت“ فیصل آباد اور ”شبیر برادرز“ لاہور کے اشتراک سے سن ۱۹۹۶ء کو زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ گیارہ جلدوں میں کل سوالات کی تعداد ۴۴۹۴ ہے جن میں سے ۱۰۶۱ سوالات علماء ودانشوران نے کئے ہیں۔ آپ نے حروف تہجی کے

اعتبار سے ۵۴۱ علماء و دانشوروں کے ناموں کی فہرست بھی دی ہے اور ساتھ یہ صراحت و تعیین بھی کی ہے کہ ان کا سوال فتاوی رضویہ کی کس جلد کے کون سے صفحہ نمبر موجود ہے۔ یاد رہے کہ ۳۰ جلدوں پر مشتمل جدید فتاوی رضویہ میں سوالات کی تعداد ۷۶۸۴ ہے کیونکہ بارہویں جلد اور دیگر رسائل شامل کرنے سے مزید سوالات کا اضافہ ہو گیا۔ بعد میں قبلہ امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے اس مقالے میں بہت زیادہ اضافہ فرمایا اور اس کے صفحات کی تعداد ۳۰ سے بڑھ کر ۵۰۰ سے زائد ہو گئی مگر ہنوز یہ عظیم الشان علمی کام پردہ خفا میں ہے، قریبی احباب و متعلقین کو اس کی اشاعت کی جانب توجہ کرنی چاہیے۔ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی صاحب لکھتے ہیں: ''اعلی حضرت قدس سرہ بحیثیت مرجع العلماء''۔ یہ دورہ حدیث شریف کے امتحان میں آپ کا تحقیقی مقالہ ہے جو اپنی جامعیت وافادیت کے باعث فتاوی رضویہ جدید کی پہلی جلد کے شروع میں شامل ہے۔ پھر آپ نے اسی مقالہ کو مزید اضافہ جات کے ساتھ مرتب کیا جس کی ضخامت ۵۰۰ صفحات سے بڑھ گئی ہے، مگر ابھی تک یہ اضافات والا ایڈیشن زیور طبع سے آراستہ نہیں ہو سکا۔ (مقدمہ تعلیلات خادمیہ، ص ۱۱)

اپنے اس منفرد تحقیقی مقالے کے اخیر میں امیر المجاہدین علیہ الرحمہ نے علمائے کرام اور طلبہ عظام کو یہ پیغام دیا ہے کہ '' یہ دور چونکہ (رسمی) وعظ اور مناظرے کا نہیں بلکہ تصنیف و تالیف اور تحریر کا ہے، اس لیے اب اعلی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیش کردہ سلام اور نعت خوانی پر ہی اکتفاء نہیں کرنا چاہیے بلکہ عصر حاضر کے تقاضوں کے پیش نظر آپ کی علمی، دینی اور ملی خدمات سے عوام کو متعارف کروانا چاہیے۔ میں نے اس مقالہ میں صرف ان علماء و دانشور حضرات کے اسماء پیش کیے ہیں جنہوں نے آپ سے مختلف مسائل میں رجوع کیا، تاہم اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے مثلا رجوع کرنے والے علماء و دانشور

حضرات کی خدمات اور استفتاء کی نوعیت وغیرہ۔ اللہ رب العزت نے اگر توفیق بخشی تو اس کے بعد مزید کام کروں گا اور دعا بھی ہے کہ اللہ جل شانہ ہم کو امام اہلسنت مولانا الشاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز کا کماحقہ تعارف اور آپ کی ملت اسلامیہ کے لیے عظیم خدمات سے دنیائے عالم کو روشناس کرانے کی قوت اور ہمت عطا فرمائے۔ امین“

(ماہنامہ جہان رضا لاہور، شمارہ جنوری ۲۰۲۱، صفحہ ۲۴)

۲۔ تیسیر ابواب الصرف:

”علم صَرف“ کے متعلق لکھی گئی امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ کتاب ۶۸۰ صفحات پر مشتمل ہے، اپنے موضوع پر بڑی مفید واہم کتاب ہے اور اس کے متعدد ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ عربی علوم میں ”علم صَرف“ کو بنیادی حیثیت حاصل ہے، قرآن وسنت کو سمجھنے، فقہ اسلامی سے کماحقہ واقفیت اور علوم اسلامیہ میں مہارت وثقاہت کے لیے اس علم میں مضبوطی ناگزیر ہے۔ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی علم صرف کی تاریخ اور اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوتے رقم طراز ہیں: چوتھی صدی کے اخیر تک علم صرف کو علم تصریف کہا جاتا تھا اور بعد میں یہ علم صرف کے نام سے مشہور ہو گیا۔ ابتدا میں اس علم کی جداگانہ حیثیت نہ تھی بلکہ یہ نحو میں شامل تھا۔ اس کے قواعد وضوابط نحو کی کتابوں میں نحو کے ساتھ ہی پڑھائے جاتے تھے مگر جب علوم میں وسعت پیدا ہوئی اور ان کے قواعد وضوابط میں تہذیب، تدقیق، تفصیل اور تشریح کا زمانہ آیا تو اُسے ایک مستقل علم کی حیثیت دی گئی۔ اسے مستقل علم کی شکل دینے والے علامہ ابو عثمان مازنی ہیں۔ صرف علوم آلیہ یعنی ایسے علوم جو قرآن حکیم اور احادیث مبارکہ کو سمجھنے میں معاون اور مددگار ہوتے ہیں اس کی ضرورت واہمیت کے بارے میں زبانِ زد عام وخاص عربی کا یہ مقولہ ہی کافی ہے: الصرف ام العلوم والنحو ابوھا۔

امام زرکشتی نے البرہان میں فرمایا: عربی زبان کو سمجھنے کے لیے علم الصرف کی اہمیت علم النحو سے بڑھ کر ہے کیونکہ علم صرف میں کلمہ کی ذات میں غور وفکر ہوتا ہے اور نحو میں اس کے عوارض اور طاری ہونے والے احوال پر غور کیا جاتا ہے۔ یہ اُن علوم میں داخل ہے جن کی ایک مفسر قرآن کو ضرورت ہوتی ہے۔ (البرھان فی علوم القرآن، ۱/۲۰۸)

علامہ ابن فارس نے کہا: جو آدمی اس علم کے حصول میں ناکام رہا وہ علوم کے ایک بڑے حصہ کے حصول میں ناکام رہا۔ جیسا کہ لفظ "وجد" کے معانی میں ابہام ہے جب اسے مختلف اوزان پر ڈھالا جائے گا تو ان کے معانی کی وضاحت ہو جائے گی۔ "وُجدا" مال کے ملنے کے لیے۔ "وجدانا" گم شدہ چیز کے پانے کے لیے۔ "موجدۃ" غضب ناک ہونے کے لیے اور "وجدا" غمگین ہونے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اَمَّا الْقٰسِطُوْنَ فَكَانُوْا لِجَهَنَّمَ حَطَبًا (الجن: ۱۵) ترجمہ: ظلم کرنے والے جہنم کا ایندھن ہوں گے۔ اور اسی قسط کے مادہ میں تغیر کے ساتھ ایک اور صیغہ آیا تو معنی بدل گیا۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے: وَ اَقْسِطُوْاؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (الحجرات: ۹) ترجمہ: انصاف کرو اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ "علم صرف" کا الفاظ کے معانی پر اثر ملاحظہ ہو کہ کس طرح ایک مادہ سے مختلف الفاظ کا معنی ظلم سے عدل میں تبدیل ہو گیا۔ (البرھان فی علوم القرآن، ۱/۲۰۸)

مذکورہ گفتگو سے "علم صرف" کی اہمیت کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے اور حضرت امیر المجاہدین علیہ الرحمہ تو اس علم میں امامت کا درجہ رکھتے تھے اور آپ کو بجا طور پر "امام الصرف" کہا جاتا تھا جس کا ثبوت آپ کا جامعہ نظامیہ لاہور میں درس نظامی کی ابتدائی کلاسوں کو ۱۲ سال تک مسلسل "علم صرف" پڑھانا اور اس علم میں امت کو دو عظیم الشان کتابوں کا تحفہ دینا ہے۔ "تیسیر ابواب الصرف" اس فن میں آپ کی پہلی تصنیف ہے۔

شرف ملت علامہ عبد الحکیم شرف قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ اس کتاب پر تبصرہ

کرتے ہوئے فرماتے ہیں: علم صرف میں کلمہ کی ساخت سے بحث کی جاتی ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ ایک مادہ کس طرح مختلف صورتیں اختیار کر کے مختلف معانی پر دلالت کرتا ہے۔ اس میں مختلف ابواب کی مختلف گردانیں ہوتی ہیں جن کا یاد کرنا طالب علم کے لیے ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں طلبہ کی آسانی کے لیے ابواب الصرف کے نام سے متعدد علماء نے کتابیں لکھیں ہیں۔ لیکن ان کتابوں میں اکثر وبیشتر گردانیں نامکمل لکھ کر آگے "الی آخرہ" لکھ دیا جاتا ہے جس سے طالب علم الجھن کا شکار ہو جاتا ہے کہ وہ بقیہ گردان کہاں سے یاد کرے۔ اس الجھن کو دور کرنے کے لیے جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کے فاضل اور کہنہ مشق مدرس مولانا خادم حسین نقشبندی سلمہ اللہ تعالیٰ نے پیش نظر "تیسر ابواب الصرف" ترتیب دی ہے جس میں اکثر وبیشتر ضروری ابواب کی مکمل گردانیں درج کی ہیں۔ کئی ابواب کی صرف صغیر اور کبیر کی مکمل گردانیں لکھیں ہیں۔ اور بعض ابواب کی صرف صغیر کی گردانوں پر اکتفاء کیا ہے اور ہر باب کے بعد اس کے متعلقہ مصادر کو بھی ذکر کیا ہے تاکہ طلباء اس سے بھرپور فائدہ اٹھائیں۔ امید واثق ہے کہ طلبہ اس کتاب کو دوسری کتابوں کی نسبت زیادہ مفید پائیں گے۔ ان شاء اللہ العزیز۔ اللہ تعالی ان کی سعی کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور طلبہ کے لیے ذریعہ منفعت اور سہولت بنائے۔ (تقریظ تیسیر ابواب الصرف، ص۵)

امیر المجاہدین علیہ الرحمہ خود اپنی اس کتاب کے متعلق لکھتے ہیں: صرف و نحو قرآنی تعلیمات کی روح تک پہنچنے کے دو بنیادی اور اہم ذریعے ہیں۔ اسی لیے کہا گیا ہے "الصرف ام العلوم والنحو ابوھا" مقام صد شکر ہے کہ آج بھی نفسا نفسی کے اس دور میں صرف و نحو کی باریکیوں سے آگاہ کرنے والے اساتذہ اور صرف و نحو پڑھنے والے طلبہ کی ایک کثیر تعداد موجود ہے۔ تقریباً تمام دینی مدارس کے طلبہ کو ابتدائی مرحلہ میں صرف و نحو پڑھائی

جاتی ہے۔ صرف کی اکثر کتابوں میں صرف صغیر کے قواعد بیان کر دیے جاتے ہیں اور گردانیں مکمل طور پر تحریر نہیں کی جاتیں جس سے طلبہ الجھنوں کا شکار رہتے ہیں، اپنی مشکلات کے حل کے لیے طلبہ ابواب الصرف کے نام سے مطبوعہ کتب کا سہارا لیتے ہیں لیکن یہاں بھی ساری گردانیں آسان سمجھ کر "الی آخرہ" کہہ کر ادھوری چھوڑ دی جاتی ہیں اور طلبہ اپنی الجھنوں میں بدستور مبتلا رہتے ہیں۔ راقم الحروف نے جامعہ نظامیہ رضویہ میں بارہ سال تک صرف و نحو کی ابتدائی کلاسیں پڑھائیں۔ اس عرصہ میں راقم نے طلبہ کی مشکلات کو قریب سے دیکھا اور محسوس کیا، ساتھ ساتھ ابواب الصرف کے موضوع پر دستیاب کتب کا مطالعہ کیا۔ گہرے غور و فکر کے بعد اللہ تعالیٰ کی توفیق اور حضور انور ﷺ کی نظر کرم سے اپنے حاصل مطالعہ کو تیسیر ابواب الصرف کے نام سے علم صرف کے طلبہ کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ امید ہے علم صرف کے اساتذہ کرام اس کتاب کو طلبہ و طالبات کے لیے مفید پائیں گے۔ (پیش لفظ تیسیر ابواب الصرف، ص۷)

۳۔ تعلیلات خادمیہ:

یہ "علم صرف" کے متعلق آپ کی دوسری عظیم الشان کتاب ہے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ دنیائے اسلام میں اس کتاب کی مثل موجود نہیں، یہ اپنی مثال آپ ہے۔ کیونکہ درس نظامی کے "علم صرف" میں "صیغوں کی تعلیلات" وہ حصہ ہے جیسے "علم ریاضی" میں "الجبرا" ہو۔ جس طرح "الجبرا" کے قوانین کا سمجھنا دشوار ہے یوں ہی "تعلیلات" کو سمجھنے میں بڑی دشواری ہوتی ہے مگر اللہ پاک امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے مزار پر انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے کہ آپ نے طلبہ درس نظامی کی یہ مشکل کافی حد تک کم کر دی۔

"تعلیلات خادمیہ" پر اپنے مقدمہ میں مفتی محمد علیم الدین صاحب لکھتے ہیں: یہ

ایک حقیقت ہے کہ قرآن وسنت کو سمجھنے کے لیے دیگر مطلوبہ علوم کے ساتھ علم صرف میں مہارت اور ملکہ ہونا بنیادی شرط ہے۔درس نظامی کے مدارس میں علم صرف اگرچہ نصاب کا بنیادی ولازمی جز ہے مگر المیہ یہ ہے کہ یہ علم پڑھانے کے باوجود عام طور پر اساتذہ کرام اپنے طلبہ میں اس علم کی مہارت پیدا کرنے میں ناکام رہتے ہیں جس کے برے اثرات ان کی ساری عمر میں ظاہر ہوتے رہتے ہیں لیکن مقام شکر ہے کہ بعض جید اساتذہ اس سے مستثنٰی ہیں جن میں سے ایک بڑا نام جامع معقول ومنقول استاذ الاساتذہ حضرت مولانا حافظ خادم حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔آپ کی مہد تربیت سے فیض یافتہ علمائے کرام اپنے ہم عصروں میں علم صرف کے لحاظ سے ممتاز ومنفرد نظر آتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم ،اساتذہ کرام کی تربیت اور بزرگوں کی نگاہ عنایات نے ان کی ذات میں یہ خوبی پیدا کر دی ہے کہ وہ اپنے زیر تعلیم طلبہ میں علم صرف میں مہارت اور ملکہ پیدا کر دیتے ہیں۔وہ برصغیر پاک وہند میں اس علم کے چند چوٹی کے ماہر اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں،انہیں یہ مقام استاذ العلماء حضرت مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ جیسی عظیم القدر ہستی کی نگرانی میں جامعہ نظامیہ جیسی عظیم درسگاہ میں مسلسل تیرہ برس تک اس فن کی تدریس سے حاصل ہوا۔

علم صرف کے متعلق لکھی گئی یہ کتاب مہموز،مثال،اجوف،ناقص،لفیف،مخلوط ابواب اور مضاعف کے ابواب کے سارے صیغوں،اصل صورت اور قوانین کے اجراء کے بعد مختلف حالتوں سے گزرنے کے بعد موجودہ صورت سے بحث پر مشتمل ہے۔یوں کہا جاسکتا ہے کہ علم صرف پر اس طرح کی مفصل کتاب نظر سے نہیں گزری اگرچہ "جامع التعلیلات" اس نہج کی ایک تالیف فارسی زبان میں موجود ہے لیکن "ہر گلے رارنگ وبوئے دیگر است" درحقیت انہوں نے اس کتاب میں اپنے تدریسی منہاج واسلوب کو تحریر کی زبان دینے کی کامیاب کوشش کی ہے۔(مقدمہ تعلیلات خادمیہ)

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی اس کتاب کا تعارف کرواتے ہوئے فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ اس نے ہمیں اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی سے سرفراز فرمایا اور عربی زبان کے ساتھ جو کتاب وسنت کی زبان ہے اشتغال کی توفیق عطا فرمائی اور ایسے عظیم اساتذہ اور محسنین کو ہمارے لیے مقدر فرمایا جنہوں نے ہمیں عربی زبان وادب کی تعلیم کے ساتھ دینی واخلاقی تربیت سے بھی نوازا۔ فالحمد للہ علی ذالك حمدا کثیرا۔ پیش نظر کتاب " تعلیلات خادمیہ " قوانین اور مفصل تعلیلات پر مشتمل ہے۔ مفصل تعلیلات لکھنے کی ضرورت اس لیے پیش آئی کہ مشاغل بڑھ گئے کہ پڑھنے پڑھانے والوں کے پاس اتنا وقت نہیں بچتا کہ وہ تمام صیغوں کی تفصیلا تعلیلات کریں۔ اس موضوع پر میری نظر سے کوئی مفصل کتاب نہیں گزری، اگر کسی نے کچھ لکھا ہے تو چند گردانوں پر اکتفا کیا یا متعدد گردانوں کے بعض صیغے لکھ کر باقی صیغوں کو ان پر قیاس کرنے کا اشارہ دے دیا۔ اس کتاب میں بعض صیغوں کو بعض پر قیاس کرنے یا چند صیغے لکھ کر "الی آخرہ" لکھنے والے اسلوب سے احتراز کیا گیا ہے۔ (حرف آغاز، تعلیلات خادمیہ، ص ۱۴)

فتاوی دیداریہ کا دیباچہ یا تقدیم:

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ کے متعلق ہم اپنا یہ مضمون مکمل کر چکے تھے کہ ۸ جنوری ۲۰۲۱ کو مدینہ منورہ میں مقیم ایک اہل محبت جناب محمد عرفان قادری صاحب نے ماہنامہ جہان رضا لاہور کا جنوری ۲۰۲۱ کا شمارہ پی ڈی ایف کی صورت میں ہمیں واٹس ایپ کیا جو حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی دو تحریروں پر مشتمل ہے، ایک آپ کا دورہ حدیث شریف کا مذکورہ مقالہ اور دوسرا "فتاوی دیداریہ" پر آپ کا تحریر کردہ "دیباچہ" ہے جو ماہنامے کے صفحہ ۴۹ تا ۶۴ پر پھیلا ہوا ہے۔ دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی، پھر ہم نے فتاوی دیداریہ کھول کر دیکھا تو وہاں یہ دیباچہ "تقدیم" کے نام سے کتاب کے شروع میں

صفحہ ۱۹ تا ۳۳ پر موجود ہے۔ دیباچہ کہیں یا تقدیم الغرض امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر بھی علم و معلومات کے موتیوں سے مالامال ہے۔ اس میں آپ نے درج ذیل عنوانات پر گفتگو فرمائی ہے: دین اسلام کی کاملیت و اکملیت، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری نبی ہونا، صحابہ کرام علیہم الرضوان کا تمام دینی و دنیاوی مشکلات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنا اور ان کے جوابات پانا، فتوی کی لغوی و اصطلاحی تحقیق، قرآن و سنت کی روشنی میں افتاء کی اہمیت، فتوی دور رسالت میں، فتوی دور صحابہ میں، فتوی بعد از دور صحابہ، فتوی بر صغیر پاک وہند میں، امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کی قائم کردہ شرعی مجلس کے احوال اور دینی خدمات، کتب فتاوی کی تاریخ، صاحب فتاوی دیداریہ کا تعارف، فتاوی دیداریہ کا شماریاتی جائزہ اور اس کی انفرادیت کا بیان اور آخر میں آپ نے فتاوی دیداریہ کے مرتب حضرت علامہ مفتی محمد علیم الدین نقشبندی اور ان کی کتب کا کچھ تعارف پیش کیا ہے۔ بہرحال یہ دیباچہ یا تقدیم بھی حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے آثار علمیہ میں سے ایک شاندار و جاندار علمی اثر ہے۔۔ اللہ کریم ہمیں استاذ العلماء حضرت علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان علمی آثار سے فائدہ اٹھانے اور انہیں عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اٰمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

راقم اپنی تحریر کا اختتام امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی اس نصیحت پر کرتا ہے جو آپ نے مدارس میں پڑھنے والے طلبہ کو فرمائی ہے، آپ فرماتے ہیں: ” دینی مدارس کے طلباء اِدھر اُدھر مت دیکھیں بلکہ اپنے عزائم بلند رکھتے ہوئے خالص درس نظامی خوب لگن اور محنت سے پڑھیں۔ “

اب تیرا بھی دور آنے کو ہے اے فقرِ غیوّر
کہ کھا گئی روحِ فرنگی کو ہوائے سیم و زر

ملفوظاتِ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی عصری معنویت

محمد طفیل احمد مصباحی

(سابق نائب مدیر ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور)

بہت حسین سہی صحبتیں گُلوں کی مگر ۔۔۔ وہ زندگی ہے جو کانٹوں کے درمیاں گزرے

زندگی سراپا حرکت و عمل کا نام ہے۔ بیکار ہے وہ زندگی جس میں حرکت و عمل کا عنصر شامل نہ ہو اور مفلوج ہے وہ حیات جس میں جہادِ فکر و عمل کا شعلۂ جوّالہ نہ بھڑکتا ہو۔ سِسکیوں سے شروع ہو کر ہچکیوں پر ختم ہونے والے مختصر سفر کا نام زندگی ہے، جس کے قدم قدم پر مسائل و مشکلات کا طوفان ہمارے آہنی عزائم اور مضبوط ارادوں کے تانے بانے بکھیرنے کے لیے ہمہ دم تیار رہتا ہے۔ بزدل، کم ہمت اور عیش و عشرت کے خوگر افراد اس طوفان کا مقابلہ نہیں کر پاتے، جب کہ بلند حوصلہ اور شاہین صفت افراد اس کا مردانہ وار مقابلہ کرتے ہیں اور طوفانِ حوادث کا رخ موڑ کر وقت کے صفحات پر ایک نئی تاریخ مرتب کر دیتے ہیں۔ زندگی کے دریا میں موجوں سے کھیلنا، طوفانوں سے مقابلہ کرنا، حوادثِ روزگار سے آنکھیں ملانا، جبر و استبداد کے پنجوں کو مروڑنا، ملک و معاشرہ کی غلط پرواز کا رخ پھیرنا اور مشکلات کا سامنا کرنا ہی درحقیقت زندگی ہے اور ان تمام چیزوں پر قابو پالینا، کامیابی کی علامت ہے، جس کے بعد کامیابیوں اور کامرانیوں کے سارے دروازے بتدریج کھلنے لگتے ہیں۔

امیر المجاہدین حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ان اولوالعزم مجاہدین اور شاہین صفت اسلامی قائدین میں سے ایک تھے، جن کی زندگی حرکت و عمل سے مزین اور اسلام و سنیت کے تحفظ و بقا کے لیے ہمیشہ کوشاں رہی۔ وقت کے اس جلیل القدر مجاہد کی زندگی سراپا حرکت و عمل تھی۔ وہ تادمِ حیات عظمتِ اسلام اور ناموسِ رسالت کے لیے لڑتے

رہے اور شیر حق بن کر باطل کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اس کو للکارتے رہے، جن کی پاداش میں انہیں بارہا قید وبند کی مشقتیں جھیلنی پڑیں اور صبر آزما مراحل سے گزرنا پڑا۔ لیکن قوم و ملت کا یہ بیباک مجاہد انجام کی پرواہ کیے بغیر استعماری قوتوں کے آگے ڈٹا رہا اور فتح و نصرت کا پرچم لہراتا رہا۔

حضرت امیر المجاہدین واقعی خادمِ دین و شریعت اور محافظِ ناموسِ رسالت تھے۔ ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف تحفظِ دین و شریعت تھا۔ اس لیے انہیں ہر اس فرد، جماعت اور تحریک و تنظیم سے شدید اختلاف رہا جو ناموسِ رسالت اور عقیدۂ ختمِ نبوت کے ساتھ کھلواڑ کرنے کے ارادے سے میدان میں آئی۔ موصوف کے اندر دینی حمیت اور ملی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ وہ ایمان و سنیت کے لٹیروں کو سبق سکھانے کا ہنر خوب جانتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بھی موقع ملا، انہوں نے اپنے دینی اصول اور اسلامی نظریات کا کھلم کھلا اظہار کیا اور حق بات بولنے میں مصلحت یا دنیوی منفعت کو آڑے نہ آنے دیا۔

ممتاز قادری کی رہائی کے لیے ہم نے تحریک چلائی اور مظاہرے کیے۔ اسی حوالے سے کیے گئے ایک مظاہرے کے دوران پولیس نے مجھے گرفتار کر لیا۔ جب مجھے گرفتار کر کے لے جایا جا رہا تھا تو میری ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھے ایک پولیس افسر نے طعنہ دیتے ہوئے کہا کہ: ”کیا تم نبی ﷺ کے ٹھیکیدار ہو؟ جب بھی تمہاری تقریر سنو، ناموسِ رسالت پر بات کرتے ہو۔ تمہیں اور کوئی موضوع نہیں ملتا؟“ میں نے کہا: ”میں نبی کریم ﷺ کا ٹھیکیدار تو نہیں، چوکیدار ضرور ہوں۔“ (علامہ خادم حسین رضوی کا سفر زندگی، ص:۱۱)

مزید لکھتے ہیں:

ناموسِ رسالت ﷺ کے تحفظ کے لیے چلائی جانے والی تحریک کے دوران محکمۂ پنجاب اوقاف کی طرف سے مجھے کہا گیا کہ میں یہ سلسلہ روک دوں، ورنہ ملازمت چھوڑنی پڑے

گی۔ قصہ مختصر سرکاری حکم تھا کہ آپ ناموسِ رسالت پر بات نہیں کر سکتے۔ میرے انکار پر مجھے ملازمت سے برطرف کر دیا گیا۔ (مرجعِ سابق، ص: ۱۲)

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ قوم و ملت کے ایک عظیم قائد اور بے لوث خادم تھے۔ سیادت و قیادت کے بنیادی اصول سے بخوبی واقف تھے اور اس سلسلے میں وہ صحابۂ کرام کے اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا تھے۔ تحفظِ شریعت، دینی استحکام اور ملی مفاد کے تمامی ممکنہ طریقوں کو وہ مسلم معاشرے میں رائج کرنا چاہتے تھے اور اس کام کے لیے وہ ہر آن کوشاں رہتے تھے۔ جرنیل صحابۂ کرام میں بالخصوص سیف اللہ المسلول حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے بڑے مداح تھے اور دینِ اسلام کی خاطر ان کی بے پناہ قربانیوں کو یاد کر کے ان کے ملی طریقِ کار اور جذبۂ جہاد کو اپنی زندگی میں نافذ کرنا چاہتے تھے۔ خود کہتے تھے: اسلام کے تمام سپہ سالار اپنی مثال آپ ہیں، لیکن مجھے سب سے زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے متاثر کیا۔ (مرجعِ سابق، ص: ۱۰)

آج عالمی سطح پر مسلمان جس نازک ترین صورتِ حال سے گزر رہے ہیں، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔ ایسے نامساعد حالات میں دین و دنیا میں کامیابی حاصل کرنے کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام، اولیائے عظام، اور علمائے ملتِ اسلامیہ نے جو رہنما اصول ہمیں بتائے ہیں، ان پر عمل کرنے کی سخت ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی کے خطبات و ملفوظات بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ راقم الحروف نے مندرجہ ذیل سطور میں موصوف کے وقیع ملفوظات کی عصری معنویت پر روشنی ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان پر عمل کرنے کی توفیق ارزاں فرمائے۔ آمین

عشق و محبت خواہ حقیقی ہو یا مجازی، اطاعت کی جڑ ہے اور اطاعت، دینی و دنیاوی کامرانیوں کا ذریعہ ہے۔ یہی وہ ماخذ و منبع ہے جہاں سے ہر قسم کی بھلائیاں جنم لیتی ہیں۔ عشقِ حقیقی (جو دراصل اللہ عزوجل، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اولیائے کاملین کی محبت کا نام

ہے) انسان کو خود سپردگی و جاں نثاری کی طرف ابھارتا ہے اور انسان کے اندر تسلیم و اطاعت کا جذبہ پیدا کرتا ہے۔ اس لیے دین و دنیا میں کامیاب ہونے اور ہمہ جہت ترقیوں سے ہمکنار ہونے کے لیے ضروری ہے کہ نبی کریم ﷺ کی سچی محبت دلوں میں پیدا کی جائے۔ جب دلوں میں آپ کی سچی محبت پیدا ہو جائے گی تو لا محالہ من جانب اللہ عبادت و اطاعت کی توفیق بھی ارزاں ہو گی۔ اس لیے حضرت امیر المجاہدین فرماتے ہیں :

" مسلمانو! اگر تم ترقی کرنا چاہتے ہو تو رسول اللہ ﷺ کی محبت اپنے دلوں میں راسخ کر لو۔"

(مرجعِ سابق)

آج پوری دنیا میں ظلم و بربریت اپنی انتہا کو پہنچ چکی ہے۔ انسانی حقوق کی پامالی ہو رہی ہے۔ عدل و انصاف کے نام پر کھلے بندوں (ڈنکے کی چوٹ پر) ناانصافی اور حق تلفی ہو رہی ہے۔ حقوقِ نسواں اور آزادیِ نسواں کے پُر فریب نعروں کا مقصد عورتوں کی عفت و عزت کے ساتھ کھلواڑ کرنا اور انہیں اپنی ہوس کا نشانہ بنانا ہے۔ غرض کہ آج کھلے بندوں انسانی حقوق اور بہو بیٹیوں کی عزت کے ساتھ کھلواڑ ہو رہا ہے اور اس کی واحد وجہ دینی تعلیمات سے دوری اور آئینِ شریعت کی خلاف ورزی ہے۔ اگر اسلام کے بتائے ہوئے قوانین کے مطابق حکومتیں فیصلہ کرنے لگیں ، نبی کریم ﷺ کا لایا ہوا دینِ رحمت تخت نشیں ہو جائے اور ہر طرف اسلامی قانون کا بول بولا ہو جائے تو پوری دنیائے انسانیت آنِ واحد میں امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔ اس حوالے سے حضرت امیر المجاہدین کے ملفوظات کا یہ حصہ ملاحظہ کریں اور اس کی عصری معنویت کی داد دیں:

"جب رسول اللہ ﷺ کا دین تخت پر ہو گا تو کوئی کسی کا حق نہیں مار سکے گا۔"

"بیٹیوں کی عزتوں کی حفاظت تبھی ہو گی جب حضور علیہ السلام کا دین تخت پر ہو گا۔"

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی درس و تدریس اور دعوت و تبلیغ میں گزری۔ ان کی زندگی خود دین کے سانچے میں ڈھلی ہوئے تھی اور وہ اپنی قوم کو بھی اسی دینی و مدنی رنگ میں دیکھنا چاہتے تھے۔ وہ تا دمِ حیات اس بات کے متمنی رہے کہ کہ مملکتِ خدا

داد پاکستان میں ایوانِ حکومت سے لے کر دیگر شعبہ ہائے زندگی اور عوام و خواص کی عام زندگی میں دینی اقدار کا غلبہ رہے۔ قول و عمل میں مطابقت اور گفتار و کردار میں یکسانیت رہے۔ ہمارا باطن، ظاہر کا آئینہ دار ہو۔ جو کچھ کہا جائے، پہلے اس پر عمل کر کے دکھایا جائے اور بلند بانگ دعووں کو حقیقت کا جامہ پہنا جائے۔ گھر میں بیٹھنے سے بات نہیں بنے گی۔ صحابۂ کرام کی سنتوں کو اپناتے ہوئے احقاقِ حق و ابطالِ باطل کی خاطر ہمیں اپنے گھروں سے باہر نکلنا پڑے گا، تب کہیں جا کر دینِ محمدی کا بول بالا ہو گا۔ اس لیے حضرت امیر المجاہدین اپنے مجاہدانہ اسلوب اور غازیانہ لب و لہجے میں فرماتے ہیں :

"باتوں سے بات نہیں بنے گی۔ دین نافذ کرنے کے لیے گھروں سے نکلنا ہو گا۔"

اس مختصر سے جملے میں جو گہرائی اور عصری معنویت پوشیدہ ہے، وہ اہلِ نظر سے پوشیدہ نہیں ہے۔

صدق دل سے محض کلمۂ طیبہ کا اقرار کر لینا ہی مسلمان ہونے کے لیے کافی نہیں ہے۔ مسلمان ہونے کا مطلب ہے: دینِ اسلام کی اطاعت کا پٹہ اپنی گردن میں ڈالنا اور اخلاص کے ساتھ اللہ و رسول کے احکام و فرامین پر عمل کرتے ہوئے دعوائے ایمان و اسلام کا ثبوت دینا۔ کسی بالغ نظر شاعر نے کیا ہی خوب کہا ہے:

چوں می گویم مسلمانم بلرزم کہ دانم مشکلاتِ لا الٰہ را

یعنی جب میں مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتا ہوں تو کانپ جاتا ہوں، کیوں کہ کلمۂ طیبہ کی مشکلات کو میں جانتا ہوں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مقدس میں ایک مقام پر اس حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ فرمایا ہے:

أَمۡ حَسِبۡتُمۡ أَن تَدۡخُلُواْ ٱلۡجَنَّةَ وَلَمَّا يَأۡتِكُم مَّثَلُ ٱلَّذِينَ خَلَوۡاْ مِن قَبۡلِكُم

مَّسَّتۡهُمُ ٱلۡبَأۡسَآءُ وَٱلضَّرَّآءُ وَزُلۡزِلُواْ حَتَّىٰ يَقُولَ ٱلرَّسُولُ وَٱلَّذِينَ ءَامَنُواْ مَعَهُۥ مَتَىٰ نَصۡرُ ٱللَّهِۗ أَلَآ إِنَّ نَصۡرَ ٱللَّهِ قَرِيبٞ (سورۃ البقرۃ: ۲۱۴)

ترجمہ : کیا تم خیال کرتے ہو کہ جنت میں داخل ہو جاؤ گے ؟ حالانکہ تمہیں وہ (حالات) پیش نہیں آئے جو ان لوگوں کو پیش آئے جو تم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ انہیں سختی اور تکلیف پہنچی اور وہ ہلا دیے گئے۔ یہاں تک کہ رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے تھے بول اٹھے کہ اللہ کی مدد کب آئے گی؟ سنو! بے شک اللہ کی مدد قریب ہے۔

غرض کہ مذہبِ اسلام ہم سے قربانی مانگتا ہے ۔ جذبۂ ایثار کا مطالبہ کرتا ہے اور سرفروشی کا عملی نمونہ ہمارے اندر دیکھنا چاہتا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان کو نوع بنوع مسائل و مشکلات اور ابتلا و آزمائش کے حوصلہ شکن مراحل سے گزارا جاتا ہے۔تب کہیں جاکر ایمان مکمل ہوتا ہے اور دین و دنیا کی سرفرازیاں نصیب ہوتی ہیں۔اس تناظر میں امیر المجاہدین علیہ الرحمہ کا یہ قول آبِ زر سے لکھے جانے کے لائق ہے:

"اسلام قربانیوں کا نام ہے، چیخنے چلانے کا نہیں "۔

دینی و دنیاوی عزت و رفعت نبی اکرم ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری پر موقوف ہے اور "لبیک یا رسول اللہ ﷺ" اسی اطاعت و فرماں برداری کا سرفروشانہ اظہار ہے ۔ حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ جس ملی قیادت کی باگ ڈور سنبھالے ہوئے تھے، اس کا پہلا اور بنیادی نعرہ یہی تھا۔ خفتہ اور پژمردہ قوم کو بیدار کرنے کے لیے "نعرۂ تکبیر و رسالت "کی ضربِ پیہم کی سخت ضرورت ہوا کرتی ہے۔ موصوف نے پوری زندگی فکری و عملی طور پر یہی کام کیا۔ اپنے خطبات و ملفوظات سے قوم کے اذہان و قلوب کو گرماتے رہے اور اس کی بے حس رگوں میں تکبیر و رسالت کے ایمان بخش صور پھونکتے رہے۔ موصوف کی

قیادت میں حمایتِ ملی اور تحفظِ ناموسِ رسالت کی خاطر فیض آباد اور دیگر مقامات کا تاریخ ساز احتجاج اسی "نعرۂ تکبیر و رسالت" کا نتیجہ تھا، جس نے حکومتِ پاکستان کے ایوان میں زلزلہ برپا کر دیا تھا۔ موصوف زندگی بھر یہی پیغام دیتے رہے کہ:

" اگر دنیا و آخرت میں عزت چاہتے ہو تو "لبیک یارسول اللہ ﷺ" کا نعرہ لگادو"۔

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی تحریک سے وابستہ تمام حضرات کو دین دار، خدا ترس اور شریعت کا غایت درجہ پابند دیکھنا چاہتے تھے۔ ان کے وعظ و تلقین کا بنیادی عنصر دین، اقامتِ دین اور نفاذِ دین ہوتا اور وہ اس سلسلے میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقۂ کار پر عمل پیرا تھے۔ موصوف اپنے مریدوں اور عاشقوں کو دینِ اسلام کا سچا خادم اور صحابۂ کرام جیسا بے لوث اور بیباک مجاہد بنانا چاہتے تھے۔ وہ فرماتے کہ اسلام تمہارا محتاج نہیں ہے، تم اس دینِ رحمت کے محتاج ہو۔ تم دینِ اسلام کے احکام و ہدایات پر دل و جان سے عمل کرو، عزت و رفعت اور عظمت و شوکت تمہارے ہاتھوں میں ہوگی۔ مندرجہ ذیل دونوں ملفوظ ملاحظہ کریں اور عہدِ حاضر میں ان کی اہمیت و افادیت کا اندازہ لگائیں:

"صحابۂ کرام نے پیٹ پر پتھر باندھ کر بھی نماز نہیں چھوڑی اور تم اعلیٰ قسم کا کھانا کھا کر کہتے ہو کہ دین پر چلنا مشکل ہے!!"

"اگر کوئی اسلام کی مدد نہ کرنا چاہے تو اسلام اس کی مدد کا محتاج نہیں ہے۔ اسلام تو کمزوروں کو اتنی طاقت دیتا ہے کہ وہ ظالموں کے سامنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور فتح یاب ہو جاتے ہیں۔"

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قومِ مسلم حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت و کردار اور ان کے اقوال و ارشادات پر عمل کرے اور ان کے مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے دامے درمے قدمے سخنے اپنا تعاون پیش کرے۔

لبرلز کے حلق کا کانٹا

ابن حنیف قادری

(مدرس جامعہ نضرۃ العلوم)

ایک گیدڑ شہر میں نکل آیا، رنگریز کی دکان کی چھت پر چڑھ گیا اور رنگوں کے امتزاج کے حسن میں اتنا منہمک ہو گیا کہ اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ رنگوں کہ ڈبّوں میں ڈبکیاں لینے لگا، ایک ڈبے سے دوسرے ڈبے میں منتقل ہوتے ہوئے بڑی مشکل سے جان بچائی اور جنگل کی طرف دوڑ لگائی، جنگل پہنچ کر مجمع میں شیخی بگھارنے لگا، کہ میں اب "گیدڑ "نہیں ہوں بلکہ "مور" ہوں، کسی نے کہا کہ: "اگر تم مور ہو تو اپنے پروں کو پھیلاؤ؟ تو اس نے کہا کہ: "پروں کو رہنے دو، بس میرا رنگ دیکھو"، ایک اور آواز آئی کہ: "اگر مور ہو تو ذرا ناچ کے دکھاؤ؟" تو اس نے پھر یہی کہا کہ: " ناچنے کو چھوڑو فقط میرا رنگ دیکھو"۔۔۔۔۔

آج مسلمان کی بھی یہی کیفیت ہے کہ ہم مشیتِ الٰہیہ سے مسلمان کے گھر پیدا ہو گئے، اگر ہم سے پوچھا جائے کہ قرآن وحدیث کو سمجھ کر اس پر عمل کر رہے ہو؟ تو ہمارا جواب ہے، اسے رہنے دو، ہم مسلمان ہیں۔ ۔۔جہاد کرتے ہو؟۔۔۔توبہ توبہ ایسی تکلیف دہ باتیں چھوڑو۔۔ "ہم مسلمان ہیں"۔۔۔دین کی سربلندی کیلئے سیاست وسربراہی کے حصول کی کوشش کرتے ہو؟۔۔۔ سیاست تو گندگی کا ڈھیر ہے، اسلام اور سیاست متضاد ہیں، "ہم مسلمان ہیں" ۔۔۔پردے کے بارے میں کیا خیال ہے؟۔۔۔ یہ مولویوں کی باتیں ہیں، دل کا پردہ ہونا چاہئیے، "ہم مسلمان ہیں" ۔

سیکولرازم (لادینیت) اور لبرل ازم (آزادروی) کوئی مذہب نہیں جس کی اپنی عبادت گاہ، مخصوص تہوار اور چند مقدسات ہوں، بلکہ یہ ایک زہریلی سوچ ہے جو سوچ کو اَوج سے

روکتی ہے اور فکری جمود پیدا کرتی ہے۔ برسوں ہم پر یہی جمود طاری تھا، پس اس زنگ آلود انجن میں برقی سبک روی لگا کر اسے منزل کی جانب رواں دواں کرنے کا سہرا "امیر المجاہدین" کے سر پر ہے اور خوب سجتا ہے، انتہائی نڈر، بے باک اور امت کی بیماری کو جانچنے والے اس شیر نے سیکولر اور لبرل سوچ کے حاملین کو بہت کاری ضرب لگائی ہے، آیئے ہم آپ کو اسکی چند جھلکیاں دکھاتے ہیں :

ا۔ سیکولرازم نام ہے مذہب کو سیاست سے الگ رکھنے کا، ان کی کوششیں اتنی نتیجہ خیز ہیں کہ بیسویں صدی کے آغاز سے مسلمانوں کی سیاسی و مذہبی تنظیمیں کبھی تخت کی دعویدار نہیں رہیں تو جدوجہد کجا،۔۔ان کا یہ خواب تھا کہ یہ سوچ مزید برقرار رہے گی لیکن امیر المجاہدین نے انکے خواب کو چکنا چور کردیا ،ملاحظہ ہو کچھ تقریری اقتباسات :

" کہتے ہیں کہ مولوی کا سیاست سے کیا تعلق ہے ؟ جب حضرت یوسف علیہ الصلوۃ السلام سے پوچھا گیا کہ سات سال کی خشک سالی سے کیسے نجات پائیں گے ؟ تو انہوں نے فرمایا: "مجھے وزیرِ خزانہ بنادو" ، ان لوگوں نے نبیوں کی سیاست پڑھی ہوتی تو انہیں کچھ پتہ ہوتا"۔

"اقبال کہتا ہے: غیرت مند فقیروں کا دور بھی آنا ہے، ان شاء اللہ وہ آنا ہے، رسول اللہ ﷺ کا دین تخت پر آنا ہے۔"

"پاکستان تمہاری غنڈہ گردی، مندروں کی تعمیر، مرزائیوں کی حمایت، لبرل طبقے کی اسلام مخالف باتوں کے لیے نہیں بنا، یہ جگہ تو اس لیے بنی ہے کہ مسلمان یہاں پاؤں رکھ کر دین کا اتنا کام کریں کہ پوری دنیا پر حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا دین غالب آجائے۔"

" یہ لوگ کہتے ہیں کہ لبیک والے سیاست کے لیے مذہب کو استعمال کرتے ہیں ؟

میں کہتا ہوں کہ پہلے قائد اعظم کی قبر پر جا کر پوچھو کہ تم نے جب پاکستان بنایا تو کلمہ کو استعمال نہیں کیا؟ تم اپنے ہاتھ اور اپنی سوچ بھی اسلام کے خلاف استعمال کرو، کیا تمہارے مقابلے میں کوئی مسلمان کھڑا نہ ہو؟"

۲۔ سیکولرازم کو اپنی بقاء کے لیے مذہب میں شکوک و شبہات پیدا کرنا ضروری ہوتا ہے، مثلاً ختم نبوت، گستاخ رسول کی سزا کے قانون میں ردّوبدل اور اس پر جرح وقدح کو فی زمانہ تختہ مشق بنایا گیا ہے، امیر المجاہدین نے اس میدان میں بھی عملی قربانیاں دیں اور طویل دھرنے دیئے اور شہادتیں بھی ہوئیں، فرماتے ہیں:

"جب تمہارے بارے میں کوئی بات ہو تو شام سے پہلے بندے کو گھر سے اٹھا لیتے ہو لیکن سرعام رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا انکار کیا جارہا ہے، انٹرنیٹ پر گستاخیاں کی جارہی ہیں تو قانون کے محافظ ادارے کیوں بے کار بیٹھے ہیں؟"

" ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے نبی کی عزت پر پہرا دیا تو یورپ کو تکلیف ہوئی ہے کہ اس قانون کو ختم کیا جائے، دوسری جانب ملک شام میں ہزاروں بم گرا کر لاکھوں گھر اور افراد خاکستر کر دیئے جائیں تو کلمۂ افسوس ظاہر نہیں ہوتا"۔

" فتح مکہ کے موقع پر ایک کتیا اور اسکے بچوں کی حفاظت کے لیے صحابی کو مامور کیا گیا اور ابن خطل ایک انسان کو کعبہ کے پردوں کے ساتھ لٹکتا ہوا کیوں قتل کیا گیا؟"

۳۔ سیکولرازم کا تیسرا مقصد مذہبی تعلیم سے دور رکھنا اور مادّہ پرستی کو فروغ دینا ہے، امیر المجاہدین نے دونوں راہوں میں نوکیلے پتھر ڈال دیئے، ملاحظہ ہو:

" قرآن حدیث ایک طرف رکھ دیا، اسوۂ رسول، صدیقی، فاروقی، عثمانی و مرتضوی دور کو پیچھے رکھو، اسلام نے تو کام ہی کوئی نہیں کیا، اصل کام تو یہود و نصاری و مشرکین نے کیا ہے، ان کی تعلیمات اوپر لاؤ، انگریزی اوپر لاؤ، اسکول و کالج بناؤ، کرکٹرز کو

کڑوڑوں روپے دو، گانے والیوں کو گولڈ میڈل دو اور مساجد سے اسپیکر اتار دو۔"

" کہتے ہیں اسلامو فوبیا ہو گیا ہے، کسی کو اسلامو فوبیا نہیں ہوا، مساجد کے اسپیکر (Speaker) تم نے اتارے یا ٹرمپ (Trump) نے آکر اتارے ؟ قرآن و حدیث نصاب سے تم نے نکالا یا مودی نے آکر نکالا ؟ دینی مدارس پر پابندیاں تم لگاتے ہو یا وہ باہر سے آکر لگاتے ہیں؟ گستاخِ رسول کے ساتھ تم کھڑے ہوتے ہو یا وہ باہر سے آکر کھڑے ہوتے ہیں؟ ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کو تختہ دار پر تم نے لٹکایا یا انہوں نے؟

"رسول اللہ ﷺ کی غلامی اختیار کرو، انہیں جانا، انہیں مانا، بس اتنی بات ہے، انگریزی پڑھانے سے قوم ترقی نہیں کرتی، مسلمان ترقی تب کرے گا، جب جنگِ یرموک میں سپہ سالار کہنے لگا کہ قرآن اور ذکر اللہ اتنا بلند کرو کہ کسی کی گفتگو سمجھ میں نہ آئے۔"

"ہم جس اسلام کی بات کرتے ہیں وہ اسلام امیر المؤمنین کو ۳۰۰ کنال کے بنگلے میں رہنے کی اجازت نہیں دیتا، نہ پچاس گاڑیاں آگے، نہ پچاس گاڑیاں پیچھے، حضرت عمر فاروق ۳۶ لاکھ مربع میل کے حکمران، جب بیت المقدس کی فتح کے لیے نکلے تو ایک ہی سواری تھی تا کہ بیت المال پر بوجھ نہ پڑے۔"

"پتھر پیٹ پر باندھ کر کسی صحابی نے یہ نہیں کہا کہ: یارسول اللہ ﷺ یہ تین قبیلے یہودیوں کے بہت مالدار ہیں، ان سے گندم مانگ لیں۔"

۴۔لبرل ازم نام ہے آزادی کا، ہر قسم کی پابندی سے ہٹ کر انسان جو مرضی چاہے کرے، امیر المجاہدین اس کو اسلام کے عین مخالف سمجھتے تھے اور حق بھی یہی ہے کہ یہ عین مخالف اسلام ہے، فرماتے ہیں:

" فخر یہ کہتے ہیں کہ "ہم لبرل ہیں" اسلام اور لبرل ازم کا کوئی تعلق نہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مومن کی مثال اس اونٹ کی طرح ہے جس کی نکیل اسکے مالک کے ہاتھ میں ہو۔"، تم کونسے آوارہ اونٹ ہو جسکی نکیل ہی نکلی ہوئی ہے۔"

۵۔ لبرل ازم اپنی آزادروی میں جہاد کے خلاف بھرپور پروپیگنڈا کرتا ہے، امیر المجاہدین نے جہاد کے جھنڈے کو سربلند کر کے فقط لبرل ازم کو دھچکا نہیں لگایا بلکہ اسلام کی روح کو اجاگر کیا اور اہل سنت پر لگے دھبے کو بھی صاف کیا؛ جن کے محراب و منبر سے فقط نفس کے خلاف جہاد کی آوازیں آتی تھیں:

" جو قوم جہاد فی سبیل اللہ تعالی کو چھوڑ دے گی، اللہ تعالی اسکو ذلیل کر دے گا، اس لیے انہوں نے سب سے پہلے جہاد کو گالی بنایا، دہشتگردی قرار دیا، ۵۶ اسلامی ممالک ہیں کوئی جہاد نہیں کر رہا، سب غلامی کر رہے ہیں۔"

" میرا جرم یہ ہے کہ میں کہتا ہوں: صلاح الدین ایوبی آیا، نورالدین زنگی آیا، شہاب الدین غوری آیا، محمد بن قاسم آیا، طارق بن زیاد آیا، یوسف بن تاشفین آیا، شیر شاہ سوری آیا، التمش آیا، اورنگزیب عالمگیر آیا، یہ کہتے ہیں ارے یہ کون آیا، ہم نے تو ان کو گہری نیند سلادیا تھا، جہاد ختم ہو گیا ہے، اسلام تو امن کا درس دیتا ہے"

" جب میں ڈاکٹر عبد القدیر خان سے ملا، تو میں نے ان کے ہاتھ چوم لیئے، تو ڈاکٹر صاحب نے کہا: آپ نے ایسا کیوں کیا؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "تیر بنانے والا، پکڑانے والا، چلانے والا، سب جنتی ہیں"۔ میں نے آپ کے ہاتھ اس لیے چومے کہ اس ہاتھ نے ایٹم بم بنایا، یہ بات سن کر وہ رو پڑے۔"

"اوپر سے لے کر نیچے تک جنگ کی بات ہی کوئی نہیں سننا چاہتا، ہم ایٹمی پاور ہیں

ہمیں چاہیے کہ اسے استعمال کریں، اسلام کی پاور اگر تم جانتے تو کشمیر میں ایک بھی دن کرفیو نہ لگتا۔ "

" جب فرانس نے رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے بارے میں ڈرامہ بنایا، سلطان عبد الحمید ثانی نے جنگی لباس پہنا اور انکے سفیر کو بلایا اور کہا کہ " ڈرامہ بند کرو " سفیر کہنے لگا کہ: " اب ٹکٹ سارے فروخت ہو چکے ہیں "، سلطان نے اپنی تلوار لہراتے ہوئے کہا کہ " کل سے امت مسلمہ میں جہاد کا اعلان ہے۔ "

۶۔لبرل ازم کے منشور میں شامل بے حیائی کے فروغ کے خلاف بھی ببانگ دُہل جہاد کیا :

" نکاح ہم سے پڑھاتے ہیں، پھر جاہلیت کی رسوم گھر میں ادا کرتے ہیں، شادی میں مائیں بہنیں اور بیٹیاں بھی ناچیں، پھر ماں باپ فخر سے کہتے ہیں کہ " ہماری بیٹی ناچ رہی ہے "، ڈوب مرو کلمہ رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا پڑھتے ہو اور بیٹیاں نچواتے ہو۔ "

" حکومت نے پردے کی بات کی ہے تو عورتیں چیخ اٹھی ہیں، " یہ کون ہوتے ہیں ہمیں زبردستی پردہ کروانے والے "، میں کہتا ہوں " اے عورتوں! تمہیں پتہ ہی کچھ نہیں، ایک دن پانچ کپڑے پہنا کر تمہیں دفن کر دیا جائے گا، اس دن یہ نہ کہنا کہ یہ بڑا بوجھ ہے مجھے نہیں پہننا، یہ کہو گی کہ " مجھے برہنہ قبر میں ڈال دو " شرم نہیں آتی مسلمان عورت کو یہ بات کرتے ہوئے، دوپٹوں کو بوجھ سمجھتی ہیں، اتنا تو انہوں نے اسلام کے دشمنوں کہ خلاف نہیں بولا۔

جن کا آنچل نہ دیکھا ماہ و مہر نے اس ردائے نَزاہت پہ لاکھوں سلام

نہ چاہتے ہوئے بھی تحریر طویل ہو گئی اور ابھی بھی تشنگی برقرار ہے، اللہ سبحانہ تعالی امیر المجاہدین کی قبر میں کروڑوں انوار داخل فرمائے اور ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ طہ ویس۔

نسل نو کو فکر حریت سے اجاگر کرنا

رحم حسین ناریجو
(متعلم جامعہ نصرۃ العلوم)

اس جسد خاکی کو فنا ہے بقا تو صرف کردار کو ہے، بھلا اس جہان رنگ و بو میں کون پوچھتا ہے؟ ہاں مگر وہ صاحب اسرار و کردار زندہ رہتے ہیں چاہے وہ تاریخ کے اوراق ہوں یا دلوں کی سلطنتیں، تاریخ ایسی مثالوں سے بھری پڑی ہے۔ اس سنہری فہرست میں دور حاضر کی ایک انقلابی روح پیدا کرنے والی شخصیت علامہ خادم حسین رضوی کا نام نہ لینا یہ تاریخ سے عہدِ وفا نہیں بلکہ ستم ظریفی ہو گا۔

مختصر سی زندگی میں بڑے بڑے ناموں کو حالات کے ساتھ چلتے دیکھا مگر رضوی صاحب وہ کمال شخصیت تھے جو حالات کو نہ صرف اپنے پیچھے چلاتے تھے بلکہ دوڑاتے تھے، میں نے یہ قول عرصہ دراز سے پڑھ رکھا تھا: ''الحق مر ولو كان در'' اس کا مصداق رضوی صاحب تھے، ان کا انداز گفتگو تلخ سہی مگر ایک عہد کا خلاصہ تھا، ایک بیداری کی نوید تھی، وہ زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نا سکے قند، اپنے بھی خفا اور بیگانے بھی ناخوش تو ہونے ہی تھے۔

نجات طوقِ غلامی اور بیداری کیلئے اگرچہ کچھ اور بھی کچھ کہہ لیں مگر مبدا اور مصدر رہے فکر حریت اور رضوی صاحب نے ایک سوئی ہوئی قوم کو فکر حریت سے آشنا کیا، اسلاف کی تاریخ عزیمت کو نسل نو کی رگوں میں اس طرح گھول دیا کہ شرق تا غرب آج نسلِ نو میں حریت کا خون دوڑ رہا ہے، جس کا مظہر ان کا جنازہ تھا۔ ڈاکٹر اقبال نے بہت پہلے یہ کہہ دیا تھا:

ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بیزار کرے
موت کے آئینے میں تجھ کو دکھا کر رخِ دوست

زندگی تیرے لیے اور بھی دشوار کرے

یقیناً اسی فکر کا مصداق علامہ صاحب تھے اور ہمارے زمانے کے امام بر حق تھے، ملت بریلوی میں باوجود حق پر ہونے کے، پچھلے کئی عرصے سے جمود طاری تھا، اسلاف کا وہ بابِ عزیمت نظامِ خانقاہی کی نظر ہو چکا تھا، مجدد الف ثانی، کفایت اللہ کافی، فضل حق خیر آبادی کے افکار گویا قصۂ پارینہ تھے اور جہاد کا تصور تو طالبان اور داعش کی علامت بن کر دھندلا ہو چکا تھا، لیکن اس مرد قلندر نے بر سرے ممبر و محراب "الجهاد الجهاد لبیک لبیک" کی صدائیں بلند کیں، یہ وہ منظر تھا کہ کفار پر ہیبت طاری کر دیتا تھا۔

کسی بھی قوم کی نسلِ نو میں حرارت تو یہ تقاضائے فطرت ہے بات ہوتی ہے اس کو صحیح چلانے کی ہمارے سامنے بہت ساری تنظیمیں (لسانی، مذہبی) تخریبی کاموں میں نسلِ نو کو استعمال کر رہی ہیں، لیکن کمال تھا یہ کہ جان کی قربانی تو دی مگر کبھی کسی نوجوان نے ریاست مخالف نہ سوچا بلکہ اس کے مصداق ٹھہرے۔۔۔ ع

تیرا ظلم ہی کافی ہے مجھے بیدار کرنے کے لیے

یہ یقینا آپ کی تربیت کا اثر تھا، ہمیشہ یہی پیغام دیا:

"دہشت گردی پر ہمارا کروڑواں حصہ بھی تصور نہیں"

نمائندہ کفر کو رضوی صاحب سے تو مسئلہ تھا ہی لیکن سب سے بڑا درد یہ تھا کہ اسی وقت جب نسل نو محمد بن قاسم، صلاح الدین ایوبی کی باتیں پڑھنا تو کجا سننا بھی ترک کر چکی تھی اس دور میں خالد بن ولید کی تلوار کی بات کی، موت کا خوف نکالا اور انسان کے آڑے یہی زندگی آتی ہے اس زندگی سے بیگانہ کر دیا، گویا کہ جس طرح ڈاکٹر اقبال نے تصور پیش کیا ہے کہ ابو جہل کی روح کعبہ میں آکر نوحہ کرنے لگی:

سینہ ما از محمد داغ داغ

از دم او کعبہ را گل شد چراغ

ہمارا سینہ محمد ﷺ کی وجہ سے داغ داغ ہے، اس کے دم سے کعبہ کا چراغ بجھ گیا۔

از ہلاک قیصر و کسری سرود

نوجوانان را ز دست ما ربود

اس نے قیصر و کسری (بادشاہوں) کی بربادی کی باتیں کیں، وہ نوجوانوں کو ہمارے ہاتھوں سے اچک لے گیا۔

امیر المجاہدین نے کفر کی بربادی کو بر سر محفل بیان کیا، "ہالینڈ دا سور" تو کبھی "فرانس دا سور" تو کبھی "کبھی مودی گائے دا مُوتر پیئن والا"۔ کبھی انڈیا پر، کبھی فرانس پر غوری، ابدالی، شاہین چلانے کی بات کرتے، یہ سحر بیان "نسل نو" کو اتنا بھا گیا کہ وہ دیوانہ وار دوڑے چلے آئے، اکیلے چلے تھے جانب منزل لوگ آتے گئے کارواں بنتا گیا۔

میں آخر میں یوں خراج تحسین پیش کر رہا ہوں؛

وہ سالار عزیمت وہ باب استقامت

تھم نہ سکا فکر انکا، باطل سے ٹکرا کر چلا

شاتمانِ رُسل پر برسرممبر معاند رہا

تبھی تو معاصر کو بھی رلا کر چلا

عاشقانِ مصطفی کی دھڑکنیں تھی وابستہ ان سے

وہ دلوں کی دھڑکنوں کو جلا کے چلا

نسل نو کو فکر حریت سے بیدار کرنا

دور حاضر میں گویا وہ کرشمہ کر کے چلا

امیر المجاہدین کی پر کشش شخصیت

ابوالحسین محمد فضل رسول رضوی
(صدر مدرس نور حمزہ اسلامک کالج)

اللہ رے تیرے سلسلۂ زلف کی کشش
جاتا ہے جی ادھر ہی کھنچا کائنات کا

سائنسدانوں کے مطابق یہ نظامِ شمسی کششِ ثِقَل پر قائم ہے یہ قوّت کشش ختم ہو جائے تو اس نظام کا باقی رہنا ممکن نہیں ہمارا مقصود اس سائنسی نظریہ سے بحث کرنا نہیں البتہ ہمارا مشاہدہ یہ بتاتا ہے کہ انسانی معاشرے میں بھی باہمی کشش کی بنیادوں پر ہی نظم وضبط قائم ہے اسی بنیاد پر ہی محبت و نفرت کے رشتے جنم لیتے ہیں تہذیبیں بنتی بگرتی ہیں داخلہ و خارجہ پالیسیاں ترتیب دی جاتی ہیں لہذا یہ ایک کھلی حقیقت ہے کہ ہر انسان کے اندر کسی نہ کسی گوشے میں یہ قوّت ضرور پوشیدہ ہوتی ہے یہی قوت ظہور میں آجائے اور طاقت پکڑ لے تو انسان پر کشش کہلانے لگتا ہے۔

ہمارے ممدوح شیخ الحدیث و التفسیر استاذ العلماء امیر المجاہدین حضرت علّامہ مولانا حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک ایسی نادرِ روزگار پر کشش شخصیت کا نام ہے کہ جن کی ذات میں پائی جانے والی مقناطیسی قوت کے زاویوں اور جہتوں کا شمار اس مختصر مضمون میں نہیں ہو سکتا اسکے لیے ایک طویل دفتر درکار ہے۔

انکی روشن پیشانی، دلکش نقوش، دلوں کو چیر کر اندر اتر جانے والی بڑی بڑی آنکھیں، لبوں پر بکھرتی ہوئی مسکراہٹیں، چہرے پر جلال وجمال کا حسین امتزاج انکی پر کشش شخصیت کا ایک حصہ ضرور تھیں مگر اہلِ نظر کو صاف دکھائی دیتا تھا کہ ان سب خوبیوں کے

پیچھے کوئی اور ہی چیز چھپی ہوئی ہے (گل وچ ہوراے) کہ دیکھنے والوں کی زبانوں پر بے ساختہ اللہ اللہ جاری ہو جاتا اور ذہن میں حدیث نبوی کے الفاظ نقش ہو جاتے ہیں کہ حضور سید دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے عرض کیا گیا مَنْ اَوْلِيَاءُ اللّٰہِ؟ (اللہ کے ولی کون لوگ ہیں؟) ارشاد فرمایا: اَلَّذِيْنَ اِذَا رُاُوْا ذُكِرَ اللّٰہ (وہ لوگ ہیں جنہیں دیکھ کر خدا یاد آجائے۔)(کتاب الاولیاء لابن ابی الدنیا، الحدیث:۱۵)

ان کی شخصیت کو پرکشش بنانے میں جو بنیادی چیز کارفرما تھی وہ ان کے رگ و پے میں سرایت کرنے والا جزبہ تھا "جذبۂ عشقِ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم" یہ جذبہ ایک طاقتور سے طاقتور مقناطیس سے بھی زیادہ کشش رکھتا تھا جس نے کائنات عالم کو ایک مرکز سے جوڑ رکھا ہے اور جو اس کے دائرہ کشش میں آکر مرکزِ جان وجہان سے جڑ جاتا ہے تو وہ خود بھی مقناطیسی قوتوں کا حامل ہو جاتا ہے جس طرح الیکٹرک چارج میتھڈ(Electric charge method) طریقے کے مطابق لوہے کے ٹکڑے سے برقی رو(Electric current) گزاری جاتی ہے یا دوسرے طریقے سٹروک میتھڈ (stroke method) سے لوہے کے ٹکرے کو مقناطیس پر رگڑا جاتا ہے تو اس ٹکڑے میں بھی مقناطیسیت (magnetism) منتقل ہو جاتی ہے، بلا تشبیہ و تمثیل حبِّ رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے جذبہ کی برقی رو جس سینے میں داخل کی جاتی ہے تو اس سینے میں بھی ایک کرنٹ دوڑ جاتا ہے اور وہ خود مقناطیس بن جاتا ہے لوگ اسکی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ امیر المجاہدین نے یہ کرنٹ امامِ اہل سنّت اعلی حضرت الشاہ امام احمد رضا خان فاضل بریلی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتبہ عشق سے حاصل کیا اور شاعر مشرق علّامہ اقبال کے کلام نے انکے دل و دماغ میں برقی رو دوڑا دی پھر وہ خود ہی مقناطیسی خصوصیات کے حامل ہو گئے۔ لوگوں کے قدم انکی جانب دوڑنے لگے۔ لوگوں کے دل ان کی طرف کھنچے چلے آنے لگے ظاہری نگاہوں سے یہی نظر آتا تھا کہ یہ جلوس یہ ججوم یہ ریلیاں یہ ٹھاٹھیں مارتے ہوئے

سمندر علّامہ خادم حسین کی طرف دوڑتے آرہے ہیں مگر حقیقت میں امیر المجاہدین کے جلوس میں یہ ایک جہان اس مرکز کی طرف دوڑ کر جا رہا تھا۔ اس جانِ جہاں کے قدموں میں سروں کے نظرانے نچھاور کرنے کے لیے بے قرار ہو رہا تھا، جس جان کائنات ﷺ کے جذبۂ عشق کی مقناطیسی لہروں نے امیر المجاہدین کو بے خود بنا دیا تھا اور پھر وہ عالمِ بے خود میں مست ہو کر پڑھتے تھے:

انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

اور کبھی اقبال کی زبان میں یوں گویا ہوتے تھے:

شوق تیرا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل غیاب و جستجو عشق حضور اضطراب

امیر المجاہدین کی بارگاہ میں حاضر ہونے والے اس حقیقت سے انکار تو نہیں کر سکتے کہ وہ بے پناہ خوبیوں کے باوجود عجز و انکساری کا پیکر تھے اور یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے کہ عاجزی وہی کرتا ہے جو کسی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرد تن بود ہو شمن گزیں
فہد شاخ پر میوہ سربر زمین

عقلمند ہی عاجزی اختیار کرتا ہے پھلوں سے بھری ہوئی شاخ زمین کی طرف جھک جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ پھلوں سے خالی سر بلند شاخ کی طرف کوئی نہیں آتا لیکن پھلوں سے بھری ہوئی شاخ کی طرف چھوٹے بڑے سب مائل ہوتے ہیں کہ وہاں سے انہیں کچھ حاصل

ہوتا ہے امیر المجاہدین کا یہ وصف بھی ایک بار آنے والے کو بار بار کھینچ کر انکے پاس لے آتا ہے اور وہ عجز و انکساری کے ساتھ محبتوں کے پھول بانٹتے رہتے تھے اور لوگ کشاں کشاں دامن پھیلائے ہوئے انکے پاس حاضر ہوتے تھے۔

اللہ تعالی نے ان کو بے پناہ قوتِ حافظہ کی دولت سے مالامال کیا تھا۔ وہ اقبال کے اشعار پڑھتے تھے خود بھی جھوم جاتے تھے اور سننے والے بھی عش عش کر اٹھتے تھے، وہ اساتذہ فن کے اردو فارسی اشعار سے اپنے خطاب کو پر کشش بنادیتے تھے فاضل بریلوی کے اشعار سے وہ دلوں میں عشقِ رسول ﷺ کی لہریں دوڑا دیتے تھے انکی تقاریر دلِ خفتہ کو جگا دیتی تھی سرد مزاج لوگوں کی طبیعت کو ایمانی حرارت سے گرمادیتی تھی .سننے والے نہ چاہتے ہوئے بھی بے خود اور بے قابو ہو جایا کرتے تھے۔ شیلنگ کے آرڈر لیکر آنے والے پولیس کے جوان بھی لبیک کے نعرے لگانے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے . یہ اوصاف اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتے یہ قدرت کا عطیہ ہوتے ہیں۔ اور قدرت نے انہیں ان اوصاف سے خوب خوب نوازا تھا۔

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ تحریکیں سمندر کی منہ زور موجوں کی طرح اٹھتی ہیں اور جھاگ کی طرح بیٹھ جاتی ہیں وقتی نعرے لوگوں میں آگ لگا کر پھر ہواؤں میں تحلیل ہو جاتے ہیں کیونکہ وہاں ظاہر کچھ ہوتا ہے اور پس پردہ کوئی اور کھیل ہوتا ہے مگر امیر المجاہدین کی تحریک اٹھی غازی ممتاز حسین شہید رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کا نعرہ لیکر میدان میں آئی ظاہرین تبصرہ نگار کہتے رہے کہ چند دنوں کی بات ہے پھر وہی عالم ہو گا۔ نعرے دب جائیں گے، آوازیں خاموش ہو جائیں گی، پھر دنیا نے دیکھا کہ امیر المجاہدین کی قیادت میں جانثاروں کا یہ قافلہ آگے ہی بڑھتا رہا۔ ایوانوں میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے ظلم و ستم کے پہاڑ توڑ ڈالے اپنوں اور بیگانوں نے الزامات کی بوچھاڑ کر دی۔ فتوے لگائے گئے انہیں متکبّر، سرکش،

فسادی بھی کہا گیا مگر وہ مخالفتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے حاسدین کی طرف سے آنے والے تیروں سے آنکھیں بند کرتے ہوئے بس اپنے کریم آقا ﷺ کی ناموس پر پہرہ دیتے رہے . انکی آواز بلند سے بلند تر ہوتی گئی۔ ملک کی سرحدوں کو کراس کرتے ہوئے عالمی دنیا میں یہود ونصاری کے قلعوں میں زلزلہ بپا کرنے لگی۔ گستاخوں کے سرغنے ان سے خوف زدہ ہوگئے انکی لگائی ہوئی ضربوں سے چینخنے چلّانے لگے۔ لوگوں کے خیالات اور تبصرے غلط ثابت ہوئے وہ نہ رکے نہ بکے نہ جھکے وہ آخری دم تک حرمت رسول ﷺ پر پہرہ دیتے رہے. وہ اس دنیا سے چلے گئے . مگر انکی کشش پھر بھی ختم نہ ہوئی۔ دنیا حیران رہ گئی کہنے والے کہتے تھے کہ ان کے جنازے میں بھی کوئی نہیں آئے گا۔ مگر وہاں تو سمندر امڈ آیا۔ سارے عالمی رکارڈ ٹوٹ گئے۔ مینارِ پاکستان کا وسیع دامن جو کبھی پر نہیں ہوا تھا وہ تنگ پڑ گیا۔ بادشاہی مسجد کی کشادگی بھی جواب دے گئی۔ اعداد و شمار کے پیمانے چھوٹے پڑ گئے۔ مخالفتیں کرنے والے فتوے لگانے والے راستے میں روڑے اٹکانے والے بھی کھنچے چلے آئے، کیا یہ ان کی ذاتی کشش تھی جو کروڑوں لوگوں کو کھینچ لائی ؟ نہیں یہ تو اس کشش کا نتیجہ تھا جس کے دائرے میں آکر وہ خود پر کشش ہوئے تھے۔ کیا اب یہ کشش ختم ہو جائے گی ؟ یہ مشن ختم ہو جائے گا۔ نہیں ابھی تو آغاز ہوا ہے۔ عشق و محبت کا طوفان آنے والا ہے عالم کفر پر ابھی سے لرزہ طاری ہے۔

ہرگز نہ میرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت ست بر جریدہ عالم دوامِ ما

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اور انکا انداز تدریس

علامہ محمد طاہر عزیز باروی

(تلمیذ خاص حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ و مدرس جامعہ حنفیہ غوثیہ بیرون بھاٹی گیٹ لاہور)

مادر علمی مرکز علم و عرفان، آبشار نور و حکمت جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور کی کرم نوازیوں کا گذشتہ دو عشروں سے مرہون منت اور اور ممنون کرم ہوں تکمیلِ حفظ قرآن کے بعد شعبہ تجوید میں ۱۹۹۹ء میں داخلہ لیا، گھر سے باہر پہلا سفر ہونے کی وجہ سے ایک عرصہ تو اپنے آپ کو اس ماحول کا عادی کرنے میں لگا بعد ازاں جب کوئی تھوڑی بہت شناسائی ہوئی تو کئی نور نور چہروں کی زیارت بلکہ ان کی دست و قدم بوسی کی بارہا سعادت ملی۔

ان میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی، شرف ملت علامہ محمد عبد الحکیم شرف قادری علیہما الرحمۃ سعید الامۃ علامہ شیخ الحدیث حافظ محمد عبد الستار سعیدی، جانشین سعدی علامہ محمد منشا تابش قصوری، ادیب شہیر علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی، شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر فضل حنان سعیدی اور دیگر کئی جید اساتذہ کرام اور علماء کبار مد ظلھم کے ساتھ ساتھ ایک ایسی شخصیت کے ساتھ بھی شرف ملاقات وزیارت اور ان کے فیض گوہر بار سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا جو سیدنا امام عالی مقام، نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، جگر گوشہ بتول، سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے سچے اور سُچے خادم استاذ العلماء علامہ حافظ خادم حسین رضوی اسم با مسمّیٰ تھے آخر ایسا کیوں نہ ہوتا کہ وہ جس شخصیت کے ساتھ نسبت کے حامل تھے دنیا اسے عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے بڑا نام اور استعارہ سمجھتی ہے اور وہ نام اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام الشاہ احمد رضا خان کا ہے۔

اعلیٰ حضرت سے تو ان کی عقیدت کا عالم یہ تھا کہ اپنی تقاریر اور تدریس کے دوران انکے

علمی نکات، ان کا عشق رسول ﷺ ، ان کا فقہی مقام اور تبحر علمی کو بیان کرتے اور ان کے مطالعہ کی ترغیب دیتے۔

یہی محبت ہی تھی کہ تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کے تحت الشھادة العالمیہ کے امتحان کیلئے لکھے جانے والے مقالہ کا عنوان بھی '' اعلیٰ حضرت بحیثیت مرجع العلماء'' منتخب کیا۔

وہ مقالہ انکے استاذ گرامی مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی بانی جامعہ نظامیہ رضویہ و تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان کو بہت پسند آیا تو انہوں نے اسے فتاویٰ رضویہ کی پہلی جلد میں شامل کرنے کا فیصلہ کیا قبلہ امیر المجاہدین مسکرا کر فرماتے کہ جو اعلیٰ حضرت کا فتاویٰ پڑھے گا پہلے میرا مقالہ پڑھے گا۔

قارئین گرامی !ممدوح گرامی کو پیکر عزیمت و استقامت کہا جائے یا جرأت و بہادری کا ایک خوبصورت عنوان، کشتہ عشق حبیب کہا جائے یا فنا فی الرسول کے مقام پر فائز ایک عاشق صادق، علم و عرفان کا بحر قلزم کہا جائے یا معرفت و حقیقت کے سمندروں کا غواص، درس و تدریس کا شاہسوار کہا جائے یا تحقیق و تصنیف کا بحر ذخار۔

الغرض !کوئی بھی لقب یا عنوان اس قدسی صفت، پاکیزہ کردار کے حامل شخص سے متضاد یا ان کی شخصیت سے مختلف نظر نہیں آئے گا۔۔ ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اللہ کریم نے انہیں بے پناہ صلاحیتوں اور ظاہری و باطنی حسن کے تمام جلووں سے خوب نوازا تھا عشق رسالت مآب ﷺ اور اخلاص کی بدولت انہیں قبول عام بھی عطا فرمایا مستزاد اس پر انہیں نصرت بالرعب (بخاری،۳۳۵) کا خصوصی فیضان ابتدا سے ہی ودیعت ہوا تھا۔ زمانہ تدریس کے ابتدا سے ہی ان کے سامنے کسی کو بات کرنے کی تاب نہ ہوتی اور

سو، دو سو کی کلاس ان کے سامنے یوں دبکی نظر آتی گویا کاٹو تو لہو نہیں۔

حضرت امیر المجاہدین ۱۹۸۱ء میں عالم اسلام کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شعبہ درس نظامی میں داخل ہوئے اور مارچ ۱۹۸۸ء میں انہوں نے دورہ حدیث سے فراغت حاصل کی اس کے دو سال بعد ۰۹ مئی ۱۹۹۰ء بروز بدھ کو جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں ہی اپنی تدریسی زندگی کا آغاز فرمایا۔

پچیس برس وہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور میں شعبہ تدریس سے وابستہ رہے پہلے دس سال وہ شعبہ صرف و نحو کے ذمہ دار رہے اور اس شعبہ میں انہیں مہارت تامہ تو حاصل تھی ہی شہرت بھی خوب ملی۔

بعد ازاں انہوں نے مختلف علوم و فنون پڑھائے جس میں فقہ و اصول فقہ، تفسیر و اصول تفسیر، حدیث و اصول حدیث اور منطق و فلسفہ کے اسباق پڑھائے بالآخر ۲۹ اکتوبر ۲۰۰۷ء کو وہ منصب شیخ الحدیث پر متمکن ہوئے اور ا جنوری ۲۰۱۵ء تک وہ علم حدیث کی خدمت کرتے رہے۔

کچھ عرصہ دارالعلوم نعمانیہ میں بھی آپ تدریس فرماتے رہے بلکہ یوں کہیے کہ اتنا بڑا علمی مرکز جب آخری سسکیاں اور ہچکیاں لے رہا تھا اور مفاد پرست طبقہ اپنے ذاتی مفاد کیلئے اس جامعہ کو استعمال کر رہا تھا تو انہوں نے اس کی باگ ڈور سنبھالی اور اسے حیات نو عطا کی۔ اور اسی سال یعنی ۲۰۲۰ء میں جامعہ نعمانیہ میں ہی انہوں نے بخاری شریف پڑھانے کا بھی آغاز کیا تھا۔

انکی تدریس کے تین ادوار ہیں ابتدائی، وسطانی اور عمر کے آخری حصے کے تلامذہ مگر سب اس بات پر متفق ہیں کہ انکا انداز تدریس منفرد تھا اور وہ اپنے فن میں یکتا تھے۔ ہزاروں علماء کرام کو انہوں نے پڑھایا اور درس و تدریس کی دنیا کا شناور بنایا۔ معقولات و

منقولات کی کون سی ایسی کتاب تھی جو انہوں نے نہیں پڑھائی، ہر جانب آپ کی تدریس کا شہرہ ہونے لگا دور ونزدیک سے طالبان علم اپنی علمی وفنی پیاس بجھانے کیلئے جوق درجوق آپ کے مقام تدریس کی طرف کھچے چلے آئے۔

ان کے زمانہ تدریس میں ہی اہل دل ان سے محبت کا دامن بھرتے اور وہ اہل مطالعہ و کئی صاحب دل لوگوں کیلئے مرجع کی حیثیت رکھتے کسی بھی محقق کو کسی قدیمی کتاب ،قصیدے یا شعر یا کسی مخطوطے کے متعلق پوچھنا ہوتا تو ان کے پاس حاضر ہوتے، اکثر یہ بات سناتے کہ میں صرف کی کلاس پڑھا رہا تھا کہ عام سے دھوتی کُرتے میں ملبوس سر پر سادی سی دستار رکھے ایک بزرگ وارد ہوئے، میں نے سلام دعا کی اور آنے کی وجہ پوچھی تو کہنے لگے میں اس لیے حاضر ہوا ہوں کہ میں ایک کتاب ڈھونڈ رہا ہوں وہ نہیں مل رہی کتاب تو میرے علم میں ہے کہ نایاب ہے مگر میرا کام فقط اس عبارت سے ہے اگر یہ کہیں اور مل جائے تو میرا کام ہو جائے گا استاذ فرماتے ان کے عبارت پڑھنے کے انداز سے ہی میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی عام آدمی نہیں میں نے فورا اپنا مصلّیٰ چھوڑ دیا اور ساتھ بٹھایا عبارت پر گفتگو کی اور ان کی مکمل تسلّی اور تشفّی ہو گئی تو پھر نام پوچھا تو فرمایا مجھے ’’محمد افضل فقیر‘‘ کہتے ہیں۔

صوفی محمد افضل فقیر کوئی عام آدمی نہیں وہ عصر حاضر کے بہت بڑے ادیب، صوفی اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول شاعر تھے انکی شعری ثقاہت کا یہ عالم تھا کہ محترم حفیظ تائب، حضرت پیر نصیر الدین نصیر (گولڑہ شریف) ایسے بڑے بڑے لوگ بھی کئی کئی راتیں جاگ کر ان سے اپنی شاعری کی اصلاح لیا کرتے۔

استاذ گرامی کی ان کی محبت وعقیدت کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ ان کا یہ شعر پڑھتے:

جب روح مری نکلی پیراہن خاکی سے وہ میرا فقیر آیا روضے سے ندا آئی

(جانِ جہاں، ۲۷)

(استاذ گرامی اس میں کچھ ترمیم کر کے پڑھتے کہ جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلی ۔۔ تو روضے سے آواز آئی وہ میرا فقیر آیا)

جب تک اکابر قائدین موجود تھے یا یوں کہیے کہ جب تک ملی و سیاسی قیادت کا بوجھ آپ کے کندھوں پر نہیں آن پڑا تب تک وہ مسلسل مسند تدریس کی زینت رہے۔

انکا انداز تدریس جس طرح اوپر کی سطور میں ذکر ہوا دیگر مدرسین سے منفرد تھا ہم نے ان سے مختلف علوم و فنون کی کئی کتابیں پڑھیں ہر ایک کتاب کا پڑھانے کا انداز اس فن کے تقاضوں کے مطابق ہوتا کسی بھی سبق کے ساتھ صرفی نحوی بحث اس کا لازمہ اور محبت رسول ﷺ کا پیغام اس کا تتمہ ہوتا۔

ہم دورہ حدیث تک صیغے بھی سناتے رہے اور تعلیلیں بھی کرتے رہے۔ دورہ حدیث میں شاید ان کا آخری سبق تھا تو اس دن بھی دو صیغے (اراقۃ، فداء) انکی گردانیں تعلیلات سمیت ہم سے سنیں۔۔ ع

انوکھی وضع ہے سارے زمانے سے نرالے ہیں

ان سے پڑھتے ہوئے اور ایک بات جو کبھی نہیں بھول پایا مجھے وہ بالکل آج صبح کے درس کی بات لگتی ہے کہ ہم جلالین شریف سورۃ طہ کی آیات "قَالُوْا يٰمُوْسٰى اِمَّآ اَنْ تُلْقِيَ وَ اِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ۞ قَالَ بَلْ اَلْقُوْا "(ترجمہ: انہوں (جادوگروں) نے کہا: اے موسیٰ! آیا تم پہلے ڈالو گے یا ہم پہلے ڈالنے والے ہو جائیں، موسیٰ نے کہا: بلکہ تم پہلے ڈالو) پڑھ رہے تھے فرمانے لگے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلے میں آنے والے چودہ ہزار جادوگروں کو ایمان کیسے نصیب ہوا؟ حالانکہ وہ مقابلہ کیلئے آئے تھے فرمانے لگے اس کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ ان کا صرف یہ پوچھنا کہ تم پہل کرو گے یا ہم؟ یہ حسن ادب، اظہار تواضع اور تعظیم نبی علیہ السلام ہے اور اسی کی بدولت اللہ کریم نے ان لوگوں کو ایمان کی

دولت سے مالا مال فرما دیا۔ پھر اپنے خاص انداز میں فرمایا کہ جھلے او! ایک لمحے کی نبی کی تعظیم اور وہ بھی نبی جان کر نہیں بلکہ ایک عام انسان یا جادو گر سمجھ کر انھوں نے یہ سب کیا اور وہ رب کی بارگاہ میں اتنی مقبول ٹھہری کہ انہیں دولت ایمان سے مالا مال کر دیا، تو جو اللہ کے نبی کو نبی علیہ السلام سمجھ کر تعظیم کرے گا تو اللہ اسے کتنا نوازے گا؟

جلالین شریف پڑھتے وقت کا ایک اور واقعہ بہت محظوظ کرتا ہے کہ ہمارے فاضل دوست مولانا پروفیسر خالد عمران سیالوی (سرگودھا) عبارت پڑھ رہے تھے ہم نے سارا درس نظامی اکٹھے بیٹھ کے کیا۔ ساتھ ساتھ بیٹھتے اور اس دن ہم یوں بیٹھے تھے کہ انکے بازو کے اندر سے میں نے اپنا بازو باہر نکال کے اپنے ماتھے سے لگایا ہوا تھا اور بائیں ہاتھ سے میں اپنی مونچھوں کو تاؤ دے رہا تھا اور وہ عبارت پڑھ رہے تھے کوئی لفظی غلطی ہوئی تو میں نے اسی انداز میں کہنی ماری کہ لفظ ٹھیک کرو، دوبارہ ٹھیک نہ ہوا تو دوبارہ بلکہ سہ بار وہی حرکت کی میری توجہ نہ ہوئی کہ استاذ گرامی ہماری طرف دیکھ رہے تھے مجھے دیکھا تو کہنے لگے کیا مسئلہ ہے؟

میں نے کہا یہ غلط پڑھ رہا ہے کہنے لگے "تے دس فیر" میں نے ہاتھ مونچھوں سے نیچے کیا تو کہنے لگے کہ نا۔ نا۔ ہتھ اتھے رکھ تے فیر دس، میں نے معذرت کی تو فرمانے لگے معافی ایسے نہیں ملے گی مولانا خالد عمران صاحب سے فرمایا: "اٹھ کالے دونوں ہاتھوں سے اس کی مونچھیں کھینچ یہ ہمیں تاؤ کے دکھا رہا ہے اور اس کے لفظ بتانے کے انداز سے تکبر کی بو آئی ہے اس کی طبیعت صاف کر۔" خیر ہماری مونچھیں کھینچی گئیں۔۔۔ آنکھوں سے پانی نکلا ہم نے معذرت کی اور فرمایا چل اب معافی ہے۔

انہیں ہمارے ہم کلاس مولانا امجد ساجد رضوی (بہاولنگر) کی مونچھیں پسند تھیں بلکہ ایک مرتبہ اپنے ہاتھوں سے ان کی مونچھوں کو تاؤ دیا اور فرمانے لگے کہ او مچھو! جب کوئی گستاخ نبی

نظر آئے اناں نوں وٹ کے کھنگھورمارین اواسے کھنگورے نال ای نس جائے گا۔

ساتھ نم آنکھوں سے ارشاد فرمایا کہ ایک صحابی رسول اپنی لمبی مونچھوں کو گدی پر گرہ لگاتے تھے ایک دن نبی اکرم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو ارشاد ہوا مونچھیں کب تراشی ہیں؟ عرض کی ابھی تراشی ہیں، رسالت مآب ﷺ نے فرمایا اب تبھی تراشنا جب مجھ سے اگلی ملاقات ہو۔ اگلی بار حاضر ہوئے تو حضور ﷺ وصال فرما چکے تھے، اس کے بعد پوری زندگی مونچھیں نہیں کاٹیں کوئی اگر کاٹنے کا کہتا تو فرماتے اب میں تبھی مونچھیں تراشوں گا جب اگلی ملاقات ان سے ہو گی (ابن عساکر، ج٦٧، ص٢٩٤)

وہ کسی بھی فن کی تدریس فرماتے تو اس کے مطالعے کا حق ادا کر دیتے اور اس فن یا سبق پر پورے جوبن کے ساتھ بہت جامع اور مانع گفتگو فرماتے دیگر مکاتب فکر کے مفسرین اور محدثین کی تصنیفات پر بھی انکی گہری نظر تھی اور ان پر وہ دوران سبق سیر حاصل گفتگو کرتے مثال کے طور پر جلالین شریف کے سبق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں ایک مقام پر امام سیوطی نے "**فعتب اللّٰه علیه**" کے لفظ استعمال فرمائے تو استاذ گرامی فرمانے لگے کہ عتاب محبوبوں کیلئے ہوتا ہے اور ساتھ فرمایا اب غور کرو مولانا مودودی سے کتنی بڑی غلطی ہوئی کہ اس نے سورۃ فاتحہ میں **غیر المغضوب علیهم** کا ترجمہ نہ عتاب زدہ لوگوں کا راستہ سے کیا۔ جب کہ امام سیوطی کہہ رہے ہیں کہ عتاب تو اللہ کریم اپنے محبوب لوگوں پر فرماتا ہے اور ساتھ بہت تحقیقی گفتگو فرمائی کہ اب اندازہ کریں کس طرح سید مودودی سے خطا ہوئی اور ساتھ یہ بھی بتایا کہ کتنا مشکل ہے قرآن کو سمجھنا اور اس کا ترجمہ یا تفسیر کرنا۔ اسی طرح کے کئی امثلہ بیان فرماتے۔

حدیث رسول ﷺ پڑھانے کا انداز:

حدیث پاک پڑھانے سے قبل قصیدہ بردہ شریف اور شجرہ طیبہ سیدنا محمد رسول اللہ

ﷺ سے لیکر حضرت معد بن عدنان تک ضرور پڑھتے اور پڑھاتے اور روزانہ قصیدہ بردہ شریف کا ایک شعر بمع ترجمہ و تشریح سمجھاتے ہم نے قصیدہ ان سے یوں ہی پڑھا بھی اور اس کا کافی حصہ یاد بھی کیا جو شعر تلاوت کیا جاتا اس کی مختصر تشریح فرماتے اور اسی کی تاکید بھی کرتے کہ حدیث پاک شجرہ طیبہ اور قصیدہ بردہ شریف کے بغیر کبھی نہیں پڑھنی۔

حدیث رسول ﷺ کے سبق میں محدثین سراپا ادب اور مجسم عجز و انکسار نظر آتے اور یہی طریقہ ہم نے اپنے اساتذہ کا دیکھا سیکھا مگر ایک چیز جو ان میں دیگر محدث اساتذہ سے ممتاز تھی کہ حدیث کے دوران طلباء کو بھی کسی قسم کی کوئی منافی ادب سرگرمی کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ جسم پر معمولی سی خارش کرتے بھی کسی کو دیکھتے تو شدید نالاں ہوتے اور بہت زیادہ جلال کا اظہار فرماتے یہاں تک کہ کبھی حدیث پاک کی کوئی کتاب الٹی یا ٹیڑھی مطلب مناسب سمت پر نہ رکھی ہوتی تو اس کا بھی برا مناتے اس لیے ہمارے ہم درس علامہ مفتی محمد سلیمان نگدروی (مدرس آستانہ عالیہ سیفیہ راوی ریان) نے اپنے ذمہ یہ ڈیوٹی لی تھی کہ استاذ گرامی کے کلاس میں آنے سے قبل تمام کتابوں کو درست سمت اور سیدھا رکھنا ہے تاکہ کسی وجہ سے انکی طبیعت مکدر نہ ہو۔

دوران کلاس فاضل دوست مولانا محمد مستقیم صاحب (سیالکوٹ) مدرس دعوت اسلامی پاکستان نے حدیث پاک کی عبارت شروع کی تو پہلا لفظ ہی ان سے غلط ہو گیا جبکہ درس و تدریس سے وابستہ افراد اس بات سے واقف ہیں کہ طلباء میں یہ بہت معمولی بات ہوتی ہے، پہلے لفظ پر غلطی سنتے ہی جلال میں آ گئے کلاس کو باہر نکال دیا اور خود بھی سبق نہیں پڑھایا واپس تشریف لے گئے اور بار بار فرماتے کہ تمھیں اندازہ ہی نہیں کہ یہ کوئی عام کتاب نہیں حدیث نبی ﷺ ہے اور اس میں غلطی یا عدم توجہ تو ناقابل معافی ہے۔ دروازے پر چند طلباء اکٹھے ہو کر گئے اور معافی مانگی تب معاف بھی کیا اور کثیر رقم سے سب طلباء کو نوازا۔

ہم مشکوۃ شریف پڑھتے تھے تو ان دنوں ان کی کتاب تعلیلات خادمیہ زیر طبع تھی تو مجھے اس کتاب کی فوٹو کاپی کروانے کیلئے بھیجا کتاب کے صفحات زیادہ ہونے کی وجہ سے وہاں ٹائم بھی کافی لگ گیا اور جب واپس آیا تو سبق ختم ہو چکا تھا اور استاذ جا چکے تھے عصر کی نماز کے بعد جامعہ میں چھٹی ہوتی ہے تو مجھے فون فرمایا اور فرمایا اردو بازار والے گول چکر تک آجاؤ اور مشکوۃ شریف بھی ساتھ لے آؤ۔ میں ان کی فوٹو کاپی اور مشکوۃ شریف لے کر پہنچ گیا تو اس دن حرمت شراب پر کچھ احادیث پڑھائی تھیں تو مجھے وہ سارا سبق وہیں گاڑی میں پڑھایا اور شراب کی حرمت اور اس کی پچیس کے قریب موجود اقسام پر مشتمل اپنے ہاتھوں سے تیار کردہ ایک پیپر دیا اور ساتھ فرمایا یہ کوئی عام پیپر نہیں یہ جب ہم نے مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی کے پاس یہی حدیث پڑھی تھی تو انہوں نے لکھوائی تھیں آج میں نے وہ اپنا پیپر تمہیں دے دیا ہے۔۔ ع

شاہاں چہ عجب گر بنوازند گدا را

اسی طرح احادیث کی تشریح میں تو وہ بعض اوقات ایسے ایسے علمی، فکری، روحانی اور عشق رسالت مآب ﷺ میں ڈوبے ہوئے نکات بیان کرتے کہ انسان عش عش کر اٹھتا وہ منظر کبھی ہماری یادداشتوں سے محو نہیں ہو سکتا کہ جس دن رسول اکرم ﷺ کے وصال والی حدیث پڑھائی عالم یہ کہ لگتا تھا آج جگر پھٹ جائیں گے اور ایک بات کرتے کرتے انہیں شاید دس منٹ سے زیادہ لگ گئے، کس طرح حضرت عبداللہ بن زید انصاری کو جب ان کے بیٹے نے خبر دی تو انہوں نے پیچھے مڑ کے اپنے بیٹے کو بھی نہ دیکھا کہ یہ آنکھیں اس دنیا میں آخری بار صرف رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہو، اس لیے اللہ کی بارگاہ میں دعا کی کہ ان آنکھوں کی بصارت واپس لے لے کہ حضور ﷺ نہ رہے تو اب یہ آنکھیں کس کام کیں؟ فرمایا کہ رسول اکرم ﷺ کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر کا جسم پگھلنا

شروع ہو گیا اور اسی سبب وہ تھوڑے ہی عرصہ بعد اس دنیا سے رفیق اعلیٰ کی طرف کوچ کر گئے، اس وصال کے بعد تین سال تک زمین پر کوئی بندہ مسکرا نہیں سکا اور چادر منہ پر رکھ کر ہمارے استاذ بلک بلک روئے وہاں سے اندازہ ہوا بوقت وصال رسول اکرم ﷺ صحابہ کرام کی کیا حالت ہو گی۔ بقول اعظم چشتی مرحوم:

اجے توں میرا محبوب نئیں ڈِٹّھا جِنوں ویکھ کے چن شرماوے
بجلی ڈر دی لِشک نہ مارے مَتے بے ادبی ہو جاوے

قرآن وحدیث سے استدلال کا انداز:

ان کے مزاج میں یہ بات شامل تھی کہ وہ ہمیشہ قرآن وحدیث سے ادب کے دائرے میں رہ کر استدلال کرتے اور اسی کی تلقین فرماتے مثال کے طور پر حضرت ماعزاسلمی رضی اللہ عنہ والی حدیث جس دن ارشاد فرمائی تو خلاف معمول تشریحِ حدیث سے قبل ایک طویل گفتگو فرمائی اس حدیث کے سارے طرق اور یہ پورے صحاح ستہ و دیگر کتب حدیث میں کہاں کہاں موجود ہے، خود سنن ابی داود میں کہاں کہاں، کس کس لفظ کے ساتھ واقع ہے اور پھر رسول اکرم ﷺ نفاذ حد کے وقت مسجد میں پریشانی کے عالم میں ٹہل رہے ہیں پوچھنے پر فرمایا کہ وہ رب کی قضا ہے اور یہ میری ان کیلئے محبت ہے اور پھر: **لقد تاب توبة لقسمت على الارض لوسعتهم** پر مکمل گفتگو فرمائی اور طلباء کے ذہن میں یہ بات راسخ کی کہ کبھی بھول کر بھی کسی صحابی رسول ﷺ کے متعلق ذہن میں غلط خیال مت لانا ورنہ اپنے اعمال ضائع کر بیٹھو گے اور یہ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کوئی عام ہستیاں نہیں بلکہ رب قدیر نے پوری مخلوق کے دل چیک کیے پھر ان میں سے جو بہترین دل تھے انکا انتخاب نبی اکرم ﷺ کے صحابہ کے طور پر کیا۔ ساتھ یہ مصرع دہراتے۔۔ ؏

دہد عشق احمد بندہ چنیدہ خود را

فرمانے لگے میں اپنے پیر صاحب کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو سانس لینا بھی مشکل ہوتا ہے اور وہ تو نبی اکرم ﷺ کی صحبت پاک میں تھے تو پھر کیسے یہ سب ہو گیا؟

فرمانے لگے جھلے او صحابہ کرام وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے صرف تبلیغ و اشاعت اسلام کیلئے ہی قربانیاں نہیں دیں بلکہ انہوں نے دین اسلام کے نفاذ کیلئے بھی قربانیاں دی ہیں تاکہ کل کوئی یہ نہ کہے کہ اسلام کے قوانین اتنے اہم تھے تو حضور ﷺ نے خود نافذ کیوں نہ فرمائے یہ انکی قربانیاں ہیں کہ اسلام پر کوئی بندہ سوال نہیں اٹھا سکتا۔ اسی طرح جب بھی کوئی ایسی حدیث یا آیت آتی تو ان کا استدلال اس قدر محبت والا ہوتا کہ آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔

طلباء کی حوصلہ افزائی:

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ وہ ظاہری طور پر طبعا سخت دکھائی دیتے مگر قریب جا کر اندازہ ہوتا کہ وہ بہت نرم دل تھے اور چھوٹی چھوٹی سی بات پر طلباء کی بہت زیادہ حوصلہ افزائی کرتے اگر کوئی طالب علم ان کے معیار پر پورا اترتا تو پھر اس پر بہت زیادہ توجہ دیتے۔ تفسیر جلالین سے پہلے ہم نے ان سے سبعہ معلقات پڑھے جس دن دوسرا معلقہ شروع کیا تو استاذ گرامی فرمانے لگے کہ کسی کو پہلا معلقہ آتا ہے تو سنائے ہماری کلاس میں سے مولانا محمد مبارک عطاری (لاہور) شعبہ تدریس دعوت اسلامی فیصل آباد، نے کھڑے ہو کر بغیر کسی غلطی کے وہ بھی زبانی پورا معلقہ سنا دیا اس پر وہ بہت مسرور ہوئے اس قدر خوش دکھائی دیے کہ کیا بات ہے مولانا مبارک صاحب جسامۃ کچھ دبلے پتلے تھے تو اس پر بہت مزاح بھی فرمایا اور ہمیں کہنے لگے تم سارے شرم کرو ایک چھوٹے سے بچے نے پورا معلقہ سنا دیا مگر تم میں سے کسی کی ہمت نہ ہو سکی پھر مولانا مبارک کو شام سے آئے ہوئے کثیر تحائف، ۱۱ سو روپے اور کافی انعامات دیے۔

جلالین کے سبق میں سورۃ طہٰ کی آیات "وَ كَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا وَّ صَرَّفْنَا فِيْهِ مِنَ الْوَعِيْدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ اَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا" (سورۃ طہٰ:١١٣) پر گفتگو کرتے کرتے فرمانے لگے کہ علماء کو قرآن مجید اچھے انداز میں عرب لہجے میں پڑھنا چاہیے اور خود اسی آیت سے آگے پورے دور کو ع سنائے کہ یوں پڑھنا چاہیے اور پھر مجھے فرمانے لگے تو سنا: میں نے امام حرم الشیخ سعود الشریم کے لہجے میں شاید ایک رکوع سنایا تو فرمانے لگے کہ قرآن پڑھنے لگو تو اچھے تلفظ کے ساتھ اپنی اصل آواز میں پڑھو اور کسی عاشق رسول ﷺ کے لہجے میں پڑھو تا کہ قاری اور سامع کے ذہن میں عشق رسول ﷺ کی خوشبو رچی رہے اور پھر اور بھی کچھ دوستوں سے قرآن مجید کی تلاوت سنی اور اس بات پر تاکید کی علماء کیلئے تجوید و قرات پڑھنا بہت اہم ہے۔ اور بندہ تجوید پڑھا ہوا ہو قرآن مجید کی تلاوت اچھے انداز میں کرتا ہو تو تقریر ٹھیک نہ بھی کرتا ہو تو قرآن کی برکت سے لوگ مسحور ہو جاتے ہیں، اگر علماء کرام نے اس جانب توجہ نہ کی تو ایک دور آئے گا بڑے بڑے علماء کرام کیلئے تجوید نہ پڑھا ہونا مسئلہ بن جائے گا۔

اندازِ مزاح:

استاذ گرامی میں حسِّ مزاح بھی خوب تھی اور بہت نفیس انداز میں مزاح فرماتے اور دوران تدریس کبھی کبھی اچانک اس طرح مزاحیہ جملہ ارشاد فرماتے کہ پوری مجلس کشتِ زعفران بن جاتی۔

ایک دن مشکاۃ شریف کا سبق چل رہا تھا کہ ہمارے فاضل دوست مولانا محمد اکمل عطاری (نائب مفتی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) سے پوچھا صوفی صاحب شادی کب کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا فی الحال کوئی ارادہ نہیں، استاذ صاحب نے پھر پوچھا کسی طرف سے کوئی پیغامِ نکاح؟ کہنے لگے نہیں، پھر پوچھا آپ نے کسی کا سوچا ہو؟ تو کہنے لگے فی الحال ایسی بھی کوئی

بات نہیں تو استاذ مسکرا کر فرمانے لگے کہ دعا کرو ایہہ جیں بیمار واسطے۔۔ صوفی صاحب شادی کر لیں یہی عمر ہے شادی کی اور اسی میں ہو جانی چاہیے۔

مشاجرات صحابہ پر کبھی گفتگو نہ کرنے دیتے:

فرماتے تھے کہ صحابہ کرام اللہ کے محبوب اور حضور اکرم ﷺ کے فیض یافتہ لوگ ہیں، ان کے معاملات ان کے پاس، ہمیں کس نے قاضی بنایا ہے کہ ہم ان کے درمیان فیصلہ کریں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے مابین مشاجرات کے متعلق فاضل بریلی کا یہ شعر پڑھتے:

حق بدست حیدر کرار
لیکن امیر معاویہ بھی ہمارے سردار

لیکن حب علی کی آڑ میں کبھی کسی بھی صحابی پر زبان درازی کو کبھی گوارا نہ کیا ابھی کچھ عرصہ قبل مشاجرات صحابہ کی آڑ میں کچھ لوگوں نے ناموس صحابہ پر خصوصا سیدنا امیر معاویہ اور سیدنا ابوسفیان کے معاملے میں اپنے بغض باطن کا اظہار کیا تو ایک تاریخی جملہ ارشاد فرمایا اگر وہ اس دن یہی ایک جملہ ہی ارشاد فرمادیتے تو پوری تقریر کا نچوڑ یہی تھا فرمایا کہ دُر دُر کتے او! مالکاں نو وی پےَ گئے او یہ جملہ ان کے منہ سے ادا ہوا اور یوں ایک تاریخ رقم کر گیا۔

انہیں ویسے تو جمیع صحابہ کرام سے محبت تھی مگر وہ بہت زیادہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا ذکر کرتے اور ان سے بہت زیادہ عقیدت تھی اور وہاں سے بھی انہیں مقبولیت حاصل تھی خود فرماتے کہ میں جب ان کے مزار پر (شام) پہنچا تو دروازہ بند کیا جا رہا تھا اور وہاں قیام کا ہمارا آخری روز تھا ہم دروازے پر پہنچے تو انہوں نے ہمیں غیر ملکی مہمان جان کر دروازہ کھول دیا اور میں نے ان کے مزار کے ساتھ کندھا لگا کر روتے ہوئے کچھ نوافل ادا کیے۔

تدریس میں تعطل:

کسی طور پر استاذ گرامی کے جو اس سال بھتیجے جو ایک معروف ادارے میں زیر تعلیم تھے وہ وہیں سے غائب ہوگئے انہوں نے اس صدمے کو اس قدر دل پہ لیا کہ معاشرے سے بالکل الگ تھلگ ہوگئے اور بس مسجد تک اور مسجد میں بھی کسی سے بات چیت تک نہ کرتے مگر قدرت نے ان سے اتنا بڑا کام لینا تھا یا شاید ان گلی کوچوں سے شناسائی کا پہلا دور تھا کہ یہ سب دیکھیں کیسے ہوتا ہے۔

خیر اس میں شیخ الحدیث علامہ حافظ محمد عبد الستار سعیدی کا بہت اہم کردار ہے ان کے پاس جانا انہیں تسلی دینا اور قران و حدیث سے انہیں مختلف صبر و تحمل کے واقعات اور اس طرح کے کئی طریقوں سے استاذ گرامی انہیں تدریس کی دنیا میں واپس لائے تب انہیں ایک مکمل کلاس (ثانیہ) کی دی گئی اس کے مکمل اسباق ان کے پاس تھے تو رفتہ رفتہ یہ اس منزل کی طرف آئے اور پھر وہ نوجوان بھی مل گیا اور یوں یہ پھر اسی میدان کے شاہسوار نظر آئے۔

پھر جب انکو حادثہ (۲۰۰۹) پیش آیا تو استاذ گرامی تدریس نہ کر سکے ایک بار جامعہ آئے مگر پھر تعطیل کا شکار ہوگئے، تو ایک بار پھر شیخ الحدیث صاحب نے انہیں آمادہ کیا انہیں درس و تدریس کی دنیا میں واپس لانے میں ایک اور شخصیت کا کردار قابل صد تحسین ہے، وہ نام ان کے شیخ گرامی حضرت حاجی پیر صاحب کا ہے۔ ایک بار استاذ گرامی اس قدر دل برداشتہ ہوئے کہ اپنے خدام سے کہہ دیا کہ یہ سارا ذخیرہ کتب اور پڑھنے پڑھانے سے متعلق یہ سب خانقاہ عالیہ بھیج دیں اور میں بس اب شاید کچھ نہ کر سکوں، یہی خبر کسی نے حضرت حاجی پیر صاحب تک کر دی انہوں نے فوراً فون کیا اور فرمایا: مولانا! اب تک تو ہمیں (عوام کو) صبر اور تحمل کا درس دیتے رہے مگر جب اس سب پر عمل کرنے کی باری آئی تو اب اس قدر دل برداشتہ اور حوصلہ پست ہوگئے کہ کتابیں اور سب کچھ ہمارے ذمہ دینے لگے ہیں ایسے

نہیں مولانا ہمت کریں اور صبر سے کام لیں ابھی آپ نے بہت کچھ کرنا ہے اور یوں وہ اس طرف ایک مرتبہ پھر آئے اور پھر تاریخ میں انمٹ نقوش نہیں چھوڑے بلکہ پوری تاریخ کا دھارابدل کے رکھ دیا۔

اس ضمن میں حبیب من علامہ محمد حبیب احمد سعیدی (ناظم مدرسہ نور جامعہ نظامیہ رضویہ) کی قیادت میں ان کی کلاس کا بھی بڑااہم کردار ہے یہ کلاس متعدد بار وہاں حاضر ہوئی اور اس سال ان کی کلاس کے کافی لوگ میٹرک کا امتحان دے رہے تھے تو انہیں خبر دی گئی کہ آپ نہیں آرہے تو لڑکے اس طرف جارہے ہیں بس اس بات پر کہ تم پڑھو دین ہی، میں آجاؤں گا اس کے بعد وہ مستقل آتے رہے اگلا سال ہمارا تھا تو ہمیں بھی ان سے فیض یاب ہونے کا موقع ملا۔

سطور بالا میں ہم نے ان کے انداز تدریس اور عرصہ تدریس اور اس سے وابستہ یادوں کے چند گوشے آپ کے سامنے رکھے ورنہ انہوں نے خدمت دین کے ہر شعبہ میں کارہائے نمایاں سرانجام دیے ہیں۔

راہ محبت میں ہم نے سوچا سر جھکائیں کہاں سے پہلے
ہر ایک ذرہ پکار اٹھا یہاں سے پہلے یہاں سے پہلے

اور انہوں نے جس شعبے میں بھی قدم رکھا انمٹ نقش قائم کیے انہیں ڈرانے دھمکانے کی بھی کوشش کی اور خریدنے کی بھی مگر وہ کسی اور دنیا کے انسان تھے۔ ان کی مسکراہٹ دل آویز اور دلنواز ہوتی۔ ”جھپٹنا، پلٹنا، پلٹ کر جھپٹنا، لہو گرم رکھنے کا ہے ایک بہانہ“ ان کی شخصیت کا وصف تھا۔ وہ اقبال کے کتنے ہی اشعار کا نمونہ تھے۔

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دلِ بے نیاز

اس کی ادا دل فریب، اس کی نِگہ دل نواز
اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل
نرم دمِ گُفتگو، گرم دمِ جُستجو
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز

وہ سرخرو اور سرفراز ہو کر اپنے رب کے حضور پیش ہوئے۔ سو سال قبل جب مدینہ منورہ کا محاصرہ کیا گیا محافظ مدینہ حضرت فخر الدین پاشا نے مسجد نبوی میں خطبہ دینے کیلئے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے گنبد خضریٰ کی طرف منہ کر کے کہا: "یارسول اللہ ﷺ! گواہ رہنا فخر الدین نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔"

میرے استاذ گرامی بھی جاتے جاتے دنیا بھر کو بتا گئے کہ "حضور ﷺ! گواہ رہنا آپ کے خادم نے آپ سے بے وفائی نہیں کی۔"

اب کہاں وہ مسلماں اگلے زمانے والے
گردنیں قیصر و کسریٰ کی جھکانے والے
بات کیا تھی کہ روما سے نہ ایران سے دبے
چند بے تربیت سے اونٹوں کے چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکا
بن گئے خاک کو اکسیر بنانے والے
(مولانا ظفر علی خان)

حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی تاریخ پر گرفت

علامہ فیضان رضا قادری

(مدرس مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ)

کہتے ہیں کہ ماضی مستقبل کا آئینہ ہوتا ہے اور جو اپنے ماضی سے سیکھتا ہے وہ مستقبل میں کامیاب ہوتا ہے، لہذا جو شخص اپنا مستقبل سنوارنا چاہتا ہے وہ اپنے ماضی سے سبق لے خصوصاوہ کہ جس کے ذمہ قوم کی رہنمائی ہے، اگر وہ قوم کو ان کے اسلاف کے بتائے گئے زریں اصولوں پر چلائے اور ماضی میں کی گئی غلطیوں کو دہرانے نہ دے تو قوم کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے اسی لیے ایک لیڈر اور رہنماء کے لیے تاریخ کا علم رکھنا بہت ضروری ہے تاکہ وہ قوم کی رہنمائی کا حق ادا کرسکے اور معاملہ جب مسلمان رہنماء کا ہو تو اس کے لیے اپنی تاریخ کا جاننا مزید اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ انسانی عظمتوں کے جو مظاہر تاریخ اسلام میں ہیں وہ کسی اور قوم کی تاریخ میں نہیں، اسلام کی تاریخ کے گوشے گوشے میں وہ لعل و جواہر موجود ہیں کہ جن کی چمک دمک نے سارے عالم کو منور کر دیا، تاریخ کے انہی صفحات پر ان عظیم انسانوں کی داستان ہے جن کی تربیت براہ راست فخر موجودات ﷺ کی مقدس بارگاہ سے ہوئی اور اس تربیت کا ثمرہ ہر شعبۂ زندگی میں نظر آیا، جب ان ہستیوں نے میدانِ جہاد کا رخ کیا تو روم اور فارس کے بڑے بڑے جرنیل ان کی جنگی صلاحیتوں پر انگشت بدنداں رہ گئے، یہی ہستیاں جب تختِ حکمرانی پر متمکن ہوئیں تو عدل و انصاف اور نظام حکومت کا وہ نمونہ سامنے آیا کہ وہ لوگ جو کل تک اسلام کے خلاف تلوار اٹھائے ہوئے تھے، وہی لوگ اس نظام سے متاثر ہو کر اسلامی لشکر کا ہرَاوَل (اولین دستہ) بن گئے غرض یہ کہ بارگاہ رسالت ﷺ کے ان تربیت یافتہ اصحاب نے انسانی عظمتوں اور رفعتوں

کے وہ نقوش چھوڑے جو رہتی دنیا تک کے لیے مشعل راہ ہیں اور ان سے واقفیت کا ایک ذریعہ تاریخ ہے۔

یونہی تاریخ اسلام کے صفحات ان اولوالعزم مجاہدین کے کارہائے نمایہ سے مزین ہیں کہ جن کی جرأت وہمت نے دشمنانِ اسلام کو یہ کہنے پر مجبور کر دیا کہ جس باغ کی خزاں کا یہ عالم ہے اس باغ کی بہار کا عالم کیا ہوگا! تاریخ کے کسی گوشے میں محمد بن قاسم، قتیبہ بن مسلم اور طارق بن زیاد کی قیادت کا جوہر نظر آتا ہے جو بیک وقت اسلام کے پرچم کو سندھ، خراسان اور اندلس تک لے گئے تو کسی گوشے میں عبدالرحمان الداخل کی شجاعت و علم دوستی کی جھلکیاں نظر آتی ہیں کہ ایک طرف اس کی حربی طاقت کے سامنے فرانس کا لشکر جرار بھیڑوں کا ریوڑ ثابت ہوا تو دوسری طرف اس نے قرطبہ کو علم وفضل اور فن تعمیر کے ذریعے سارے یورپ کے لیے روشنی کا مینار بنادیا، یہی تاریخ ہمیں سلطان محمود غزنوی سے متعارف کرواتی ہے جس نے وسیع سلطنت کا حاکم ہونے کے باوجود اعلائے کلمۃ الحق کے لیے اپنی زندگی کا اکثر حصہ گھوڑے کی پیٹھ پر گزارا، اس کی ہیبت کا عالم یہ تھا کہ کالنجر کا حکمران راجہ گنڈا، محمود غزنوی کے مقابلے میں بغیر لڑے اپنی چھ لاکھ فوج سمیت فرار ہوگیا۔یہی تاریخ ہمیں سلطان الپ ارسلان کی عظیم شجاعت کی یاد دلاتی ہے جس نے ملاذکرت میں اپنے چالیس ہزار جوانوں کے ساتھ دو لاکھ صلیبیوں کو شکست فاش دی اسی تاریخ کے کسی موڑ پر ہمیں صلاح الدین ایوبی نظر آتا ہے جس نے بیک وقت اندرونی و بیرونی دشمنوں کا مقابلہ کرتے ہوئے ارض مقدس کو آزاد کروایا اور چشم فلک نے اس کے بعد اس جیسا سپاہی جرنیل اور حکمران نہیں دیکھا۔ اسی تاریخ کے جھروکوں سے ہمیں یوسف بن تاشفین کی عظیم الشان شخصیت نظر آتی ہے جو حالت امن میں علماء کی صحبت میں بیٹھنے والا ایک درویش اور حالت جنگ میں ایک بے مثال جرنیل تھا۔ جس نے افریقہ کے

طول و عرض میں اپنی حکومت مستحکم کرنے کے بعد عیش و عشرت اختیار کرنے کے بجائے اندلس کے خستہ حال مسلمانوں کی پکار پر لبیک کہا اور انہیں طوائف الملوکی کی آفتوں اور الفانسو کی چیرہ دستیوں سے نجات دلائی۔ تاریخ کی وسعتوں میں ہمیں جلال الدین خوارزم شاہ کی شاندار شخصیت نظر آتی ہے جو چنگیز خان کے سیل ہمہ گیر کے سامنے سینہ سپر ہو گیا اور اس کی بہادری دیکھ کر چنگیز خان بھی کہہ اٹھا کہ آفرین ہے اس قوم پر جس کی مائیں جلال الدین جیسے بیٹے پیدا کرتی ہیں۔ یہی تاریخ ہمیں سیف الدین قطز اور رکن الدین بیبرس کا پتہ دیتی ہے جنھوں نے عین جالوت میں ہلاکو خان کے لشکر کو اس وقت مار بھگایا جب ہلاکو خان کے سامنے دنیا کے بڑے بڑے حکمران گھٹنے ٹیک چکے تھے۔ تاریخ کہ انہی مناظر میں سے ہمیں ایک منظر وہ بھی دیکھنے کو ملتا ہے جب سلطان محمد فاتح فاتحانہ شان کے ساتھ قسطنطنیہ میں داخل ہوا اور وہ شہر کہ جسے ناقابل تسخیر سمجھا جاتا تھا، سلطان محمد فاتح کے عزم کے سامنے مسخر ہو چکا تھا۔ اسی تاریخ سے ہمیں سلطان سلیمان اعظم کے بارے میں پتہ چلتا ہے جس کی حکومت تین بر اعظموں کو محیط تھی۔ یہی تاریخ ہمیں سلطان اورنگزیب عالمگیر کی سطوت کا پیغام دیتی ہے جس کا حکم سارے ہندوستان پر چلتا تھا۔ یہی تاریخ ہمیں سلطان حیدر علی سے متعارف کرواتی ہے جس نے اس وقت انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا جب مرہٹہ اور نظام حیدر آباد جیسی بڑی قوتیں انگریزوں سے صلح کے لیے بے چین تھیں، پھر چشم فلک نے یہ نظارہ بھی دیکھا کہ حیدر علی کی افواج انگریزوں کے پایہ تخت مدراس تک پہنچ چکی ہیں اور انگریز حیدر علی سے صلح کی بھیک مانگ رہے ہیں اسی تاریخ کے اوراق پر سلطان فتح علی ٹیپو کی داستان رقم ہے جس نے انگریز، مرہٹہ اور نظام کی متحدہ قوت کو دو بار شکست دی اور جس کی ریاست میسور جنگ کی تباہ کاریوں کے باوجود ہندوستان کی سب سے خوشحال ریاست تھی غرض یہ کہ اسلامی تاریخ کے اوراق جا بجا ان عظیم الشان شخصیات

کے تذکروں سے مزین ہیں کہ جن کی زندگی ہمارے لیے مشعل راہ ہے لہذا جو شخص مسلمانوں کی رہنمائی کے فریضے کو انجام دیتا ہے اس کے لیے تاریخ اسلام کی معرفت بہت ضروری ہے۔

لیکن افسوس کہ ہمارے ماضی اور حال کے اکثر نام نہاد رہنماء تاریخ کے معاملے میں کورے نظر آتے ہیں اور اس کا نتیجہ ہمیں قوم کی بربادی کی صورت میں نظر آتا ہے، لیکن کچھ شخصیات ایسی بھی گزری ہیں جنہوں نے صحیح معنوں میں قوم کی رہنمائی کا حق ادا کیا اور تاریخ کی روشنی سے قوم کی رہنمائی کی انہی شخصیات میں سے ایک شخصیت حضرت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی کی ہے آپ متبحر عالم دین ہونے کے ساتھ ساتھ تاریخ پر بھی گرفت رکھتے تھے اور تاریخی واقعات و تذکروں سے حاصل ہونے والے درس سے لوگوں کی اصلاح فرماتے تھے اور اس کی مثالیں ہمیں آپ رحمہ اللہ تعالی کی تقریروں سے ملتی ہیں چنانچہ اپنی ایک تقریر میں آپ موجودہ حکمرانوں کی بے راہ روی اور ماضی کے حکمرانوں کے تقوے کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ”جب قوم کے امین شراب پیتے ہوں تو ان سے انصاف کی امید نہ رکھی جائے ہمارے اسلاف حکمرانوں کے تقوی کا یہ عالم تھا کہ شاہ مظفر جس گھوڑے پر جہاد کیا کرتا تھا اسے ایک بیماری لاحق ہو گئی اطباء نے کہا اس کا علاج یہ ہے کہ اسے شراب پلائی جائے چنانچہ اسے شراب پلائی گئی بعد ازاں جب وہ گھوڑا شاہ مظفر کو پیش کیا گیا تو اس نے یہ کہہ کر اس پر سوار ہونے سے انکار کر دیا کہ جس گھوڑے کے پیٹ میں شراب گئی ہو مسلمانوں کا حکمران اس پر سواری نہیں کر سکتا“ یہ عالم تھا ہمارے اسلاف حکمرانوں کے تقوے کا اور مسلمان غالب بھی اسی وجہ سے تھے کہ وہ کردار کے غازی تھے، اگر ہم عروج حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اسی راہ کا راہی بننا ہو گا، اسی سیرت و کردار کو اپنانا ہو گا۔

ایک اور تقریر میں موجودہ اور ماضی کے حکمرانوں کے درمیان فرق بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں "ہمارا حکمران سعودی عرب گیا جہاں وہ تقریر کرنا چاہتا تھا لیکن اسے تقریر نہیں کرنے دی گئی کیونکہ غلاموں سے تقریر نہیں کرائی جاتی بلکہ ان سے خدمت لی جاتی ہے تقریر کا حق صلاح الدین ایوبی جیسوں کو حاصل ہوتا ہے، جن کی شان یہ تھی کہ ایک موقع پر انہیں دوران جنگ مصر میں بغاوت کی اطلاع ملی، جب وہ بغاوت کو فرو کرنے کے لیے مصر واپس جانے لگے تو انہوں نے سلطان نورالدین زنگی سے کہا کہ جنگ سے واپس جارہا ہوں کہیں لوگ مجھے شکست خوردہ تو نہیں کہیں گے تو سلطان زنگی نے کہ خود ایک عظیم الشان جرنیل تھے، جواب دیا: ”تم شکست خوردگی کی بات کرتے ہو! اس امت کو ہر دور میں ایک صلاح الدین کی ضرورت رہے گی“ یہ شان تھی اس مجاہد کی کہ جس کے آگے مشرق و مغرب کے پرچم سرنگوں تھے اور واقعی آج امت کو صلاح الدین ایوبی کی ضرورت ہے۔

ایک تقریر میں آپ رحمہ اللہ تعالی اسلامی تاریخ کے ایک روشن پہلو کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ”مسلمان حکمرانوں کا یہ خاصہ ہے کہ انہوں نے مفتوح اقوام پر کبھی ظلم نہیں کیا حتی کہ جب صلاح الدین ایوبی کی قیادت میں بیت المقدس فتح ہوا اور صلیبی وہاں سے سونا چاندی نکال کر لے جانے لگے تو مسلمان جرنیلوں نے جان بوجھ کر اس سے صرف نظر کیا حالانکہ وہ جانتے تھے کہ صلیبی مال و دولت لے جارہے ہیں کیونکہ ایک مسلمان کا مقصد کبھی مال و دولت ہوتا ہی نہیں بقول شاعر:

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی“

واقعتاً مسلمانوں کی تاریخ عالی ظرفی کی لاتعداد داستانوں سے بھری ہوئی ہے جبکہ کفار کی تاریخ اس کے برعکس ہے۔“

ایک تقریر میں حضرت امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی مسلمان حکمرانوں کے عشق رسول ﷺ کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"صلاح الدین ایوبی کے دور میں کرک کے برنس(حاکم) نے حجاج کے ایک قافلے کو لوٹا جب مسلمانوں نے آہ وزاری کی تو اس نے ازراہِ تمسخر کہا"تمہارے محمد ﷺ کہاں ہیں بلاؤ انہیں" جب یہ خبر صلاح الدین ایوبی تک پہنچی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ اس گستاخ رسول ﷺ کا سر اپنے ہاتھ سے کاٹے گا بعد ازاں جب کرک فتح ہوا اور سارے عیسائی حکمران قید ہوئے تو صلاح الدین نے سب کو معاف کر دیا لیکن اس گستاخ رسول ﷺ کی گردن تمام عیسائیوں کے سامنے کاٹ دی۔"یہ تھا ہمارے اسلاف حکمرانوں کا عشق رسول ﷺ اور یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ صلاح الدین ایوبی نے کبھی کسی قیدی کو قتل نہیں کیا اور اس معاملہ میں وہ ہمیشہ رحم دل رہا یہاں تک کہ گائی آف لسگنن جو کئی دفعہ صلاح الدین سے شکست کھا کر قید ہوا صلاح الدین نے اس کی وعدہ خلافی کے باوجود اسے ہر دفعہ معاف کر دیا، اسی طرح انگلستان کا حکمران رچرڈ جب صلاح الدین کے مقابلے پر آیا تو وہ جنگ کے دوران بیمار پڑ گیا جب اس کی بیماری کی خبر صلاح الدین تک پہنچی تو اس نے رچرڈ کو علاج کی سہولیات پہنچائی، یہ صلاح الدین ایوبی کی رحمدلی تھی لیکن جب معاملہ ناموس رسالت ﷺ کا آیا تو صلاح الدین ایوبی نے کسی قسم کا سمجھوتہ نہیں کیا اور تمام عیسائی حکمرانوں کے سامنے کرک کے حاکم ریجنالڈ کی گردن کاٹ دی۔

ماقبل ذکر کردہ حوالوں سے حضرت امیر المجاہدین رحمہ اللہ تعالی کی تاریخ پر گرفت کا اندازہ ہوتا ہے نیز یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ آپ نے تاریخ کو قوم کی اصلاح اور رہنمائی کے لیے استعمال کیا اور انہیں خواب غفلت سے جگانے کی سعی کی۔اب ہم پر لازم ہے کہ ہم ان باتوں پر عمل کریں۔اللہ تعالی حضرت امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ تعالی کے مزار پر انوار وتجلیات کی بارش نازل فرمائے، ان کے مشن کو جاری وساری فرمائے۔

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ بحیثیت اسلامی و قومی سیاسی مدبر

علامہ محمد عامر انصاری مدنی

(امام وخطیب جامع مسجد عثمانیہ، شیخ عبد المجید سندھی کالونی، دھابے جی ٹھٹھہ)

تاریخ پر گہرے اثرات چھوڑنے والے افراد بہت کم ہی ہوتے ہیں۔۔۔ کسی خاص مقصد پر منفرد انداز اپنا کر لوگوں کو متوجہ کرنے والے نفوس بہت کم ملتے ہیں۔۔۔ حقیقی نظریے کو نئی پہچان دینے والے بھی بہت کم پائے جاتے ہیں۔۔۔ اسلام کے نظریاتی اور ملک کے سیاسی پہلوؤں کے متعلق حقیقی جدوجہد کرنے والے بھی بہت نادر لوگ ہوتے ہیں۔۔۔ یہ نعرہ کہ "دین کو سیاست سے جدا ہرگز نہیں کیا جاسکتا" کی آبیاری کرنے والے خال خال دیکھے جاتے ہیں مگر ہاں! اس دور میں ان صفات عظیمہ سے مملو ہستی ہمیں قبلہ شیخ الحدیث، امیر المجاہدین فنا فی خاتم النبیین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی صورت میں نظر آئی۔۔۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے سیاسی خطابات میں اسلامی قوانین میں تبدیلی، آئین پاکستان میں تبدیلی، سودی نظام، ظلم و جبر، لوٹ گھسوٹ، ناانصافی، بے اعتدالی و بدعنوانی ہر عنوان پر قرآن و حدیث کی روشنی میں کیا خوب انداز اپنایا۔۔۔ قوم کا معاشی استحصال کر کے معاشرے کو کیسے گمراہی اور تاریکیوں میں دھکیلا جارہا ہے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مدلل انداز میں بیان فرمایا۔۔۔ سیاست سے الگ تھلگ علمائے کرام کو اصلاحِ معاشرہ کا درد اور درس کس انوکھے انداز میں سمجھایا۔۔۔ اطاعت گزار سابقہ مسلم حکمرانوں نے کس انداز میں معاشرے کی برائیوں کو ختم کیا۔۔۔ کیا ہی خوب صورت انداز میں تعارف کروایا۔۔ یقیناً! یہ آپ ہی کا خاصہ تھا۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے سیاسی افکار کی ابتداء

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے ہم جماعت، عظیم عالم دین شیخ الحدیث ڈاکٹر فضلِ حنان سعیدی مدظلہ العالی لکھتے ہیں: ۱۹۸۸ سے پہلے اور اس کے بعد ہم دونوں جمعیت علمائے پاکستان کے

اجلاسوں اور جلسوں میں شریک ہوتے، مولانا خادم حسین رضوی مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے، وہ اپنے ساتھ ایک ڈائری رکھتے تھے اور مجاہد ملت مولانا نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نورانی رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال اپنی ڈائری کی زینت بناتے، بعد ازاں اپنی تقاریر میں ان اقوال کے حوالے بھی دیا کرتے۔ (ماہنامہ النظامیہ، دسمبر ۲۰۲۰، امیر المجاہدین نمبر، ص:۴۶)

آپ کی سیاسی اور مذہبی زندگی کی متاثر کن شخصیات

عربی مقولہ ہے: الجنسُ یمیل اِلی الجنس یعنی جنس، جنس کی طرف مائل ہوتی ہے، جس جنس کی طرف کسی فرد کا میلان ہو گا وہ اسی کے انداز کو اپنانے کی کوشش کرے گا، وہ اسی کے انداز میں قوم وملت کی فلاح و بہبود کا سوچے گا، وہ اسی کے اخلاق وعادات اور تعلیمات کو عام کرے گا، وہ اسی کے انداز میں سیاسی افکار رکھے گا، اسی کو پھیلائے گا اور حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی بصیرت دیکھ کر اندازہ ہوجاتاہے کہ آپ کا میلان کس قدر مجاہد ملت مولانا عبد الستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ اور قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف تھا اور یہی وجہ ہے کہ آپ مجاہد ملت اور قائد ملت اسلامیہ کے بعد اہل سنت کے لئے سب سے بڑی اور معتبر سیاسی آواز بن کر ابھرے اور مجھے اس کے پیچھے فیضان اور راز بھی انہیں دونوں بزرگوں کا نظر آتا ہے جیسا کہ آپ کے استاذ گرامی شیخ الحدیث مفتی گل احمد خان عتیقی مد ظلہ العالی لکھتے ہیں کہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: اگر میرے استاذ علامہ رشید احمد نقشبندی صاحب میری سیاسی اور مذہبی راہ نمائی نہ فرماتے تو نہ جانے میں کہاں بھٹکتا پھرتا۔ (ماہنامہ النظامیہ، دسمبر ۲۰۲۰، امیر المجاہدین نمبر، ص:۱۸) اور علامہ رشید احمد نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت متاثر تھے جیسا کہ ہمارے دوست مولانا طاہر عزیز باروی زید مجدہ، فاضل جامعہ نظامیہ لاہور تحریر فرماتے ہیں: شیخ الحدیث علامہ

رشید احمد نقشبندی صاحب کی وجہ سے انہیں (امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کو) قائد ملت اسلامیہ علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ سے بہت عقیدت تھی، فرماتے ہیں: جب کوئی استاذ رشید صاحب سے تعویز لکھنے کا کہتا تو وہ نورانی صاحب کے نام کا تعویز لکھ کر دے دیتے، لوگوں کو شفا مل جاتی۔ (ماہنامہ النظامیہ، دسمبر ۲۰۲۰، امیر المجاہدین نمبر، ص:۱۱۹)

پژمردہ افسردہ معاشرے کو سیاسی شعور دینے والی ہستی

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے تنظیم سازی کئے بغیر عملی طور پر اپنی تقاریر کے ذریعے، پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں بالعموم اہلیان پاکستان اور بالخصوص اہل سنت کے نوجوانوں میں حقیقی سیاسی سوچ کو بیدار کرنا شروع کیا جیسا کہ نامور کالم نگار و صحافی جناب اوریا مقبول جان لکھتے ہیں: اللہ نے ایک ایسے پژمردہ افسردہ قوم کو زندہ کرنے پر مامور کیا جو اُمتِ مسلمہ کے سب سے بڑے مجرم پرویز مشرف کا دور تھا اور پوری دنیا حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مصداق بھیڑیوں کی طرح اُمت کی بھیڑوں پر ٹوٹ پڑی تھی، پاکستان میں یہی دور تھا جب صدیوں سے "توہینِ رسالت" کے مسلمہ اصولوں کو چھیڑنے کا آغاز ہوا، میدانِ سیاست میں اسے آمر اور ڈکٹیٹر کہنے والی پارٹیاں بھی اس معاملے میں اس کی ہمنوا تھیں، پورے ملک میں ہر وہ شخص جو اسلام، مسلمان اور نظریہ پاکستان کا تمسخر اڑانا چاہتا، اسے کھلی چھوٹ تھی، اس پژمردگی، مایوسی اور بے زبانی کے عالم میں شعلۂ جوالہ کی صورت ایک آواز گونجی، ایک نعرۂ مستانہ، کہ جس کی گونج میں ہر وہ دل جس میں محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ٹمٹماتی سی لو بھی زندہ تھی پروانہ وار اس کے گرد جمع ہونے لگا، اقبالؔ کے نقشِ قدم پر چلتا ہوا یہ مردِ قلندر بالکل ویسی ہی کیفیت دلوں میں پیدا کرنے میں کامیاب ہوا جیسی اقبال نے اپنے بارے میں اپنی نظم "شکر و شکایت" میں لکھی: اک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو لاہور سے تا خاکِ بخارا سے سمرقند۔ کون تھا جس کو اس عالمِ پژمردگی و مایوسی میں علامہ خادم حسین رضوی کی آواز نے حوصلہ نہ دیا ہو یوں لگتا تھا جیسے جنگل کے

پر ہول سناٹے میں کوئی ضیغم کچھار سے نکل آیا ہو اور اس کے پر زور نعرے نے جہاں دلوں میں ولولہ پیدا کیا؟۔(ملتقطاً: رونامہ ۹۲، تاریخ اشاعت: ۲۰۲۰-۱۱-۲۱)

مجددانہ سیاسی بصیرت

آپ رحمۃ اللہ علیہ اپنی دور اندیش سیاسی بصیرت کے ساتھ اس پژمردہ اور مایوس معاشرے میں اسلام ، نظریہ پاکستان، مظلوم مسلمان اور مظلوم مسلم دنیا کے مسائل کے متعلق مجددانہ سیاسی آواز بن کر ابھرے تاکہ نوجوان نسل کو ان پہلوؤں کی اہمیت کا بھی اندازہ ہو جائے اور سیاسی سطح پر ایسے ایشوز کو ہائی لائٹ کیا جائے مثلاً عافیہ صدیقی، لال مسجد، ملا عبد السلام ضعیف، آزاد مسلمانوں کو امریکہ کے حوالے کرنا، پاکستانی ہوائی اڈوں سے امریکی طیاروں کا پرواز کرنے جیسے معاملات پر کھل کر تنقید فرمائی نیز آپ نے سیاسی سطح پر بے دین طبقہ کو الحاد پھیلانے، سیکولر ازم کی طرف دھکیلنے، تعلیمی اداروں کو الحاد کی فیکٹریاں بنانے، انسانی حقوق کے نام پر مغرب زدہ این جی اوز کی مسلمانوں سے ”عشقِ رسول“ کو چھیننے جیسی کوششوں کی ببانگ دہل مذمت فرمائی، آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سیاسی پارٹیوں میں موجود حرمتِ رسول کے معاملے میں سلمان تاثیر اور عاصمہ جہانگیر زدہ لوگوں کی کھل کر مذمت فرمائی،ان سے پہلے سیاسی سطح پر یہ موضوعات اُمت میں چودہ سو سال تک کبھی زیرِ بحث نہیں آیا تھا گویا اس انداز میں ان مسائل کو سیاسی دنیا میں پیش کرنا آپ کا خاصہ تھا۔(ماخوذ از: رونامہ ۹۲، تاریخ اشاعت: ۲۰۲۰-۱۱-۲۱)

نفاق زدہ سیاستدانوں کو چھبنے والے

بعض سیاسی لوگوں میں یہ جراثیم ہیں کہ مذہبی لوگ سیاست سے دور ہوں تو ان پر اعتراض اور جب سیاست میں متحرک ہو جائیں تب بھی اعتراض ،الغرض !انہیں کسی حال میں چین نہیں ہوتا،عادت سے مجبور ہوتے ہیں، دراصل ایسے لوگوں میں منافقت پائی جاتی ہے، ایسے

ہی لوگوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مفتی منیب الرحمٰن صاحب امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے ایک خطاب کا حوالہ دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں: انہوں (امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے ایک خطاب میں معترضین کو جواب دیتے ہوئے کہا: ”منافق کسی حال میں راضی نہیں ہوتا، مولوی حق کے لیے نہ نکلے تو کہتے ہیں: ”حرام خور ہو گیا“ اور نکلے تو کہتے ہیں: ”حلوہ خطرے میں پڑ گیا“ اور جب کامیابی ملتی ہے تو کہتے ہیں: ”اکیس کروڑ روپے لے لئے“۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری متاعِ زیست بارگاہِ رسالت میں لاکر پیش کر دی، تو منافقین نے اسے ریاکاری سے تعبیر کیا اور حضرت ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ شب بھر مزدوری کر کے دو کلو لے کر آئے تو منافقین نے کہا: ”اللہ کو اس حقیر صدقے کی کوئی حاجت نہیں ہے“۔ (بشکریہ روزنامہ دنیا، ۲۰۲۰۔۱۱۔۲۸)

عالم دین سیاستدانوں کے لئے مشعل راہ

قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی سیاسی خدمات ہر عالمِ دین سیاست دان حضرات کے لئے مشعلِ راہ ہے، گروہ علما کو اس بارگاہ سے ضرور سیاسی بصیرت کے لئے رجوع کرنا چاہئے نیز ویسے بھی منقول ہے: كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ یعنی ”بنی اسرائیل کے سیاسی معاملات ان کے انبیاء کرام دیکھا کرتے تھے۔“ نیز اس امت کے علماء کے لئے یہ بھی منقول ہے: ”**میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی طرح ہوں گے**“۔ بنی اسرائیل کے انبیائے کرام اللہ کی حاکمیت قائم کرنے کے لئے سیاسی امور دیکھا کرتے تھے، اب جب اس امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیائے کرام کی طرح ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ ہمیں سیاسی قیادت لئے بھی ہر دم تیار رہنا چاہئے۔

آخر میں میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ، مثبت سیاست کے ذریعے قوم مسلم کو ایک قطار میں لانے کی سعی کرنے والے امیر المجاہدین، شیخ الحدیث علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے درجات بلند فرمائے اور ہمیں بھی ان کا صدقہ عطا فرمائے۔ آمین

امیر المجاہدین بے مثل خطیب

علامہ عطاء الرحمن قادری

(مدرس مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ)

یہ شب و روز، مہ و سال کا پر پیچ سفر جاری تھا کہ ناگہاں ایک خبر جس نے چند ساعتوں میں سارے عالم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا وہ خبر کہ جس نے ہر آنکھ اشکبار اور ہر دل عاشق غم رسیدہ کر دیا (میری مراد قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت کی خبر ہے) گو کہ اس خبر کو تسلیم کرنا بہت ہی مشکل تھا لیکن قضا کا فیصلہ یہی تھا۔

کون بچ کے نگہ ہوش ربا سے نکلے صید کیا پنجہ صیاد قضا سے نکلے

قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے ابدی نیند سو چکنے کے بعد اپنے تو اپنے بے گانے بھی خاص کر میڈیا (پرنٹ، الیکٹرانک اور سوشل) جن کا حال یہ تھا کہ:

لوگ باتیں بنانے پر ایسے تلے چھپ گئی ہر حقیقت فسانوں کے بیچ

ان کے بھی تاثرات کچھ یوں تھے کہ:

ہوا ہے تجھ سے بچھڑنے کے بعد یہ معلوم
کہ تو نہیں تھا ترے ساتھ ایک دنیا تھی

بقول حبیب جالب

اب رہیں چین سے بے درد زمانے والے سو گئے خواب سے لوگوں کو جگانے والے
دیکھنے کو تو ہزاروں ہیں مگر کتنے ہیں ظلم کے آگے کبھی سر نہ جھکانے والے
مجھ پہ تحقیق میرے بعد کرے گی دنیا مجھے سمجھیں گے میرے بعد زمانے والے

رب کریم قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی مرقد پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے۔

سقا اللہ ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ

قبلہ امیر المجاہدین اپنی ذات میں کئی صفات کے جامع تھے جس صفت سے بھی متصف تھے اس میں باکمال تھے لیکن آپ کی نمایاں خوبی جو توجہ کا مرکز بھی تھی وہ آپ کا انداز خطابت تھا یقینی طور پر ایک اسلام کے داعی کو جس انداز خطابت سے بہرہ ور ہونا چاہیے آپ اس کا مظہر تھے کیونکہ خطابت کی اہمیت و افادیت ہر زمان و مکان میں مسلم رہی ہے۔

گلشن علم و ادب ہو یا چمن تعلیم و تعلم، جلسے کا مسند ہو یا مسجد کے محراب و ممبر، سیاست ہو یا میدان دعوت راہ تبلیغ وعظ و نصیحت، خطابت اپنا اثر ضرور دکھاتی ہے بسا اوقات جب میدان کارزار میں تلوار کی دھار کند پڑ جاتی ہے توپ و تفنگ ناکام ہو جاتے ہیں اور دشمن سے نبرد آزما سپاہی ناامیدی و مایوسی کا شکار ہو کر شکست کی دہلیز پر پہنچ جاتے ہیں تو ایسے نازک موڑ پر بھی خطابت ہی اپنا جوہر دکھاتی ہے جو مایوس انسانوں کے پژمردہ قلوب کو جھنجھوڑتی ہے انھیں عزم و حوصلہ ذوق شجاعت و شوق شہادت بخشتی ہے پھر فضاؤں میں انقلاب انقلاب کی صدائیں بلند ہونے لگتی ہیں اور فتح و کامرانی ان کا قدم چومنے لگتی ہے۔

رب تعالی نے قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی آواز میں کچھ ایسی ہی تاثیر پیدا کی تھی کہ لوگ دیوانہ وار اپنے قائد کے مشن (انھیں جانا انھیں مانا نہ رکھا غیر سے کام) کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کا نہ صرف عزم بلکہ عملی میدان میں بھی اس کا اظہار کرنے سے گریز نہیں کرتے تھے۔

جان قربان حیات جاوداں کر دیں گے ہم
اس زمیں کو دے کے رفعت آسماں کر دیں گے ہم

قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کے انداز خطابت میں سلاست کمال کی تھی، اس صلاحیت کے حامل لاکھوں میں سے چند لوگ ہوتے ہیں امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ انھیں میں سے ایک تھے۔

آپ کی خطابت میں اشعار کا استعمال بکثرت تھا خاص کر اقبال، روم اور امام اہلسنت کی شاعری آپ کے رگ و ریست میں سرایت کر چکی تھی اس فن کا کثرت استعمال آپ کی خطابت کو ممتاز کر دیتا تھا اشعار کا انتخاب اور بیان اتنا دلسوز تھا ایسا لگتا کہ شاعر نے خاص اسی مقام کیلئے اشعار کہے ہیں۔

امیر المجاہدین سیرت و تاریخ اسلام پر بڑی گہری نظر رکھتے تھے، واقعات کا سیل رواں بھی آپ کے خطاب کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ مزید یہ کہ واقعات بھی وہ بیان فرماتے جو اسلامی حمیت و غیرت عوام میں بیدار کر دیتے۔

آپ کے بیان کا موضوع تقریباً ناموس رسالت، ختم نبوت اور عشق مصطفی تھا یعنی حضور کی ذات پاک کیونکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں جو کچھ ملا حضور کے صدقے سے ہی ملا۔

اگر خیریت دنیا اور عقبیٰ آرزو داری بدر گاہش بیاد ہر چہ می خواہی تمنا کن

آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ: **جن مالکوں کا ہم کام کرتے ہیں ان کی سخاوت کا عالم یہ ہے کہ**

آتا ہے فقیروں پہ انہیں پیار کچھ ایسا خود بھیک دیں اور خود کہیں منگتے کا بھلا ہو

اسی عزم و عشق میں جھوم جھوم کر بیان کرنے کے سبب رب تعالی نے آپ کے بیان میں وہ قوت پیدا کی تھی کہ گستاخ رسول گریٹ ویلڈر ہو یا دنیا کے کسی کونے میں موجود سید عالم ﷺ کا گستاخ ہو "خادم حسین" نام سنتے ہی حواس باختہ ہو جاتے تھے اور یہ آپ ہی کا انداز خطابت تھا کہ ویل چیئر پر ہونے کے باوجود کفر کے ایوان لرزہ بر اندام تھے۔ آپ کے طریقۂ اصلاح کا عالم یہ تھا کہ وہ جوان جو فحاشی اور برائی کے دلدادہ تھے آپ نے ان کے دلوں میں عشق مصطفی ﷺ کے دیپ روشن کر دیئے۔

قبلہ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ رب تعالی کی ایک بہت بڑی نعمت تھی جو ہمیں داغ مفارقت دے کر چلی گئی اس مفارقت سے امہ مسلمہ میں ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا ازالہ نہیں کیا جا سکتا۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ترجمہ نگاری

شاہزیب راجپر

(ریسرچ اسکالر جامعہ کراچی)

امیر المجاہدین، فنا فی خاتم النبیین حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک باکمال شخصیت تھے، کمال کے حافظ، بہترین مدرّس اور بے مثال خطیب تھے۔ اللہ پاک نے کئی ایک کمالات سے آپ کی شخصیت کو نوازا تھا اور بہت سی خوبیوں سے سنوارا تھا۔ فن ترجمہ میں مہارت انہیں خوبیوں میں سے ایک ہے۔ اس مضمون میں آپ کی ترجمہ نگاری کے حوالے سے بات کریں گے لیکن پہلے ترجمہ نگاری کے بارے میں کچھ جان لیتے ہیں۔

ترجمہ نگاری:

ترجمہ نگاری ایک آرٹ ہے، ایک فن ہے، یہ نگینہ جڑنے کا فن ہے، ترجمہ میں ایک زبان کے معانی اور مطالب کو دوسری زبان میں اس طرح منتقل کیا جاتا ہے کہ اصل عبارت کی خوبی اور مطلب جوں کا توں باقی رہے، دوسرے لفظوں میں یوں کہہ لیجئے کہ ترجمہ بے روح نقالی کا نام نہیں ہے بلکہ اس میں اصل کا پورا خیال رکھا جاتا ہے، اسی لوچ اور نرمی، درشتی یا سختی، اسی جاذبیت اور دل کشی یا اسی بے کیفی اور بے رنگی کے عالم میں، اسی احتیاط کے ساتھ، اسی زبان و بیان میں دوسری زبان میں نقل کرنے کا نام ترجمہ نگاری ہے۔

خادم حسین رضوی کی ترجمہ نگاری:

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو ترجمہ نگاری میں بڑی مہارت حاصل تھی، آپ احادیث، آیات اور عربی فارسی اشعار کا فی البدیہہ اردو و پنجابی زبان میں ایسا ترجمہ کرتے تھے کہ عام سے عام آدمی بھی ان کو آسانی سے سمجھ لیتا اور پورے مفہوم کو جان جاتا تھا۔

ذیل میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے شاندار ترجمہ کے دو نمونہ پیش کئے جارہے ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

أن الله يؤيد حسان بروح القدس ما يفاخر او ينافح عن رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔(سنن ترمذی، باب ماجاء فی انشاد الشعر، ج۵،ص۱۳۸، حدیث:۲۸۵۶)

جب تک حسان منبر پر کھڑا ہو کر میرے دشمنوں کا منہ توڑ تا رہتا ہے، میری تعریف بیان کرتا رہتا ہے جبرئیل اس کی پشت پر کھڑے رہتے ہیں۔

(https://youtu.be/-ZU9Ak-ZMLo)

ولست أبالي حين أقتل مسلما

وذلك في ذات الإله وإن يشأ

يبارك على أوصال شلو ممزّع

(معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم، خبیب بن عدی الانصاری، ج۲، ص۹۸۶)

سن لو! مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں اب تم میری زبان کاٹنے لگے ہو، اس لئے کہ میں دنیا سے محمد عربی کا غلام بن کے جا رہا ہوں، یہ سب کچھ میں اللہ، رسول کے لئے برداشت کر رہا ہوں، میرا جسم کاٹ کر تم تالیاں مار رہے ہو کہ ہم نے حضور کے غلام سے بدلا لے لیا، جس رب کے لئے میں نے تکلیفیں برداشت کی ہیں نا! میرا رب قادر ہے وہ میرے کٹے ہوئے جسم کو پھر جوڑ دے گا۔(https://youtu.be/4sfFaGCxnV0)

قال رسولُ الله -صلَّى الله عليه وسلم-: مَنْ لِكعبِ بن الأشْرفِ، فإنه قد آذى اللهَ ورسولَه، فقامَ محمدُ بن مَسْلَمَةَ فقال: أنا يا رسول الله، أتحبُّ أن أقتُلَه، قال: نعم.(سنن ابو داؤد، ج۴، س۳۹۸، حدیث:۲۷۶۸)

حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا: کعب بن اشرف کے لئے کون جائے گا؟ وہ اللہ کو بھی تکلیف

دیتا، اور اس کے رسول کو بھی تکلیف دیتا ہے، محمد بن مسلمہ کھڑے ہو گئے عرض کی حضور میں، حضور آپ چاہتے ہیں میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: میں یہی چاہتا ہوں۔

(https://www.youtube.com/watch?v=m9zN0iQsy7o&feature=youtu.be)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مستقل کسی کتاب کا ترجمہ تو نہیں ملتا لیکن! تقریر اور بیان کے دوران آیات و احادیث اور کئی ایک عربی و فارسی اشعار کے ترجمہ سننے کو مل جاتے ہیں، جنہیں جمع کیا جائے تو شاید ایک اچھا ذخیرہ جمع ہو سکتا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ جیسی سنہری شخصیت کے بارے میں شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

جمالُ ذی الارض کانوا فی الحیاۃ و ھم
بعد الممات جمالُ الکتب و السیر

یعنی: زندگی میں اہل زمین کے لئے باعث زینت تھے اور وفات کے بعد کتابوں اور تذکروں کی زینت بن گئے۔

مجدد عشق رسول ﷺ کا شاندار پیغام

میری آپ سب کے سامنے بس یہ ایک آرزو ہے، اتنی حضور ﷺ سے محبت کر کے جانا کہ:

جب روح میرے پیراہن خاکی سے نکلے
تو روضے سے آواز آئے وہ میرا فقیر آیا

بس میری آپ سے یہی آرزو ہے، جب قبر میں فرشتے پوچھیں تو میرے آقا و مولیٰ ﷺ خود فرمائیں: جانے دو اپنا ہے۔ بس ہمارا کوئی اور مقصد نہیں۔ نہ ہم نے آپ سے کچھ لینا ہے نہ ہم نے آپ کو کچھ دینا ہے۔

کوہ استقامت

علامہ فاروق مدنی

(مدرس مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ)

الحمد للہ رب العٰلمین و الصلاۃ والسلام علی سید المرسلین ۔أما بعد فأعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ،بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آج جس عظیم ہستی کے متعلق میں لکھنے جارہاہوں وہ دور حاضر کا ایک ایساعاشق رسول تھاجو طوفان کی طرح آیااور آندھی کی طرح چلا گیا،وہ ایک ایساموسم تھا جس نے سوکھے ہوئے پتوں کو بھی تازگی دے دی، وہ رہاتو بہت کم دنوں کے لئے لیکن کئی سالوں تک رہنے والے نشانات چھوڑ گیا۔وہ اقبال کا ایک ”دیدہ ور“ تھا جس کے بارے میں ڈاکٹر اقبال نے کہا تھا:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

جی ہاں! میں جس ہستی کا ذکر کر رہا ہوں وہ ”شیخ الحدیث امیر المجاہدین حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمہ اللہ“ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔اللہ تعالی نے آپ کو بہت سی خوبیوں سے نوازہ تھا جن میں آپ کا عشق رسول ﷺ، جذبہ جہاد، اللہ کے لئے کسی سے دوستی اور اللہ ہی کے لئے کسی سے دشمنی رکھنا، آپ کی نمایاں خوبیاں ہیں، ویسے تو آپ کے اوصاف کی فہرست بہت طویل ہے مگر ان میں سے ایک خاص وصف ”آپ کی استقامت“ بھی ہے جس کا میں ضرور ذکر کرنا چاہوں گا جو آپ کی ذات میں نمایاں حیثیت رکھتا ہے۔

استقامت کا پہاڑ

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ حق کے راستے میں اور اعلائے کلمۃ الحق کے لئے باطل

قوتوں کے سامنے اس طرح ڈٹے رہتے جیسے پہاڑ زمین میں اپنی میخیں گاڑے ہر طرح کی آندھی اور طوفان کے سامنے کھڑا رہتا ہے، چاہے سورج کی سخت دھوپ کے تیر چل رہے ہوں یا برف کی گولا باری ہو رہی ہو وہ پہاڑ کو اپنی جگہ سے ایک قدم بھی نہیں ہٹا سکتے، اسی طرح علامہ خادم حسین رضوی بھی اگر میدان میں آجائیں تو چاہے کچھ بھی ہو جائے، باطل قوتیں کتنا ہی زور لگا لیں آپ کو ایک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹا سکتی تھیں۔ یہ اللہ تبارک وتعالیٰ کی آپ پر ایک خاص عنایت تھی۔ اللہ پاک قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ

ترجمہ کنز الایمان: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں۔ (ابراہیم:۲۷)

تاریخ انصاف کرے گی کہ آپ نے (ہمیشہ) حق بات ڈنکے کی چوٹ پر کہی اور کبھی بھی حق بات کہنے سے پیچھے نہیں ہٹے، سامنے چاہے کتنی ہی بڑی طاقت کیوں نہ ہو آپ کے قدموں میں ذرہ برابر بھی لرزش نہیں آئی اور نہ ہی آپ کی پیشانی پر کبھی خوف کے آثار نمودار ہوئے۔ قرآن کریم میں ایک اور جگہ پر ارشادِ خداوندی ہے:

إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ

ترجمہ کنز الایمان: بیشک وہ جنہوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر ثابت قدم رہے نہ ان پر خوف نہ ان کو غم۔ (احقاف:۱۳)

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور سیاست

علامہ خادم حسین رضوی صاحب جس مشن کو لے کر چلے اور اس کے لئے جو راستہ اختیار کیا تھا اُسے کئی لوگوں نے مختلف انداز سے دیکھا اور اپنا تجزیہ بھی پیش کیا۔ آپ دین مصطفی ﷺ کو تخت (حکومت) پر لانا چاہتے تھے، شریعت محمدی ﷺ کو ریاست پاکستان

میں نافذ العمل کرنا چاہتے تھے، اور اس کے لیے آپ نے سیاست کا راستہ چنا ہوا تھا۔

بعض لوگوں کا یہ خیال تھا (ان میں عوام اور علماء دونوں شامل ہیں) کہ ایسا ہونا بہت مشکل ہے کیونکہ موجودہ سیاسی نظام اور اس میں موجود کالی بھیڑیں (بد عنوانی کرنے والے لوگ) ہر گز ایسا نہیں کرنے دیں گی۔ اور کسی حد تک یہ گمان درست بھی ہے لہذا اس عظیم کام کے لیئے سیاست موضوع شے نہیں ہے۔ مگر جہاں تک میں سمجھتا ہوں کہ یہ باتیں علامہ خادم حسین رضوی صاحب کے سامنے بھی موجود تھیں۔ آپ نے اپنے آخری خطاب میں ان ہی کالی بھیڑوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ہم رسول اللہ کے غلام ہیں اور حضور ﷺ کی عزت کے لیئے ہم باہر نکلیں ہیں، تم نے ڈاکہ مارا ووٹوں پر ہم نے کوئی احتجاج کیا؟ کچھ بھی نہیں کیا۔ آئندہ بھی ڈاکہ مارو گے تو کیا کرو گے۔ سدا تم نے رہنا ہے؟ حضور ﷺ کا دین تو آنا ہی آنا ہے"

اس سے واضح پتا چلتا ہے کہ آپ موجودہ سیاسی نظام اور اس میں موجود کالی بھیڑوں کو خوب جانتے تھے مگر پھر بھی سیاست کا راستہ اپنایا ہوا تھا، آپ شاید چاہتے تھے کہ اس دور کے حکمران یا سیاست دان کل بروز قیامت یہ حجت پیش نا کر سکیں کہ ہمارے سامنے کوئی حق بات کہنے والا آیا ہی نہیں ورنہ ہم اس کا ساتھ دیتے اور دین اسلام کے خلاف اور رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر جو حملے ہو رہے تھے اس کو ختم کرتے۔ آپ نے اپنے آپ کو پیش کر کے یہ بتا دیا کہ اگر آج تم میرا ساتھ نہیں دیتے تو کل تمہارے پاس کوئی راہ پناہ باقی نہیں رہے گی۔ آپ نے واقعی امام حسین رضی اللہ تعالی عنہ کے خادم ہونے کا حق ادا کر دیا۔

زمین و آسمان گواہ ہیں کہ آپ سیاست کے لئے سیاست میں نہیں آئے تھے ورنہ کئی ایسے مقام بھی آئے جہاں آپ چاہتے تو اسلام کے متعلق کوئی سمجھوتا کر لیتے اور اپنا سیاسی مفاد نکال لیتے (جیسا کہ بعض سیاسی لیڈر کرتے ہیں کہ وہ اپنے پارٹی کے مفاد کی خاطر دین و

ملت سب کا سودا کر بیٹھتے ہیں) مگر آپ نے کبھی ایسا نہیں کیا۔ اور وہ فیصلے لیے جو اسلام چاہتا ہے، چاہے اس کے لیئے آپ کو سیاسی طور پر کتنا ہی بڑا نقصان اٹھانا پڑا۔

حیران کر دینے والی استقامت

یہ سب جانتے ہوئے بھی کہ یہ نظام کیسا ہے اور اس میں کیسے لوگ موجود ہیں، آپ کو اس میں کس قدر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، بلکہ آپ کی کئی نسلوں کو اس میں قربانیاں دینی پڑیں گی، آپ استقامت سے اس کام کو آگے بڑھاتے گئے، غازی ممتاز قادری رحمۃ اللہ علیہ کے جنازے سے لے کر اپنے جنازے تک اس میں ذرہ برابر بھی کمی نہیں آنے دی۔

میں واقعی آپ کا یہ جذبہ دیکھ کر بہت حیران ہوا کہ بندہ جب کوئی کام شروع کرے اور اسے اس بات کا اندازہ بھی ہو کہ یہ کام مشکل ہی نہیں قریب بہ ناممکن ہے اور پھر بھی اسے استقامت سے کرتا چلا جائے۔

یہ علامہ خادم حسین رضوی صاحب کا ہی خاصہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالی ان کی قبر پر کرڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے، ہمیں ان کے دیے ہوئے پیغام کو سمجھنے اور عام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واسطہ پیارے کا ایسا ہو کہ جو سنی مرے
یوں نہ فرمائیں ترے شاہد کے وہ فاجر گیا
فرش سے ماتم اٹھے کہ وہ طیب و طاہر گیا
عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا ذوق شاعری

مفتی اہلسنت علامہ مفتی محمد فرحان قادری
(مدرس جامعہ غوثیہ رضویہ ورئیس دار الافتاء الضیائیہ)

نظم کی نثر سے زیادہ تاثیر ہوتی ہے، یہ بات ہر خاص وعام پر ظاہر ہے۔ بسا اوقات لوگ اپنے مؤقف کی دلیل یا تائید کے طور پر جب کچھ پیش کرنا چاہتے ہیں تو دلائل نقلیہ کے ساتھ ساتھ اشعار کا بھی استعمال کرتے ہیں اور مشاہدہ یہی ہے کہ شعر پڑھنے والے کی گفتگو میں صرف نثری کلام کرنے والے کی بنسبت زیادہ جاذبیت اور کشش ہوتی ہے۔ کہا جاتا ہے؛

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقتِ پرواز مگر رکھتی ہے

اس شعر میں شاعر پُر اثر بات <u>دل سے نکلنے</u> والی کو کہہ رہا ہے لیکن بیان پھر بھی اسے شعر ہی میں کر رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ کئی حوصلہ اِفزا تحاریک (Motivational movements) بھی اشعار کی بدولت بہت طاقت ور بنیں، ان میں ہمارے بہت نزدیک کی مثال تحریکِ پاکستان ہے۔ بلاشبہ اس عظیم تحریک میں جہاں علمائے اہلسنّت وجماعت کا کردار روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے وہیں شاعرِ مشرق ڈاکٹر اقبال علیہ الرحمہ کے اشعار کی صورت میں مسلمانوں کو اپنی حیثیت کی شناخت اور اپنی آزاد اسلامی مملکت، **پاکستان** کے حصول کے لئے اشعار کی صورت میں برانگیختہ کرنا کسی پر مخفی نہیں۔

بہر حال، جب بات ہو شاعرِ مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال علیہ الرحمہ کی اور ساتھ ہی امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی علیہ الرحمہ کے شاعرانہ ذوق کا ذکر ہو تو گویا ایک پنتھ دو

کاج کی بات صادق آتی ہے۔ بلاشبہ علامہ خادم حسین صاحب شاعری کا شغف رکھنے کے ساتھ ساتھ ماہرِ اقبالیات بھی تھے۔ جہاں آپ کی گفتگو میں عشق رسول ﷺ کی چاشنی سرایت کئے ہوئے تھی وہیں ان میں اشعار کا اضافہ سونے پر سہاگہ کا کام کرتا اور پھر قول کے مطابق عمل موتیوں کی طرح اس ہار کی زینت بڑھاتا تھا۔ آپ علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی عشقِ رسول ﷺ، ناموسِ رسالت اور عقیدۂ ختم نبوّت کی پہرہ داری کے لئے وقف کرر کھی تھی۔ یوں تو علماء اور طلباء آپ کی ذات سے زمانۂ طویل سے واقف تھے؛ کیونکہ آپ کی درسی میدان میں جو خدمات ہیں وہ عرصۂ دراز سے شہرت کی حامل ہیں بالخصوص آپ کی عربی گرامر کے حوالے سے مرتب کردہ کتاب، تیسیر ابواب الصرف سے کم از کم گزشتہ دہائی کے فارغ التحصیل علماء نے ضرور استفادہ کیا ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ جو شخص درسِ نظامی کا اچھا طالبِ علم ہو وہ اچھا استاذ بھی ہوتا ہے اور علوم وفنون میں مہارت کے ساتھ ساتھ اس کی اُردو ادب پر بھی کافی گہری اور پُر ذوق نظر ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علامہ صاحب علیہ الرحمہ شاعری کا بہت اچھا ذوق رکھتے تھے۔

خود فرماتے ہیں کہ دورانِ تعلیم، درسی کتب کے علاوہ جن کتب کا مطالعہ کرتا تھا ان میں ڈاکٹر اقبال کا فارسی مجموعہ کلام سر فہرست تھا اور فرمایا کہ میں نے "کلیات اقبال" خرید لی تھی اور نو عمری میں ہی اس قلندر شاعر کے افکار کا مطالعہ شروع کر دیا تھا۔

اقبال کے کلام کے بعد علامہ اقبال کے شاعری کے استاذ مولانا روم علیہ الرحمہ کو پڑھا اور اور انکے بیشتر کلام کو یاد کر لیا تھا۔

آپ فرماتے ہیں کہ مجھے اقبال، مولانا روم اور اعلی حضرت فاضل بریلوی کی شاعری نے بہت زیادہ متاثر کیا اور یہ حضرات عشق رسول کے وہ جام پلاتے ہیں جنہیں پینے کے بعد کسی چیز کی حاجت نہیں رہتی اور اردو شعراء میں آپ علیہ الرحمہ کو اکبر الہ آبادی کی شاعری

بھی پسند تھی۔

آپ کو مطالعہ کا جنون رہتا تھا آپ سفر نامے بہت پڑھتے تھے آپ نے حکیم محمد سعید اور مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ کے تمام سفر نامے پڑھ ڈالے۔

علمی ذوق، ادب سے شغف، شریعت کا ادراک، طریقت سے واقفیت اور عشقِ رسول ﷺ، یہ وہ عناصر ہیں جو دل میں ہوں تو ایک بہادر اور بے باک سچا مسلمان بنتا ہے۔ علامہ صاحب بلاشبہ ان تمام اوصاف کے حامل تھے۔ جد وجہد، لگن، یکسوئی اور مجاہدات کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ مقام عطا کیا کہ جو دہائیوں بلکہ صدیوں میں کسی کسی کو ملتا ہے۔ بے باکی اور حق گوئی میں آپ کا بظاہر کوئی ثانی نہیں یہی وجہ ہے کہ وقت کے حکمران چاہے ملکی ہوں یا غیر ملکی سب ہی آپ کے نام سے خوف زدہ ہیں باوجودیکہ آپ دنیا سے رخصت ہوگئے لیکن آج بھی آپ کا نام کفار کے کسی بھی فورم پر قہر بن کر ٹوٹتا ہے اور آپ کے نام لیوا کو بھی وہ برداشت نہیں کرسکتے اور انہیں اپنی مجلس اور فورم سے فوراً دور کرنے اور دور رکھنے کی ہر ممکن تدبیر کرتے ہیں۔ آپ کی ذات اعلیٰ حضرت امام اہلسنّت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن کے اس کردار کی مظہر ثابت ہوئی کہ؛

کروں مدح اہلِ دول رضاؔ پڑے اس بلا میں مری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا مرا دین پارۂ ناں نہیں

وقت کے فرعونوں کے ہاتھ آپ نے کبھی بیعت نہ کی نہ اپنے مؤقف سے ایک قدم پیچھے ہٹے حالانکہ انہوں نے آپ کو دبانے کے لئے اپنے مختلف حربے بھی استعمال کئے اور طرح طرح کی پیشکش بھی کی۔

تختِ سکندری کو وہ تھوکتے نہیں ہیں
بستر لگا ہوا ہے جن کا تری گلی میں

آج کے نوجوانوں کو ضرورت ہے کہ ان کی ذات اور کردار سے درس لیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرکے اپنے کردار اور افعال کو سُدھارنے کی کوشش کریں بالخصوص محنت کو ہرگزنہ چھوڑیں؛ کیونکہ محنت چھوڑ کر زندگی میں "شارٹ کٹ" ڈھونڈنے والے بظاہر تو اونچے دِکھنے کی کوشش کرلیتے ہیں لیکن حقیقتاً وہ بہت پست قد ہوتے ہیں۔

اسی بات کو میں مزید طلباء کے لئے عرض کروں گا کہ دورانِ طالبِ علمی کبھی شہرت کی طلب لئے خود کو لوگوں پر ظاہر کرنے میں اپنا وقت صرف نہ کریں بلکہ طلبِ علم پر مکمل توجہ دیں اور محنت کو جاری رکھیں۔ کبھی بھی کامیابی، صرف کامیابی کی طلب سے یا صرف خود کو مشہور کرنے کی طلب سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ محنت، لگن، خلوص جیسے عناصر خود بخود انسان کو کامیاب کر دیتے ہیں؛

نامی کوئی بغیر مشقت نہیں ہوا
سو بار جب عقیق کٹا تب نگیں ہوا

اور در حقیقت اصل کامیابی انسان کی رِضائے الٰہی لے کر دنیا سے جانا ہے۔ بلا شبہ علامہ خادم حسین رَضَوی صاحب علیہ الرحمہ اس بات کی روشن دلیل ہیں۔

اِنہیں جانا اِنہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام
للہ الحمد میں دنیا سے مسلمان گیا

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا کمال استغناء

علامہ محمد مختار اشرفی

(ناظم اعلیٰ جامعۃ النور کراچی)

الحمد لله الغني الحميد، والصلاة والسلام على رسوله الغني الذي قال لعزّ المؤمن ''عز المؤمن استغناؤه عن الناس''، وعلي أصحابه الذين استغنوا عن الناس، وعلي أولياءه الذين لا يسئلون الناس إلحافاً. أمّا بعد

امیر المجاہدین حضرتِ علامہ مولانا خادم حسین رضوی نور اللہ مرقدہ کی ذات بے شمار خوبیوں کی جامع تھی، آپ جہاں حافظِ قرآن تھے وہیں آپ عالمِ دین بھی تھے، آپ کی ذات میں جہاں ہمیں صدیق اکبر کی صداقت نظر آتی ہے تو وہیں عمر فاروق کی عدالت بھی دیکھنے کو ملتی ہیں، اگر آپ ہمیں عثمانِ غنی کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے سخاوت کرتے نظر آتے ہیں وہیں ہمیں مولیٰ علی کی شجاعت کا بھی نظارہ دیکھنے کو ملتا ہے، ہمیں مجددِ الفِ ثانی کی جھلک اور امام اہلسنت کا عکس بھی آپ کی ذات میں نظر آتا ہے۔ مختصر یہ کہ آپ کی ذات میں ہمیں بہت ساری خوبیاں نظر آتی ہیں۔

انہی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ بھی تھی کہ آپ لوگوں کے مال و دولت سے مستغنی و بے پرواہ تھے، اللہ کریم نے آپ کے دل کو غناء کی دولت سے بھر دیا تھا یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی نے آپ کو آپ کی ذات کے لئے کچھ دینا چاہا تو آپ نے اسے لینے سے انکار کر دیا۔ اس مضمون میں اسی حوالے سے چند باتیں سپر د قلم کر رہا ہوں۔

مؤمن کی عزت لوگوں سے مستغنی رہنے میں ہے:

ہر شخص کی تمنا ہوتی ہے کہ لوگوں کے درمیان عزت والا اور عزیز بن کر رہے، اس کی ایک قدر ہو، اسے لوگوں کے سامنے سر جھکانا نہ پڑے۔ کیسے ممکن ہے کہ بندہ لوگوں کے

سامنے عزیز بھی ہو اور اس کی قدر بھی بر قرار رہے؟ ہمیں حدیث شریف میں اس کا حل نظر آتا ہے۔ سہل بن سعد روایت کرتے ہیں، حضرت جبرئیل علیہ السلام بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور عرض کی:

واعلم أنّ شرف المؤمن قيام الليل وعزّه استغناؤه عن الناس.

ترجمہ: اور آپ جان لیں کہ مؤمن کا شرف رات کے قیام میں اور اس کی عزت لوگوں سے مستغنی ہونے میں ہے۔(شعب الایمان، حدیث:۱۰۰۵۸)

عزت کا ایک سبب:

لوگوں کے سامنے عزت کے اسباب میں سے ایک سبب دنیا میں لوگوں سے مستغنی ہو جانا ہے، جب بندہ لوگوں سے مستغنی ہو جاتا ہے تو عزت والا ہو جاتا ہے اور اس کی قدر بھی محفوظ ہوتی ہے۔

حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے تربیت یافتہ اصحاب رضی اللہ عنہم

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم کی تربیت استغناء عن الناس پر فرمائی، یعنی لوگوں سے اپنی حاجت کو طلب نہ کرے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے " لا تسألوا الناسَ شيئا" کی تربیت کو اس طور پر اپنایا کہ عوف بن مالک اشجعی روایت کرتے ہیں کہ:" بعض ایسے بھی صحابہ دیکھے گئے کہ ان کا کوڑا بھی زمین پر گر جاتا تو اسے دوسرے ساتھی سے اٹھانے کے لئے بھی نہ کہتے۔"(مسلم، حدیث:۱۰۴۳)

طلبہ، علماء اور مبلغین کے لئے نصیحت:

مال کا فتنہ بھی عظیم فتنوں میں سے ایک فتنہ ہے، طلبۂ علمِ دین، علماء اور دعوتِ حق دینے والوں کو لوگوں کے مال سے مستغنی ہونا چاہئے کیوں کہ جب دین کا داعی لوگوں سے مال کی طلب رکھے گا تو اسے اس کی خطاؤں پر درستگی کی بجائے گنجائش دینی پڑے گی اور ان کے

ساتھ اس کا انداز معذرت خواہانہ رہے گا۔ حضور علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

ما ذئبان جائعان أرسلا في غنم بأفسد لها من حرص المرء على المال والشرف لدينه

ترجمہ: مال کی حرص اور حب ریاست وحب جاہ دو بھوکے بھیڑیوں کے نقصان دینے سے زیادہ نقصان دہ ہیں۔ (سنن ترمذی، حدیث: ۲۳۷۶)

استغناء انبیاء کرام علیہم السلام کے اخلاق سے ہے کہ انہوں نے دین کی دعوت کے بدلے کبھی اجر طلب نہیں کیا اور ہمیشہ اپنی قوم سے کہتے رہے: يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا (اے قوم میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا)۔ ہاں علماء وطلباء کے پاس رزق کا ذریعہ ہونا چاہیے تاکہ لوگوں سے سوال کرنے سے مستغنی رہیں۔

امیر المجاہدین کا استغناء

امیر المجاہدین حضرتِ علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے مختلف پہلو تھے ان میں سے ایک صفت استغناء کی تھی، قریب رہنے والے، ان سے پڑھنے والے اور ان کی صحبتِ بابرکت سے فیض یاب ہونے والوں سے سنا ہے کہ حضرت دین کے معاملہ میں حق گوئی کرتے ہوئے کسی کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت کی بارگاہ میں ایک شخص ۴۵ منٹ تک گفتگو کرتا رہا اور بڑی تیاری سے وہ اپنے نکات لایا تھا کہ تحریک کا کام سیاسی لیول تک ہو گیا ہے تو لوگوں سے نرمی سے بات کرنی ہوگی۔ مولانا خادم حسین صاحب اس شخص کی بات سنتے رہے پھر فرمایا "آپ نے آیتِ مبارکہ نہیں سنی؟ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَ اغْلُظْ عَلَيْهِمْ (اے غیب کی خبریں دینے والے (نبی) جہاد فرماؤ کافروں اور منافقوں پر اور ان پر سختی کرو۔) کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے سختی کا حکم نہیں دیا؟" سننے والے حاضرین سمجھے شاید وہ شخص خادم

حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ سے بد ظن ہو جائے گا مگر ایسا نہیں ہوا وہ کہنے لگا "میں اپنے موقف میں غلط تھا آج مجھے دین کی سمجھ آگئی ہے"۔ اور وہ حضرت سے اور زیادہ قریب ہو گیا۔

میرا تو سب کچھ آپ پر قربان یارسول اللہ ﷺ

حضرت کو کبھی مال کی طلب کرتے ہوئے نہیں دیکھا گیا، ایک مرتبہ تحریک لبیک کے لئے کام کی حاجت تھی تو حضرت کے صاحبزادہ مولانا سعد حسین رضوی تحریک کی سرگرمیوں کے لئے والد گرامی سے مال طلب کیا، جو روپے گھر میں تھے آپ نے عنایت فرمادیئے، کچھ دیر کے بعد دوبارہ آئے کہ اور مال کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا: **"میرے پاس جو کچھ تھا دے دیا اب گھر کے باہر ایک گاڑی کھڑی ہے اسے بیچ دو"** آپ کے صاحبزادے نے عرض کی: "مجھے ابھی روپیوں کی ضرورت نہ تھی مگر دیکھنا تھا کہ دین کے کام کی محبت میں سب کچھ قربان کرنے لئے تیار بھی ہیں یا صرف " **میرا تو سب کچھ آپ پر قربان یارسول اللہ**" کا نعرہ ہی لگ رہا ہے۔"

میں نے اپنا وقت ان روپیوں کے لئے نہیں دیا:

قاری خلیل صاحب فرماتے ہیں: ہمارے دار العلوم محمدیہ تعلیم القرآن میں ۲۰۱۶ء میں امیر المجاہدین نے وقت عنایت فرمایا تھا، حضرت جس وقت جانے لگے تو نذرانے کے طور پر 50000 روپے حضرت کو دیئے تو فرمانے لگے: "میں نے ان روپیوں کے لئے وقت نہیں دیا تھا، میں تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے لئے یہاں آیا ہوں، میں یہ روپے نہیں رکھ سکتا"۔ پھر حضرت کے مدرسے کے لئے بطورِ چندہ یہ رقم رکھنے کی درخواست کی تو آپ نے چندہ کی باقاعدہ رسید بنا کر وہ مدرسے کے فنڈ میں جمع کروادیئے۔

سارے پاؤنڈز بکھر گئے:

ایک مرتبہ حضرت مولانا خادم حسین صاحب شہید ممتاز حسین قادری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار

شریف کے سامنے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے، زائرین میں موجود شخص کا کہنا ہے کہ ایک آدمی یورپ سے آیا ہو تھا اس نے حضرت امیر المجاہدین سے ملنے کی خواہش ظاہر کی، شہید ممتاز حسین قادری کے بھائی نے کہا کہ حضرت یہیں تشریف فرما ہیں میں ان سے عرض کرتا ہوں۔ حضرت امیر المجاہدین نے ملنے کی اجازت عطا فرمادی تو وہ شخص پاؤنڈ کی گڈی، گھڑی اور قلم لے کر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسے ہدیۃً پیش کر دیا، آپ نے اس پاؤنڈ کی گڈی کو زور سے ہاتھ مارا کہ زمین پر سارے پاؤنڈز بکھر گئے اور فرمایا: **"تم نے ملنے کی اجازت چاہی تھی میں اس کو نہیں لے سکتا"** اور آپ نے اس کی کسی چیز کو قبول نہ فرمایا۔

یہ آپ کا استغناء تھا یعنی لوگوں کے مال پر نظر نہ تھی۔ تحریک کے کام کے لئے بھی کبھی کسی تقریر میں مالداروں کو مال دینے کی ترغیب نہ دی بلکہ رسول اللہ ﷺ کے دین کا کام کرنے کی ترغیب فرمایا کرتے تھے۔

میں اپنی تحریر کا اختتام مولیٰ علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم کے ان کلمات طیبات پر کرتا ہوں آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

استغن عمّن شئت تکن نظیرہ
واحتج إلي من شئت تکن أسیرہ
وأحسن إلی من شئت تکن أمیرہ

اللہ پاک ان کی خدمات کو اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرمائے۔ آمین

الحمد للہ مجھ فقیر کے پاس علامہ خادم حسین رضوی رحمہ اللہ کا عمامہ شریف اور ٹوپی شریف بھی موجود ہے۔

حضرت امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

علامہ اکرام حسین القادری

(ڈائریکٹر الاحیاء نیٹ ورک انٹرنیشنل)

علامہ محمد اقبال نے اپنی نظم "شکر اور شکایت" میں ایک شعر اپنی جانب منسوب کیا؛

ایک ولولۂ تازہ دیا میں نے دلوں کو
لاہور سے تاخاکِ بخارا اوسمرقند

اقبال کے چلے جانے کے بعد اگر آج کے اس دور میں یہ شعر کسی کی ذات پر پورا اترتا ہے تووہ ذات امیر المجاہدین امام غیرت و حمیت شیخ الحدیث و التفسیر محافظِ عقیدۂ ختم نبوت حضرت علامہ مولانا حافظ محمد خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ذات والا صفات ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ سے بے پناہ عشق اور محبت نے حضور امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ اور فکر کو وہ پرواز عطا کی کہ جس پرواز کو پانے کے لئے ہر مفکر اور ہر فلسفی تگ و دو کرتا ہے۔ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ اپنی ذات میں انجمن تھے تنِ تنہا انہوں نے مختصر سے وقت میں وہ کارہائے نمایاں سرانجام دیئے کہ جس کے بعد رہتی دنیا تک کے لئے ان کا نام زندہ جاوید ہو گیا ہے۔ علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے مرشد مولانا جلال الدین رومی رحمۃ اللہ علیہ کی سوچ، فکر اور فلسفہ پر اگر ہم غور کرتے ہیں تو دو چیزیں اس میں بدرجہ کمال نظر آتی ہیں۔ دونوں ذوات میں عشق اپنے انتہا درجہ پر فائز نظر آتا ہے اور اس عشق پر اخفاء کا پردہ ڈلا نظر آتا ہے۔ انہوں نے ہمیشہ اپنے سینے میں چھپے ہوئے اس عشق کے ذخیرہ کو مخفی رکھا اور اس مخفی رکھنے میں ان کے اس اخفاء کے پردہ کا بہت بڑا دخل تھا۔ اگر ان دونوں ذوات کا موازنہ آج ہم امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

کی ذات کے ساتھ کرتے ہیں تو آپ میں بھی عشق اور اخفاء بدرجہ کمال نظر آتے ہیں۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھپا کر رکھا۔ ہمیشہ مسند تدریس کی زینت بننا اپنے لیے باعث فخر محسوس کیا۔ ٹاٹ پر بیٹھ کر قال اللہ، قال الرسول کی صدائیں بلند کرنا اپنا مقصدِ حیات تصور کیا۔ جب کوئی بھی اٹھنے والا نہ تھا اور جب کوئی بھی اظہار کرنے والا نہ تھا تو یہ مخفی ذات اپنے اخفاء کے پردے سے باہر آتی ہے اور پھر زمانے نے دیکھا کہ کم و بیش چار سے پانچ سال کے عرصے میں انہوں نے محبت رسول ﷺ، الفتِ رسول ﷺ، حمیّت رسول ﷺ اور وفائے رسول ﷺ کے وہ درس اُمت مسلمہ کو بالعموم اور اس اُمت کے نوجوانوں کو بالخصوص عطا کئے کہ آج ہر ایک کی زبان پر "لبیک یا رسول اللہ ﷺ " کی صدا بھی ہے اور ہر ایک کی زبان پر یہ نعرہ بھی ہے " من سبَّ نبیًا فاقتلوہ"

امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے ساری زندگی اپنی ذات کا نعرہ لگنے نہ دیا ہمیشہ اپنے آپ کو دامنِ رحمتِ مصطفی ﷺ میں چھپا کر رکھا جب کبھی ان کے سامنے ان کا نعرہ لگنے لگا تو سختی سے سرزنش کرتے ہوئے منع کر دیا اور فرمایا کہ نعرہ صرف رسول اللہ ﷺ کا لگے گا کیونکہ "نعرے تاں مالکاں دے ہوندے نے۔ اسی تے نوکر آں۔" یہی وہ اخفاء کا نور تھا، یہی وہ اخفاء کی دولت تھی، یہی وہ اخفاء کی وہ عظیم مسند تھی کہ جس نے ان کے عشق کا ایک ایسا مظاہرہ دنیا والوں کے سامنے رکھا کہ آج ہر عقلِ انسانی حیران اور فکرِ انسانی پریشان ہے کہ کیونکر اور کیسے ایک وہیل چیئر پر بیٹھا معذور شخص اور اس کی زبان سے نکلنے والے الفاظ کفر کے ایوانوں پر لرزہ بپا کیے ہوئے ہیں ان کی زبان سے نکلنے والے الفاظ جس طرح سے نشتر اور تیر بن کر دشمنوں کے دلوں میں چبھ رہے تھے اس کے پیچھے ان کے دل میں موجود اور موجزن وہ عشق رسالت مآب ﷺ تھا اور ان کے دل کی وہ پاکیزگی تھی جو تقویٰ اور خشیت الٰہی کے نور سے انہیں نصیب اور میسر ہوئی۔

کافی عرصہ میں اس بات کو سوچتا رہا اور اس بارے میں فکر مند رہا کہ امیر المجاہدین علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو اللہ رب العزت نے وہ خصوصیات عطا فرمائی ہیں کہ جو صرف انہیں کا خاصہ ہوئیں یا اس صدی میں ان خصوصیات میں ان کی مثل اور ان کی مثال کوئی اور نظر نہیں آتا۔ اس میں آپ کا قوتِ حافظہ بھی بے مثل اور بے مثال ہے۔ آپ کے اس حافظے کے پیچھے جب ہم راز تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو دیوانِ شافعی میں امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے وہ اشعار ہمارے سامنے نظر آتے ہیں جس میں انہوں نے کہا کہ؛

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فارشدنی الی ترکِ المعاصی
واَخبرنی بان العلم نور
و نورا للّٰہِ لا یھدی لعاصی

یہ واقعہ اس موقع کا ہے کہ جس وقت آپ سے آپ کے شاگردوں نے پوچھا کہ آپ جب کوئی کتاب پڑھتے ہیں تو جب ایک صفحے پر نظر کرتے ہیں تو دوسرے صفحے پر ہاتھ رکھ لیتے ہیں اس کے پیچھے سبب کیا ہے تو انہوں نے جواب میں کہا تھا کہ انجانے میں بھی اگر میری دوسرے صفحہ پر نظر پڑ جائے تو وہ مجھے حفظ ہو جاتا ہے۔ اس لئے جو چیز میں یاد نہیں کرنا چاہتا میں اس پر ہاتھ رکھ لیتا ہوں۔ اس قوی حافظہ کا راز جب دریافت کیا تو اس کے جواب میں انہوں نے یہ اشعار بیان کیئے تھے کہ میں نے اپنے استاد وکیع سے اپنے حافظہ کے کمزور ہونے کی شکایت کی تھی جس کے جواب میں انہوں نے معاصی سے دور ہونے کا مجھے مشورہ دیا اور ساتھ انہوں نے کہا کہ علم جو ہے وہ نور ہے اور یہ نور اللہ رب العزت کسی عاصی کے دل میں محفوظ نہیں فرماتا۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے معصیت

اور گناہوں سے سچے دل سے توبہ کی وہ دن ہے اور آج کا دن ہے کہ اللہ رب العزت نے مجھے یہ قوتِ حافظہ اور یہ خوبصورت ملکہ عطا فرمایا ہے۔ اسی زاویے کو لے کر جب امیر المجاہدین کی شخصیت کو دیکھتے ہیں تو آپ میں بھی تقویٰ اور خشیت الٰہی کا وہی سمندر موجزن نظر آتا ہے کہ جب آپ سے پوچھا گیا کہ آپ کا اتنا حافظہ کیسے ہے؟ آپ اتنی مشکل عبارات کیسے ازبر کرلیتے ہیں؟ آپ نے اقبال کو کیسے حفظ کرلیا؟ آپ نے غالب کو کس طرح سے پی لیا؟ آپ نے اعلیٰ حضرت کے اشعار کو کس طرح سے اپنے سینے میں محفوظ کرلیا؟تو آپ نے جواب میں کہا تھا کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے میری نگاہ کبھی کسی نامحرم پر نہیں پڑی ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ امیر المجاہدین جہاں عملی اعتبار سے ایک مضبوط اور قوی کردار رکھتے تھے اسی طرح سے آپ اپنی صفات کے اعتبار سے بھی انتہائی قوی اور مضبوط تھے۔ دنیا سے جانے کے بعد ہم اپنے ان محبوبین کا تذکرہ بڑی شد و مد کے ساتھ کرتے ہیں۔ کاش کہ ہم ان مبارک ہستیوں کو ان کی زندگیوں میں ہی پہچاننے لگ جائیں اور اگر یہ پہچان ہمیں ان کے دنیا میں موجود ہوتے ہی نصیب اور میسر ہوجائے تو یہی ہماری کامیابی کی ضمانت ہوگی۔

اللہ رب العزت حضور امیر المجاہدین کی مرقد انور پر اپنی کروڑ ہا برکتوں کا نزول فرمائے اور عشق رسالت مآب ﷺ کا جو درس اور سبق وہ امت مسلمہ کے جوانوں کو پڑھا کر چلے گئے اللہ رب العزت وہ سبق ہم سب کو یاد رکھنے کی توفیقات سے مشرف فرمائے۔ آمین

امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ کی "علم دوستی"

حافظ احمد

(نائب مدیر مجلہ مخزن علم)

باباجی کی وفات کے ایک دن بعد استاذِ محترم شیخ الحدیث مفتی محمد حسان عطاری المدنی حفظہ اللہ کے فیسبک پیج پر ایک ہزار روپے کے نوٹ کی ایک تصویر شیئر کی گئی اور اس پر استاذِ محترم کی طرف سے کچھ سطور اس طرح قلمبند تھیں:

"یہ نوٹ کچھ عرصہ قبل شیخ الحدیث امام الصرف والنحو علامہ رضوی صاحب رحمہ اللہ تعالی نے میرے لیے اس وقت بھیجا تھا جب آپ نے میری ایک کتاب پر تحقیق دیکھی تھی۔ بہت خوش ہوئے تھے اور (کتاب) پہچانے والے کے ذریعے ہزار کا نوٹ بھجوایا تھا۔ اور دعائیں دی تھیں۔ الحمد للہ عزوجل۔"

میں نے جب یہ پوسٹ دیکھی تو ایک خوشگوار حیرت ہوئی اور باباجی کا علم و علما کو سراہنے کا یہ طرزِ عمل بہت اچھا لگا۔

پھر ایک دن درجہ میں ایک طالب علم نے استاذ محترم سے سوال کیا کہ وہ کون سی کتاب تھی جس پر باباجی نے آپ کو ہزار روپے کا تحفہ دیا تھا۔ استاذ محترم نے کتاب کا نام تو صیغہ راز میں رکھا البتہ اسی سے ملتی جلتی ایک اور بات بتائی کہ جب میں نے اعلی حضرت کے تقریب التہذیب کے حاشیہ پر تحقیق کی تھی اور وہ کتاب ان کی خدمت میں پیش کی گئی تھی تو اس پر بھی باباجی نے بہت خوشی کا اظہار فرمایا تھا اور فرمایا تھا کہ "اسی طرح کے کام ہونے چاہئیں"۔

باباجی کے لیے دل میں ویسے ہی بہت عقیدت تھی لیکن پے در پے یہ دو واقعات سامنے آنے کے بعد ان سے اس حوالے سے بھی عقیدت میں اضافہ ہو گیا کہ وہ علم و علما کے واقعی

قدر دان تھے اور قدر دان کیوں نہ ہوتے کہ وہ خود بھی عالم کتاب اور صاحب کتاب تھے اور ہیرے کی قدر جوہری ہی جانتا ہے اور پھر درس و تدریس سے وابستہ ہونے کی وجہ سے دم توڑتی کتاب خوانی اور نئے علما و فضلا کی مطالعہ و تحقیق سے دوری بھی ان کے سامنے تھی لہذا علم و فن سے دوری کے اس گھٹن بھرے ماحول میں جب انہیں تحقیق و جستجو کے یہ تازہ جھونکے ملے تو وہ اس سے محظوظ ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

لیکن بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ میرے ایک عزیز علامہ خرم محمود صاحب جو کہ میرے چند اساتذہ کے کلاس فیلو بھی ہیں اور ان سے تحریری کام اور کتابوں کے حوالے سے بھی ایک تعلق بنا ہوا ہے انہیں جب میں نے استاذ محترم مفتی حسان صاحب کے حوالے سے مذکورہ دونوں باتیں بتائیں تو انہوں نے بھی اسی حوالے سے اپنے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ جب ہم باباجی سے ملاقات کرنے گئے تو "مجموعہ رسائل ہزاروی" اور چند اور کتب (جن پر خرم بھائی نے خود کام کیا ہے) پیش کرنے کے لیے ساتھ لے گئے۔ خرم بھائی کے بقول اس مجلس میں اور بھی علما ملاقات کے لیے تشریف فرما تھے۔ میزبان مجلس سب کی باباجی سے ملاقات کرواتے جاتے اور نئے ملاقات کرنے والوں کے لیے فوری جگہ بناتے جاتے۔ پھر جب ہماری ملاقات کی باری آئی اور ہم نے کتب پیش کیں تو بہت خوش ہوئے اور ہمیں ایک الگ اعزاز سے نوازا پھر جب میزبان مجلس حسب سابق دیگر لوگوں کی ملاقات کی جگہ بنانے کے لیے ہمیں ہٹانے لگے تو باباجی نے فرمایا:

"انہیں نہ ہٹائیں، انہیں بیٹھنے دیں۔ یہ ہمارے شیر ہیں"

پھر باباجی نے ہمیں کچھ دیر اپنے پاس بٹھائے رکھا، ہم سے باتیں کیں اور حال احوال دریافت کیا اور مجھے اور میرے دوست علامہ کاشف عطاری المدنی صاحب کو پچاس پچاس روپے عطا کیے۔

جب یہ تینوں باتیں میرے سامنے آئی تو میں باباجی کی علم دوستی کا دل و جان سے قائل ہو گیا۔ پھر جب مجلہ مخزن علم کے خصوصی نمبر (جو ابھی آپ کے ہاتھوں میں ہے اور باباجی ہی سے منسوب ہے) کے عنوانات کے حوالے سے مشاورت شروع ہوئی تو ایک یہ موضوع بھی میرے ذہن میں آیا کہ اس پر ضرور لکھنا چاہیے۔ ابتداً میں نے چاہا کہ اس موضوع پر اگر استاذ محترم مفتی حسان صاحب ہی خامہ فرسائی فرمائیں تو اچھا ہو جائے گا لیکن استاذ صاحب کی مصروفیات کو دیکھتے ہوئے میں نے خود ہی چند جملے ترتیب دینے کا سوچ لیا اور اب آپ کے سامنے یہ مختصر تحریر حاضر ہے۔ اتفاقاً ابھی لکھتے لکھتے ہی ایک اور واقعہ ذہن کے پردے پر جگمگانے لگا جو کہ ویڈیو کی صورت میں بھی موجود ہے کہ باباجی نے ایک جلسے میں جامعۃ المدینہ کے ایک طالبعلم سے گردان سنی اور اس نے صحیح سنائی جس پر آپ کافی خوش ہوئے اور اسے 1700 روپے بطور انعام عطا فرمائے۔

تو یہ تھی امیر المجاہدین فنا فی خاتم النبیین مجدد عشق رسول ﷺ شیخ الحدیث امام الصرف والنحو حضرت علامہ مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی "علم دوستی"۔

حقیقت یہ ہے کہ میرے لیے یہ موضوع بہت اہم تھا کیونکہ ان کی شخصیت کا یہ وصف مجھ پر ان کے انتقال کے بعد ظاہر ہوا تھا اور میں چاہتا تھا کہ ان کے اس وصف پر لازمی روشنی ڈالی جائے تا کہ ان کا یہ وصف چھپا نہ رہے اور پھر انہیں شدت پسند سمجھنے والوں پر ظاہر ہو کہ وہ "ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم" کا مصداق تھے اور اس لیے بھی کہ ان کا یہ وصف دوسروں کے لیے مشعل راہ بنے۔

چار واقعات تو اسی چھوٹی سی تحریر میں آگئے اور بھی نا جانے ان کی شفقتوں اور علم دوستی کے ایسے کتنے واقعات ہوں گے۔ اللہ پاک انہیں ان سب کی بہترین جزا عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین ﷺ

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اور تاریخ دانی

علامہ محمد راشد مہروی

(مدرس مرکز العلوم الاسلامیہ اکیڈمی)

"گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔"

ٹیپو سلطان کے جنگ میں کہے ہوئے الفاظ آج اس قدر زبان زد خاص و عام ہیں کہ بچہ بچہ ان سے واقف ہے۔

رضوی شیر کی للکار نے آج دنیائے سنیت و جہان عزیمت کو کئی گیدڑوں سے روشناس کروایا جو بظاہر حیات اور در حقیقت ممات ہیں۔ جو گفتار کے اعلی معیار پر اور کردار سے بر کنار نظر آتے ہیں۔ میدان کربلا کے شہسوار امام حسین رضی اللہ عنہ تھے اور آج اس رزمِ حق و باطل کے جانثار امام حسین کے خادم، خادم حسین ہیں۔

میں نے عنوان کا آغاز تاریخی جملے سے کر کے گویا براعت استھلال کا اظہار کیا کیونکہ میری تحریر کا عنوان علامہ خادم حسین رضوی اور تاریخ دانی ہے۔ وسعت قرطاس کی کمی اور گنجائشِ صفحات کی قلت اشاروں پر اکتفا کرنے کا اعلان کر رہی ہے۔ ہر اشارہ ایک جامع مضمون کا حامل اور ہر کنایہ ایک کامل عنوان کا کافل، کلمات کی گرانی مکملات کی حیات جاودانی بار نہ بننے دے گی۔ لغزشوں اور اور خطاؤں کی اڑتی غبار کو ان نفوس قدسیہ کی برستی بارش بہا کر لے جائے گی۔ پڑھتے وقت گر نگاہ اور توجہ ان ذروں میں چھپے پہاڑوں پر مرکوز رہیں تو قلم کار کی بے بضاعتی ہر گز مخل فی المطالعہ اور ممل از مقالہ نہ ہو گی بلکہ عین ممکن کہ ان کرداروں کی تلمیح اور ان اشخاص کی تنقیح یکلخت وجود قلم کار کالعدم کر دے اور وہی نصب العین کہ لکھنے والے کے لئے اس سے بڑی کیا سعادت کے وہ ان موجیں مارتے

سمندروں میں جذب ہو کر رہ جائے۔

اسلاف شناسی ہو یا ملکی خبر گیری، امصار واز مان کی معلومات ہوں یا بادشاہوں اور تخت نشینوں کے منقولات سب تاریخ کے دامن میں سمٹے ہوتے ہیں۔ بات اقوام کے عروج و زوال کی ہو یا کلام اشخاص کے کردار و اقوال میں ہو، جملہ تاریخ نگاری کا حصہ اور قلم مؤرخ میں پھیلے ہوئے ہیں۔

واقعات ماضیہ کی سرگزشتیں تجھے یہاں ملیں گیں۔ حالات فرسودہ کی داستانیں یہیں سے عیاں ہونگیں۔ اگر مورخ سچا اور نیت خالص ہو تو تجھے اس فن تاریخ میں ایک قوم ایسی صفحۂ ہستیِ عالم پر نظر آئے گی جس کے دامن میں ہزاروں رستم چھپے ہوئے ہیں، بلکہ انہیں رستم سے تعبیر کرنا ان کے عُلوِ ہمت کی توہین ہے۔ قلعہ خیبر کے دروازہ اکھیڑنے والے کا رستم سے کیا تقابل، جن کے نام سے قیصر و کسری کے بادشاہ تھر تھرا اٹھیں، ان پر لرزہ طاری ہو جائے، ایسے مضر شیطان کی خاک سے کیا نسبت؟ ہاں ہاں یہ وہ قوم ہے کہ جب دشمن کے مقابلے پر آئے تو گردنیں کاٹنے اور شمشیر بازی میں وہ جوھر دکھائے کہ افلاک تسعہ کی تعداد کے برابر تلواریں خود اپنی گردنیں کٹوادیتی ہیں۔

ہمت کس کا نام ہے کوئی مظلوم کربلا سے پوچھے، پانی جن کے لبوں کو ترستا رہا ہے، مگر اس حالت میں بھی زور بازو کا کیا کہنا! میرا قلم سیال روک نہیں پارہا مگر کیا کروں وسعت کا دامن تنگ ہے، کشادگی کا گریبان بند ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

جن کے عدل کے سامنے نوشیروان پانی پانی ہو جائے بلکہ نوشیروان کو عادل کہنا بندے کی عدالت ختم کرتا ہے۔ جو ہستیِ کامل فاطمہ مخزومیہ اور فاطمہ بنت محمد ﷺ میں فرق نہ رکھے، بلکہ فرق کرنے والوں پر اظہار غضب فرمائے، ایسی ہستی کے پروردہ جب عدل پر آتے ہیں تو خود عدالتِ قاضی میں خلیفہ کھڑے ہو کر اپنا مقدمہ حل کرواتے ہیں۔ آگے

آتا ہے کہ موافق فیصلۂ وحی کے حامل نے عدل کی کیسی عمدہ مثالیں قائم کیں، ہاں ہاں جن سے بر سر منبر قمیص کے بارے میں سوال ہوتا ہے کہ اس میں عدل کہاں؟ تو شہادت کے لیے اپنے لخت جگر کو پیش کرتے ہیں۔ کیا ہے کسی قوم میں ایسے عادل حکمران؟ کوئی ملت بتا سکتی ہے ایسے انصاف پسند فرماں رواں زید عدل کے قضیے کو باطل کرنے والے اور اپنے لئے اس وصف محض کو سچا کروانے والے یہی تربیت یافتہ رسول مصطفیٰ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم ہیں۔

ایسے جواد و کریم جنکے در پر حاتم طائی کشکول پھیلائے کھڑا نظر آتا ہے۔ تجھے حاتم طائی کی سخاوت نظر آئی، کیا تو انہیں بھول گیا؟ کہ جب ایک شہر کے باشندے ان کے شہر میں پہنچے ہیں تو وہ اشخاص اپنی زمینیں انہیں نذر کر دیتے ہیں۔ اپنے باغات انہیں ہبہ کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دو بیویاں رکھنے والے ایک بیوی کو فارغ کر کے ان کے ساتھ عقدِ زوجیت جوڑ دیتے ہیں۔ ہاں ہاں جو دو کرم لٹاتا یہ وہ قافلہ ہے جس کا ایک فرد جب ایک گرسنہ کو گھر لے جاتا ہے تو خود سمیت بیوی بچوں کو بھوکا رکھ کہ سارا کھانا اس مہمان کی نذر کر دیتا ہے۔ اور رب قدیر کی بارگاہ سے "یوثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة"۔ کا مژدہ جانفزا پاتا ہے۔ بچے کٹوانے والے اسلام کے دامن سے وابستہ ہیں۔ کنبہ لٹانے والے ملت مصطفیٰ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کے افراد درخشندہ ہیں۔

ارسطو کی دانائی جن کے آگے نادانی کہلائے۔ افلاطون اپنی ساری حکمتوں سمیت جنکے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کرنے کے بھی قابل نہ ہو سکا، کیا ایسی قوم اقوامِ ظالم پر فائق اور تمام سے لائق نہ ہو گی؟ ہاں ہاں یہ ملت، ملت اسلامیہ ہے جن سے ہی تاریخ کا نشان ہے اور جس کا مداح سارا جہاں ہے۔

تو افلاطون وارسطور کو دانا کہتا نہیں تھکتا، تجھے ان کی دانشوری پر ناز ہے، تجھے کیسے باور کراؤں کہ تو ان اعلم الاشخاص کا پیروکار ہے جو کلمات سے نہیں حروف سے نہیں بلکہ ایک

نقطے سے ستر اونٹوں کو بھرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ جنھوں نے ایسے قوانین وضع کیے جنہیں آج مغرب بھی رشک کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جو ضابطۂ حیات کتاب کے ساتھ متصل ہیں ، جسکے قواعد جسکے ضوابط رہتی دنیاتک کے لیے مشعل ہدایت اور سبب نجات ہے۔

تجھے بقراط کی بقراطی نظر آگئی،تو جالینوس کی حکمائی پر فدا نظر آتا ہے۔ کیا تو اپنے متقدمین کے اس ہنر کو فراموش کر بیٹھا؟ جو ظاہر تو چھوٹی بات، باطن کو بھی اجلا کر دیتے ہیں۔ جو سینے کے پیچھے دل کو ایسا چمکتا دمکتا بنانے کا فن جانتے ہیں کہ جالینوس کو اس کا خیال و وہمہ بھی نہ گزراہو گا۔

میں کیا کیا کہوں، کہاں کہاں تک گنواؤں مجھے افسوس ہے کہ جس قوم کے دامن میں ایسے ان گنت نفوس قدسیہ سمٹے ہوئے ہوں وہ رہنمائی اغیار میں ڈھونڈتی ہے۔ وہ رہبری اوروں کے در پر دیکھتی ہے۔ اِسے عقل و دانائی مخالفین کی دہلیز پر نظر آتی ہے۔ افسوس! صد افسوس!!

ہم پیچھے فوائد تاریخ کے ضمن میں عرض کر آئے کہ ہر تاریخ اسلاف کے زریں کارناموں کو جب اپنے قاری اور سامع کے لیے اجاگر کرتی ہے تو بندے میں ایمان وہ جوش مارتا ہے اور طبیعت میں ایک ایسا نشاط پیدا ہوتا ہے کہ اس کا مزہ اور اسکی کیفیت پڑھنے اور سنے والا ہی بیان کر سکتا ہے۔

اور میرا ذاتی عندیہ ہے کہ مطلع القمرین علامہ خادم حسین رضوی صاحب نے بھی اس غرض سے اس تاریخ کا انتخاب کیا کہ اصلاً اور رأساً تو واقعہ اور حالِ سلف بتلانا مقصود ہے مگر ضمناً اور التزاماً موجودین کو بھی ان کے راہ قدم پر چلانا مقصود ہے۔ ہم قبلہ خادم حسین رضوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ گلستانِ تاریخ سے دو گلہائے پُر مہک پیش کرتے ہیں جنکی خوشبو سے شامِ جاں معطر ہو جائیگی۔

امام احمد بن حنبل کے واقعے کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہوئے آپ نے ارشاد فرمایا:

امام احمد بن حنبل نے ۳ بادشاہوں سے ٹکر لی (دورِ معتزلہ تھا سرکاری کارندوں کے طور پر یہ لوگ حکومت کے اساسی منصوبوں تک پہنچ چکے تھے اور درباری سے لیکر بادشاہ تک کوئی انکے عقائد فاسدہ سے بچا ہوا نہ تھا) جلّادوں کو حکم دیا جاتا ہے کہ امام احمد بن حنبل کو کوڑے مارو اور جلاد بھی متعدد اور کثرت کے ساتھ تھے، فقط اس سبب سے ہر جلاد دو دو کوڑے مار کر پیچھے ہٹ جائے تا کہ امام کو تازہ کوڑے لگیں۔ مگر امام احمد بن حنبل ہر دُرّے پر فرماتے تھے کہ: قرآن مخلوق نہیں ہے۔

اونٹ پر بھی جب آپکو بیڑیاں ڈال کر بیٹھایا گیا تو اس وقت یہ کہتے تھے: لوگوں میں احمد بن حنبل ہوں، بادشاہ کہتا ہے کہ قرآن مخلوق ہے اور میں کہتا ہوں کہ قرآن مخلوق نہیں ہے۔ آپ کے پاس خالد الحداد (یہ ڈاکو تھا) کا قاصد خالد کا پیغام لایا کہ آپ گھبرا مت جانا میں نے راہِ شیطان میں ۱۰۰۰ دُرّے کھائے ہیں ، آپ کو تو پھر راہ خدا میں درے لگائے جارہے ہیں۔ پس اس چیز نے احمد بن حنبل کو استقامت دی۔ (مختصر)

مجھے بتایا جائے کیا احمد بن حنبل کا یہ واقعہ جذبۂ اسلام کو ابھارنے کیلیے بہت نہیں ہے ؟ کیا عشق رسول ﷺ گرمانے کے لیے احمد بن حنبل کی ایسی سختیوں کے باوجود احکام شرع کی پاسداری تجھے کفایت نہیں کرتی ؟ ہے کوئی کسی اور قوم کا سپوت، کسی اور ملت کا فرد مؤرخ جو ایسے کردار پیش کر سکے ؟

یہ وہ ہستیاں ہیں زندہ تھیں تو اپنے عمل اور کردار سے اسلام کو رونق اور مسلمانوں کو طاقت بخش گئیں اور آج جب زمین کے پردوں میں جاگزیں ہیں تو بھی صفحات تاریخ پر بکھرے ان کے انمٹ نقوش پوری ملت اسلامیہ کو جھنجھوڑنے کے لیے کافی ہیں۔

ایک مخصوص طبقے کا انسان آج ایک خالص دنیادار کیلیے نعرہ لگاتا ہے جئے۔۔۔، جبکہ

میں کہتا ہوں ان ہستیوں اور نفوس قدسیہ کے لیے یہ آوازیں یہ صدائیں ہونی چاہئیں۔

"کردارِ احمد بن حنبل زندہ ہے۔ گفتار امام مکمل زندہ ہے۔"

تاریخ کے فائدوں کے تحت اکبر شاہ نجیب آبادی اپنی کتاب تاریخ اسلام کے ابتدائیے میں لکھتے ہیں :

تاریخ کا مطالعہ حوصلہ کو بلند کرتا ہے، ہمت کو بڑھاتا، نیکیوں کو ترغیب دیتا اور بدیوں سے روکتا ہے، تاریخ کے مطالعہ سے دانائی اور بصیرت ترقی کرتی، دوراندیشی بڑھتی، حزم اور احتیاط کی عادت پیدا ہو جاتی ہے۔ دل سے رنج و غم دور ہو کر مسرت و خوشی میسر ہوتی ہے۔ تاریخی کتابوں کا مطالعہ کرنے والوں میں احقاق حق اور ابطالِ باطل کی قوت ترقی کرتی اور قوت فیصلہ بڑھ جاتی ہے۔

نجیب آبادی نے حق کہا، تاریخ کا مطالعہ ان تمام اوصاف کا بندے کو حامل بناتا ہے، جو مذکور ہوئے ان اقوال کی کامل تفسیر اور اس کلام کی مکمل تفصیل، اگر جاننی ہو تو خادم حسین رضوی کے بیانات سن لیں جو "يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ" سے دامن کو بچاتے ہوئے عمل کی دنیا کا وہ مرد مجاہد تھا کہ تن تنہا شاہراہوں پر ناموسِ رسالت ﷺ پر پہرہ دینے کے لیے بیٹھا بھی اور جذبوں کی دنیا کو بجھتے سینوں میں گرمایا بھی۔

بلکہ ہر اس قلمی مؤرخ پر جس کا یہ جذبہ نوکِ قلم سے آگے نہ بڑھا، پر اس فرد ملت کو برتری و فوقیت حاصل ہے جو عملی مؤرخ ہوا، بلکہ کہنے دیجیے کہ اگر یہ عملی بندے اور کرداری کارندے نہ ہوتے تو قلمی مؤرخ کے زیرِ قلم سوائے سفیدی کے کچھ نہ ہوتا۔ انہی بندگانِ خدا اور منتخبانِ الہ نے انہیں مؤرخ بنایا، ان کا تصنیف میں نام کروایا۔

آج اشکِ قمرین، حامل ثقلین، محمود الطرفین خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے آنے والے مؤرخ کو کیا زبردست مواد اور کتنا شاندار سرمایہ عطا فرمایا اگر تاریخ کی روشنی میں

آپ کی سیرت کو بزرگوں کے تناظر میں پرکھا جائے اور ان وقعات کو آپ کے عملی حالت پر چسپاں کیا جائے، تو میں نہیں سمجھتا کہ ضخامت عظیمہ پر ایک کامل جلد تیار ہونا کوئی مشکل امر ہو۔ لَعَلَّ اللّٰهَ يُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا

اب آخر میں اس واقعے کو اختصارًا سنتے جائیں جو امیر المجاہدین فنافی خاتم النبیّین، بقافی اعلٰی علیین نے ازالۃ الخفاء سے نقل کیا، اس میں حضرت عمر فاروق کا خوفِ خدا بھی ہے اور آپ فالامیر الذی علی الناس راع، وھو مسئول عن رعیتہ (الحدیث) کی عملی تفسیر بھی، اس میں ہر آنے والے خلیفہ، بادشاہ، حکمران کیلئے ایک مکمل نمونۂ حیاتِ حکمرانی بھی ہے۔

اے کاش! آج ایسا جذبہ حکمرانوں میں ہوتا جو اپنی رعایا سے خود اپنے بارے میں رائے بھی پوچھیں اور جب رعایا کی طرف سے کسی امر پر تنبیہ کروائی جائے تو اسے حتی الامکان ختم کرنے کی سعیِ جمیل بھی کریں۔

آئیں سنیں واقعہ:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کے سفر سے لوٹتے وقت لوگوں سے الگ ہوئے تاکہ وہ جان سکیں کہ لوگ ان کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں۔

ایک بڑھیا کے پاس سے گزرے ان سے کہا: حضرت عمر کے بارے میں کیا خیال ہے؟ اسنے کہا: اللہ تعالیٰ اس کو میری طرف سے کبھی جزائے خیر نہ دے۔ آپ نے فرمایا: کیوں؟ کہا: جب سے امیر المؤمنین بنے ہیں مجھے نہ کبھی پوچھا، نہ کبھی درہم و دینار دیے۔ فرمایا: انہیں کیا پتہ آپ اس جگہ ہیں اور آپ کی کیا حاجت ہے۔ کہا: مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کوئی لوگوں کا حاکم بھی بنے اور مشرق و مغرب میں ہونے والے معاملات سے بے خبر بھی ہو۔ تو حضرت عمر رونے لگے اور فرمایا: جو عمر نے تجھ پر ظلم کیا کتنے میں سودا کرو گی یعنی بروز

قیامت اس ظلم کی بارگاہِ ایزدی میں شکایت نہ کروگی؟ اسنے کہا: ۲۵ درہم کے عوض۔ اتنے میں حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ آپ کو ڈھونڈتے ہوئے آئے اور کہا: السلام علیکم یا امیر المؤمنین، تو اس عورت نے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے افسوس کیا۔ تو آپ نے فرمایا: کوئی افسوس نہیں۔ اللہ تعالی تجھ پر رحم فرمائے۔ پھر آپ نے اپنی چادر کا ایک کونہ پھاڑا اور اس پر لکھا کہ یہ معاہدہ اس عورت سے حضرت عمر نے ۲۵ درہم کے عوض کیا کہ وہ بروز قیامت شکایت نہیں کرے گی اور اس پر گواہ حضرت علی اور ابن مسعود ہیں ۔

اور پھر وہ لکھا ہوا حضرت علی کو دیا اور کہا: اگر میں آپ سے پہلے چل بسوں تو میرے کفن میں رکھ دیجیے گا۔

مجھے بتائیں ان دو واقعوں میں کتنا سوز و گداز ہے کہیں عمر فاروق کا خوف خدا اور خیالِ رعایا ہے تو کہیں شریعت اسلامیہ کے مسلمہ عقائد کی پاسداری اور نگہبانی کی چمک ہے پھر جب خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے مخصوص انداز میں یہ واقعہ سناتے ہیں، تو اس وقت جو وجدانی کیفیت اور اور نشاطی حالت پیدا ہوتی ہے اسکے کیا کہنے۔

خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ کے ایسے سینکڑوں واقعات اپنے قاری اور سامع کو پیش کیے ہیں، جو انہیں ایک طرف مسلمانوں کا شاندار مستقبل بناتے ہیں تو دوسری طرف خود ان سامعین کو اپنی زندگی ان نقوش میں ڈھالنے کا جذبہ دیتے ہیں۔ وہ بندہ آپ اپنی ذات میں انجمن تھا وہ شخص آپ اپنے کردار میں ادارہ تھا۔ اقبال کا یہ شعر آپ ہی کے لیے ہے:

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

درویش مدینہ

پروفیسر ڈاکٹر محمد اسماعیل بدایونی

(معروف مصنف)

شہر کی فصیل پر موجود نقیب بلند آواز سے پکار رہا تھا:

اے اہلِ اسلام ! یہ منظر جو تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کوئی نیا منظر نہیں ہے عاشقِ مدینہ امام مالک سے لے کر درویش مدینہ تک تاریخ کے تسلسل ہی کی ایک کڑی ہے۔

کل بھی مسندِ حدیث پر قال اللہ و قال الرسول کا درس دینے والا اقتدار پرستوں کے ظلم کا نشانہ بنا، تازیانے برستے رہے۔ کوتوال سوچتا رہا اور اپنے تئیں سمجھتا رہا کہ مسندِ حدیث کے نرم و نازک اور آرام دہ بستر پر بیٹھنے والا یہ سختیاں برداشت نہیں کر سکے گا۔

آج بھی درویش مدینہ کے ساتھ ایسا ہی ہو رہا ہے۔

کل بھی کوتوال حیران رہ گیا، جب ظلم کے پہاڑ ٹوٹنے کے باجود نہ تو فقیہہ عرب کی کوئی چیخ نکلی نہ ہی ماتمی لہجے میں فریاد کی، نہ ہی رحم کی بھیک مانگی، شدتِ کرب کے آثار نمایاں ہوتے رہے۔ پھر جب یہ حربہ بھی ناکام ہوا تو عاشقِ مدینہ کے چہرے پر سیاہی ملی گئی اور کہا اس کو خچر پر بٹھا کر مدینے میں گھماؤ اس کے شایانِ شان یہ ہی سواری ہے اسے اس کے مقام سے روشناس کراؤ عاشقِ مدینہ کو سپاہی گھسیٹتے ہوئے لے جا رہے تھے۔

آج بھی کوتوال حیران ہے گھسیٹتے ہوئے وہیل چیئر پر بیٹھے معذور درویش کو پولیس موبائل میں ڈال کر لے گئے خلافت عباسیہ کے حکمرانوں کی طرح سمجھ رہے ہیں کہ حق دب جائے گا۔

اے اقتدار پرستو! یادرکھنا !اس دن کا دن اور آج تک اور آج سے صبح قیامت تک

خلافتِ عباسیہ کے چہرے سے یہ کالک ختم نہیں ہو سکے گی۔

تمہیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے یہ کوئی عام آدمی نہیں ڈرو اللہ سے ڈرو! واللہ، اس کی آنکھوں میں طائف کا وہ خونی منظر موجود ہے جب آقا کی پیٹھ مبارک مقدس خون سے لہو لہان تھی واللہ، اس کی آنکھوں میں جھانک کر دیکھو اس کی آنکھوں میں اُحد کے شعلے آج بھی روشن نظر آتے ہیں اس کی آنکھوں میں بدر کا سماں ہے اس کی نظروں سے جانثاروں کا رقصِ موت پوشیدہ نہیں اس کی آواز کی حدت سینوں کو پگھلا چکی ہے لاوا پھٹنے کو ہے

تم اس کو ڈرا دو گے یہ تمہاری خام خیالی ہے۔ یہ درویشِ مدینہ کوئی اور نہیں مولانا خادم حسین رضوی ہیں قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ کی آواز لگاتے لگاتے دل کی دھڑکن اور سانسوں کی زیر و بم سے بھی اب یہ ہی صدا سُنائی دیتی ہے تم اگر سمجھتے ہو کہ تشدد اور ہتھکنڈوں کے ذریعے اس کی آواز کو دبا دو گے تو یہ تمہاری غلط فہمی ہے قال اللہ و قال رسول اللہ ﷺ اب اس درویش کی رگوں میں خون بن کر دوڑتا ہے اور پکار پکار کر کہتا ہے

مجھ سے پوچھو گے تو خنجر سے عدو بولے گا

گردنیں کاٹ بھی دو گے تو لہو بولے گا

درویش مدینہ نے عزیمت کے نئے چراغ روشن کر کے داعی اجل کو لبیک کہا سفر شہادت مبارک ہو

الوداع اے درویش مدینہ الوداع

سیاستِ امیر المجاہدین رحمۃ اللہ علیہ

مفتی طاہر تبسم قادری
(چیئرمین نیشنل علما کونسل پاکستان)

امامِ عزیمت، سالارِ قافلہ حریت، سرخیلِ علمائے حق، جبلِ استقامت، ضیغمِ اسلام، امیر المجاہدین، امام الصرف، شیخ الحدیث علامہ خادم حسین رضوی قدس سرہ العزیز اپنے عہد کے سب سے بڑے انقلابی لیڈر تھے۔

انہوں نے نوجوانوں، بزرگوں اور بچوں میں ایسی روح پھونکی، ایسا ولولہ تازہ پیدا کیا اور ایسا شعورِ مقصدِ حیات دیا جسکی نظیر ڈھونڈنا بہت مشکل ہے۔

اس پر مستزاد کہ یہ کارنامہ انہوں نے معدود چند سالوں میں سرانجام دیا۔ ان کی جدو جہد، تحریک، تنظیم، تدریس، تبلیغ، سیاست اور زندگی کا محور و مرکز رسالت مآب ﷺ کی ذات والا بابرکات تھی۔ جب وہ اعلی حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کا شعر " انہیں جانا انہیں مانا نہ رکھا غیر سے کام " پڑھتے تو بے خود بلکہ آؤٹ آف کنٹرول ہو جاتے، انہیں سنبھالنا مشکل ہو جاتا تھا۔ یہی ان کا منشور سیاست اور دستور ریاست تھا۔ ان کی مقبولیت عامہ کا راز بھی یہی تھا۔ ان کی سیاست حصول اقتدار و طاقت کے لیے ہرگز نہ تھی بلکہ اعلاء کلمۃ اللہ، احیاء و نفاذ دین اور تحفظ ختم نبوت و ناموس رسالت کے لیے تھی۔

یاد رہے کہ امیر المجاہدین میدان سیاست کے آدمی نہ تھے ان کا اصل شعبہ درس و تدریس، تعلیم و تربیت اور وعظ و تبلیغ تھا مگر وہ اس نتیجے پر پہنچ گئے تھے کہ موجودہ دور میں

تحفظ ناموس رسالت و ختم نبوت والا مشن سیاسی پاور کے بغیر جاری رکھنا ناممکن ہے۔ اس لیے انہیں عصری سیاست کی خاردار وادی میں قدم رکھنا پڑا حالانکہ آج کی دجل و فریب، جھوٹ، مکاری، اور لوٹ مار کی سیاست ان کے مزاج سے بھی مطابقت نہیں رکھتی تھی۔ البتہ اگر اس سیاست کی بات کی جائے جو انبیاء بنی اسرائیل کرتے تھے جسکی بنیاد پر پیغمبر انقلاب ﷺ نے عظیم ترین اسلامی فلاحی ریاست مدینہ منورہ قائم کرکے دکھائی اور جسکی جھلک خلافت راشدہ میں ملتی ہے تو اس کے حقیقی وارث آپ ہی تھے۔ بہرحال وہ کامیاب سیاستدان تھے یا نہیں، یہ تو وقت بتائے گا مگر ہاں اس میں دوسری رائے نہیں کہ وہ سچے عاشق رسول، عظیم ترین انقلابی، مخلص، نڈر، بے باک، صاحب عزیمت و استقامت مجاہد تھے۔ اللہ تعالی آپ کے اخروی درجات مزید بلند فرمائے اور آپ کے مشن کو پایہ تکمیل تک پہنچائے آمین۔

مجدد عشق رسول ﷺ کا دوٹوک فیصلہ

باباجی فرماتے ہیں: بی بی سی کا نمائندہ میرا انٹرویو لینے آیا، میں نے کہا: تم حق بولتے ہو؟ اس نے کہا: ہاں میں نے کہا: پوری دنیا کے خلاف جو غلط بات ہو اس کو واضح کرتے ہو؟ کہتا ہے: جی، میں نے کہا: ملکہ کے خلاف لکھ سکتے ہو؟ کہتا ہے: نہیں نہیں ملکہ کے خلاف؟ نہیں نہیں!!! میں نے کہا: اٹھ ادھر سے، تو ملکہ کے بارے میں نہیں سن سکتا، ہم اپنے نبی ﷺ کے بارے میں نہیں سن سکتے، اٹھ ادھر سے، تیرے سے کوئی انٹرویو نہیں۔

ترجمان پیام اقبال،،،خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

انجینئر سید عمید احمد

(لیکچرار کراچی یونیورسٹی)

ہر دور میں اس بات کی ضرورت پیش آئی کہ امت کے قلب کو عشق مصطفی ﷺ کی شمع سے منور رکھا جائے۔ ایک ایسی آواز ہو جو اس آگ کو جلائے رکھے۔ دور نبی کے اصحاب اور بار گاہ خیر الانام ﷺ سے فیضیاب ہستیوں کا ذکر ان کے وجود کو زندگی فراہم کرے۔ جہاں فتنے سر چڑھ کر بولتے ہیں وہاں حق کی صدا بلند کی جائے۔ حضور ﷺ کی عزت اور ناموس پر سب کچھ فدا کرنے والی فوج تیار ہو جو کہ ایمان کی اعلی درجے پر فائز ہو اور سب سے بڑھ کر آپ ﷺ سے محبت کرنے والی ہو۔ یہی لوگ ایمان والے ہیں۔

دور حاضر میں ملک پاکستان میں ختم نبوت کے معاملے پر ہیر پھیر کی گئی، آسیہ ملعونہ کی رہائی کا فیصلہ دیا گیا پھر فرانس سے تعلقات استوار رکھے گئے، ہر معاملے میں ایک جاندار اور پر سوز آواز امت کی ترجمانی کرتی رہی، یہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی آواز تھی۔ احقر نے اس آواز کا سوز، اقبالؒ کے جملوں کی بدولت محسوس کیا۔

اُمت کے حالات کے پیش نظر علامہ نے جس طرح بزبان اقبال ہماری ترجمانی کی اس کی مثال ملنا مشکل ہے بلاشبہ آپ اقبالؒ کے جملوں کے ذریعے سوئی ہوئی امت کو جگا رہے تھے آپ کے مواعظ نے مسلمانوں کی غیرت کو جلا بخشتے، آپ نے اقبال کے کلام سے درس عشق رسول ﷺ لیا اور اسے ہمارے سینوں میں پیوست کیا۔ بلاشبہ آپ جس انداز سے اقبال کا پیغام امت تک پہنچا رہے تھے حقیقت میں ابلیس (شیطان) کے جگر میں نیزے گھونپ رہے تھے اقبالؒ اپنی نظم ''ابلیس کا پیغام سیاسی فرزندوں کے نام'' میں شیطان کا آخری ہدف بیان

کرتے ہوئے کہتے ہیں:

اقبالؔ کے نفس سے ہے لالے کی آگ تیز ایسے غزل سرا کو چمن سے نکال دو

علامہ کی فکر کو جملوں میں سمیٹا نہیں جاسکتا۔ ان کی فکر ایک کہکشاں ہے جس کا محور مقصد و مرکز صرف عزت رسول اللہ ﷺ ہے۔ علامہ کا یہ جملہ تاریخ میں نقش ہو گیا:

"عزت اسی کی ہوگی جو رسول اللہ ﷺ کی عزت کرے گا"۔

آپ نے یہ حقیقت بیان فرمادی کہ یہ تمام پیر، سجادے اور گدی نشین صرف اسی وقت قابل قبول ہیں جب یہ رسول اللہ ﷺ کی ناموس پر پہرہ دیں گے۔ یہ خانقاہیں اور پیر خانے اسی وقت لائقِ احترام ہونگے جب یہ رسول اللہ ﷺ کی عزت کو اپنی تمام تر چیزوں پر فوقیت دیں گے، گویا اصل ہدف رسول اللہ ﷺ کی ذات ہے آپ اقبالؔ کا یہ شعر پڑھتے تھے کہ:

تو فرمودی رہ بطحا گرفتیم وگرنہ جز تو مارا منزلی نیست

ترجمہ: آپ نے حکم دیا تو ہم نے مکہ مکرمہ کا راستہ اختیار کیا ورنہ آپ ﷺ کے سوا ہماری کوئی منزل نہیں۔

آپ کا ہر لمحہ اس فکر میں مستغرق ہو تا کہ نوجوانوں کے دلوں میں عشق رسول اللہ ﷺ کی شمع فروزاں کی جائے۔ آپ نے انہیں غیرت سے بھرپور بنانے کی سعی کی۔ یہ بات یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کی غلامی، ہزار آزادی سے افضل ہے۔ علامہ نے امت کو رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا درس دیا اور دنیا کی غلامی کے پیچ سے آگاہ فرمایا، آپ اقبالؔ کے اشعار سناتے:

از غلامی ضعف پیری در شباب از غلامی شیر غاب افگندہ ناب

ترجمہ: غلامی کی وجہ سے جوانی کی حالت میں ہی بڑھاپا آجاتا ہے غلامی کی وجہ سے شیر بیشہ کے دانت جھڑ جاتے ہیں۔

آپ (علامہ) نے اس نقطے کو اجاگر کیا کہ روم کی بڑی بڑی سلطنتیں تباہ ہو گئیں۔ کسی کا نام و نشان تک باقی نہ رہا مگر حبشہ کا وہ غلام جو رسول اللہ ﷺ کا سچا عاشق تھا اسکو زندگی مل گئی، آپ اقبالؔ کے اشعار پڑھتے:

اقبالؔ یہ کس کے عشق کا فیض عام ہے رومی فنا ہوا حبشی کو دوام ہے

آپ کا طرزِ بیان محبت رسول ﷺ سے لبریز ہوتا یہی وجہ ہے کہ آپ دشمنانِ رسول ﷺ پر سخت تھے مجھے اقبالؔ کا وہ شعر یاد آجاتا ہے:

تجھ سے سرکش ہو کوئی تو بگڑ جاتے تھے

تیغ کیا چیز ہے ہم توپ سے لڑ جاتے تھے

آپ (علامہ) امت کے نوجوانوں کو اقبال کا عشق بیان کرتے، انہیں جب آپ غازی علم الدین کے حالات بتاتے تو نوجوان، نگاہ عشق سے اس منظر کو دیکھتے کہ اقبال، غازی علم الدین کی قبر میں کھڑے ہیں اور عاشق کے کفن کے بند کھول رہے ہیں، نام اسی کا باقی رہے گا جو حضور ﷺ کی عزت پر جانثار کر دے گا۔ یہ عشق ہی تو تھا کہ مسجد رحمۃ للعلمین ﷺ سے نکلنے والی آواز سے کفر کے ایوانوں میں لرزہ طاری ہو جاتا تھا۔ اقبالؔ کی زبان میں آپ کہتے ہیں:

عصر ما مارا ز ما بیگانہ کرد از جمال مصطفیٰ بیگانہ کرد

مسلمانوں کی ذلت و پستی کا سبب یہ بتایا کہ انہوں نے جمال مصطفی ﷺ کو بیان کرنا چھوڑ دیا۔ کائنات کا یہ خیمہ کیوں کھڑا ہے؟ ہمارے جرم تو بہت کثیر ہوئے۔ ہم نے ہر لمحہ نافرمانی میں گزارہ لیکن وہ امت کو بتانا چاہتے تھے کہ یہ عذاب سے اس وقت کیوں محفوظ ہیں۔ آپ اقبالؔ سے سوال کرتے اور نوجوانوں کو اقبالؔ کا جواب سناتے:

خیمہ افلاک کا استادہ اسی نام سے ہے نبض ہستی تپش آمادہ اسی نام سے ہے

علامہ خادم کے الفاظ غیرت کی روح کو زندگی دیتے تھے۔ ہماری نسلیں عشق کا جو سبق

آج تک لیتی آئی ہیں میرے خیال سے وہ غیرت اور جواں مردی سے خالی ہے۔ علامہ صاحب نوجوانوں کو خانقاہوں سے نکال کر رسم شبیری کا پابند کرنا چاہتے تھے۔ وہ اقبال کی زبان سے لہو میں جوش بیدار کرتے وہ اقبالؒ کے اشعار سناتے تھے :

مست رکھو ذکر و فکر صبح گاہی میں اسے پختہ تر کر دو مزاج خانقاہی میں اسے

وہ ایک اور جگہ بیان کرتے ہیں :

بہتر ہے کہ شیروں کو سکھا دیں رم آہو باقی نہ رہے شیر کی شیری کا فسانہ

یہ دو اشعار بتا رہے ہیں کہ یہ امت کے لوگ انہیں خانقاہوں میں مست کر دو انہیں ہرن کی چال سکھادو۔ انہیں خالد بن ولید رضی اللہ تعالی عنہ کی شجاعت کہ قصے نہ سنانا وہ امت کے اس فریب سے نکالنا چاہتے تھے وہ ان اشعار کے ذریعے اعلان کرتے:

اے شیخ بہت اچھی مکتب کی فضا لیکن بنتی ہے بیاباں میں فاروقی و سلمانی

بدر، حنین و تبوک کے قصے اور شجاعت کے نمومے مسلمانوں کو بیدار کرنے کے لیے ہیں۔ یہ انسان مٹی کا ڈھیر ،اگر یہ روحِ محمدی ﷺ سے آشنا نہیں یہ نبی کا سچا غلام نہیں۔ اقبالؒ نے بھی یہی پیغام دیا کہ اس کو تلوار اور نیزوں سے ختم نہیں کیا جاسکتا، مسلمانوں کو ختم کرنے کا ایک اصول بیان کر دیا ؛

فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد اس کے بدن سے نکال دو

آخر میں خادم حسین رضوی کی زندگی کا حاصل صرف ذات مصطفی ﷺ سے سچا عشق ہے آپ نے منبر و محراب میں ایک انقلاب برپا کیا جس کے اثرات کبھی زائل نہیں ہونگے۔ آپ اقبالؒ کا شعر پڑھتے تھے:

گر صاحبِ ہنگامہ نہ ہو منبر و محراب دین بندۂ مومن کے لیے موت ہے یا خواب

اے وادی لولاب!

جرات و بے باکی اور حق و صداقت کے ایک عہد کا خاتمہ

سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی اعظمی غفرلہ
(دارالعلوم قادریہ غریب نواز، ساؤتھ افریقہ)

اس روح فرسا خبر سے دل و دماغ کا عالم زیر و زبر ہو گیا ہے اور پورا وجود ناگفتہ بہ تکلیف سے دوچار ہے اور یہ کہتے ہوئے کلیجہ منہ کو آتا ہے کہ امیر المجاہدین، محافظ ناموس رسالت ، آبروئے اہل سنت ، شیخ الحدیث و التفسیر حضرت علامہ محمد خادم حسین رضوی نقشبندی نوراللہ مرقدہ اپنے مالک حقیقی کے جوار رحمت میں پہنچ گئے **(اناللہ و انا الیہ راجعون)** اور ایک اندازہ کے مطابق ایک کروڑ تیس لاکھ افراد نے نمناک آنکھوں کے ساتھ ان کے جسد اقدس کو سپرد خاک کیا۔

خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر
فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری

محافظ ختم نبوت، امیر المجاہدین حضرت علامہ خادم حسین رضوی قدس سرہ العزیز ایک شخص نہیں ایک انجمن تھے، ان کی ذات ایک انقلابی ذات تھی، وہ گرجدار آواز جس سے شاتمان رسول ﷺ کا دل دہل جاتا تھا اور ایوان باطل میں زلزلہ آجاتا تھا وہ ان کی نہیں حق و صداقت کی آواز تھی۔ ان کا اچانک سانحہ ارتحال ملت اسلامیہ کا ناقابل تلافی خسارہ ہے اور جرأت و بہادری و حق و صداقت کے ایک عہد خاتمہ ہے۔

یقینا:

جان کر من جملۂ خاصان میخانہ تجھے
مدتوں رویا کریں گے جام و پیمانہ تجھے

اللہ عزو جل نے قبلہ حضرت امیر المجاہدین قدس سرہ کو گوناگوں اوصاف حمیدہ اور خصال جلیلہ کا جامع بنایا تھا۔ وہ امیر المحدثین بھی تھے اور امیر المفسرین بھی۔ امیر المجاہدین بھی تھے اور امیر المناظرین بھی۔ امیر الفقہا بھی تھے اور امیر الخطبا بھی۔ امیر النحو بھی تھے اور امیر الصرف بھی۔ منطق و فلسہ کے بھی امیر تھے اور امیر علم بدیع و معانی بھی۔ امیر شریعت و طریقت بھی تھے اور امیر حقیقت و معرفت بھی۔ امیر زبان و ادب بھی تھے اور امیر فکر و فن بھی۔ جرات و بے باکی کے بھی امیر تھے اور امیر حق و صداقت بھی۔

اور ان سب پر مستزاد ان کا عشق رسول اور جذبۂ خود سپردگی و جاں نثاری تھا جس نے انہیں امیر المجاہدین، امیر العاشقین کا معزز لقب عطا کیا اور محافظین ناموس رسالت کا امیر و سرخیل بنادیا۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عشق رسول اور ناموس رسالت پر مرمٹنے کا جو پاکیزہ تذکرہ کتب احادیث و سیر و مغازی میں موجود ہے اس کی چلتی پھرتی تصویر کا نام خادم حسین رضوی ہے۔ ان کی پرکشش ذات میں صدیق کی صداقت، عمر کی شجاعت، عثمان کی شرافت، علی کی ولایت اور سیف اللہ خالد کی جرات و بے باکی کا فیضان جمع تھا، اس لیے ان کی ذات جلال و جمال کی آئینہ دار تھی۔ یقیناوہ گفتار و کردار ہر اعتبار سے اللہ کی آیت و برہان تھے۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان

یہ دور فتنوں کا دور ہے، داخلی و خارجی ہر دو قسم کے فتنوں سے امت مسلمہ اس وقت نبرد آزما ہے۔ ایک سوچی سمجھی سازش کے تحت آئے دن پیغمبر اسلام اور حضرات صحابہ کرام و اہل بیت عظام کی شان اقدس میں گستاخیاں کی جارہی ہیں۔ اے خادم حسین رضوی آپ کی جرات و بے باکی اور عزم و حوصلے کو لاکھوں سلام! آپ نے تحفظ ناموس رسالت

ﷺ اور عظمت صحابہ و اہل بیت کا مورچہ سنبھالا اور اپنے ولولہ انگیز خطاب کے ذریعہ امت مسلمہ کے ایمانی جذبہ کو بیدار کیا اور گستاخانہ رسول و شاتمان صحابہ و اہل بیت کا ایسا تعاقب کیا کہ ان کی کمر ٹوٹ گئی، ان کے ناپاک ارادہ خاک میں مل گئے اور اب وہ مبہوت و سر گرداں اپنی موت پر ماتم کنا ہیں۔ اور ہمیشہ رہیں گے۔ یقینا آپ ناموس رسالت کے محافظ اور قافلۂ سالارِ عشق کے پاسبان تھے۔ تحفظ ناموس رسالت ان کا مشن، اور نظام الہیہ کا قیام ان کا منشور تھا۔ وہ اپنے اس عظیم مشن کے ساتھ زندہ رہے اور دنیا سے اس شان کے ساتھ رخصت ہوئے کہ ان کے سر پر محافظ ختم نبوت کا زریں تاج سجاہوا تھا۔ میرا ایمان ہے کہ خادم دین و ملت حضرت علامہ خادم حسین رضوی نوراللہ مرقدہ کا استقبال قدسیان فلک کر رہے ہوں گے اور رسول مکرم نبی محتشم ﷺ اپنے جاں نثار خادم کو اپنے دیدار و قرب ووصال کی نعمت عظمی سے سرفراز فرمارہے ہوں گے۔

اے امیر المجاہدین م! آپ کا دلنواز اور ایمان افروز نعرہ ''لبیک یارسول اللہ'' پاکستان کی سرحدوں سے آزاد ہو کر دنیا کے کونے کونے میں پہنچ چکاہے اور مسلمانان عالم کی زبان پر یہ وجد آفریں نعرہ اپنی تمام تر عظمتوں کے ساتھ جاری ہے۔ اس مبارک نعرہ کی طرح آپ کی ذات والاصفات تا قیام قیامت یاد رکھی جائے گی۔ اور آپ کا نام نامی اسم گرامی تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ زندہ رہے گا۔ اللہ تعالی حضرت کی قبر انور پر رحمت وانوار کی بارش فرمائے اور امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطافرمائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین و آلہ وصحبہ اجمعین

جذبہ حب الوطنی سے سرشار امیر

حافظ احمد

(نائب مدیر مجلہ مخزن علم)

کہا جاتا ہے "حب الوطن من الایمان" اور فی الحقیقت بھی انسان کے فطری خمیر اور وطن کی خاک کو قدرت نے محبت کے ایسے پانی سے گوندھ دیا ہے جس کی تاثیر انسان کو پیدا ہوتے ہی اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔ اور اس سرزمین سے انسان کا ایک الگ ہی قلبی تعلق استوار ہو جاتا ہے اور پھر جب اس سرزمین کی بنیاد "لا الہ الا اللہ" پر استوار ہو اور وہ بندہ خود بھی اسی کلمے کا ماننے والا ہو تو اس قلبی و فطری تعلق کو چار چاند لگ جاتے ہیں کہ جب پتہ چلتا ہے سرزمین مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد سرزمین پاکستان کی طرف ہجرت تاریخ اسلام کی دوسری بڑی ہجرت ہے اور اس میں ہمارے شہداء کا خون، ہمارے اسلاف کی قربانیاں اور ہمارے قائدین کی انتھک محنتیں شامل ہیں تو پھر وہ سرزمین محض زمین کا ایک ٹکڑا نہیں رہتی بلکہ ایک مقدس سرزمین بن جاتی ہے اور وہ محبت محض عقیدت و احترام والی محبت نہیں رہتی بلکہ عقیدہ بن جاتی ہے جس کے خلاف ایک لفظ بھی سننے کی تاب ختم ہو جاتی ہے اور جس کی بنیادوں سے چھیڑ چھاڑ روح کو تڑپا دیتی اور قلب کو گرما دیتی ہے۔ اور جب بات ہو علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ جیسے شخص کی جو مصور پاکستان علامہ اقبال کے نظریات کا علمبردار ہو اور نظریہ پاکستان کا زبردست حامی ہو تو پھر اس کی حب الوطنی پر تو وطن کو بھی ناز ہو گا۔

یوں تو علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی حب الوطنی پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن میں یہاں ان کے انتقال سے پہلے کی صرف دو تقریروں سے چند اقتباس پیش کروں گا جس سے اندازہ ہو جائے گا کہ وہ کیسے محب وطن تھے اور پاکستان کی مٹی اور اس مٹی سے نسبت رکھنے والوں سے ان کا قلبی لگاؤ کیسا تھا۔

انتقال سے محض تین مہینے پہلے ۱۴ اگست ۲۰۲۰، اپنی زندگی کے آخری یوم آزادی کے موقع پر انہوں نے TLP کے تحت مصور پاکستان کے شہر لاہور میں "نظریہ پاکستان مارچ" کے نام سے ایک بہت بڑی ریلی کا انعقاد کیا اور اس موقع پر وطن عزیز سے اظہار محبت کے لیے ان کی پارٹی TLP کی جانب سے ایک نغمہ بھی جاری کیا گیا۔
"نظریہ پاکستان مارچ" میں حمد و صلوۃ کے بعد آپ نے اپنے مختصر خطاب کا آغاز اس شعر سے کیا کہ:

تمنا ہے کہ سارا ہند پاکستان ہو جائے — اور بارِ دگر دین نبی کا پھر اعلان ہو جائے

پھر ہجرت پاکستان کے موقع پر اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرنے والوں کو اس انداز سے خراج تحسین پیش کیا کہ: "آج کی یہ ریلی ان لاکھوں مسلمانوں کے نام ہے جنہوں نے اپنا خون دیا تھا۔" پھر انہیں اور ان کی جماعت کو "ملک دشمن" قرار دینے والوں کو جواب دیتے ہوئے اپنے مخصوص پنجابی لب و لہجے میں فرمایا: "ساڈے سے وڈا محب وطن کوئی نئی، اسی پاکستان دا ایک روپیہ بھی نہیں کھاندا۔ ہاں! ہم سے بڑا نہ کوئی محب وطن ہے نہ محب اسلام ہے۔ اگر ہے تو سامنے آئے۔" پھر TLP کے بارے میں ملک دشمنی کا جھوٹے پروپیگنڈا کرنے والوں کو دو ٹوک انداز میں کہا کہ: "تحریک لبیک کا کسی قسم کی دہشتگردی پر کوئی یقین بلکہ تصور بھی نہیں ہے۔ لیکن کیا حضور ﷺ کے دین کی بات کرنا دہشتگردی ہے؟"
علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آخری دنوں میں فیض آباد دھرنے میں جو خطاب کیا اس کے چند جملے آپ قارئین کی نذر کر رہا ہوں جس میں انہوں نے بڑے واضح، سادہ اور نرم انداز میں اپنا مدعا حکمرانوں کے سامنے بیان کیا تھا۔ سوشل میڈیا پر ان کا یہ خطاب ان کے "آخری پیغام" کے عنوان سے وائرل بھی ہوا۔ آپ فرماتے ہیں: "تم نے ہمارے ووٹوں پر ڈاکا ڈالا ہم نے تمہیں کچھ نہیں کہا اور نہ ہی کسی قسم کا کوئی احتجاج کیا۔ پھر مزید فرمایا کہ ہمارے کوئی غلط مقاصد نہیں ہیں، آپ کو ایجنسیاں غلط رپورٹ دیتی ہیں۔ جو تم ہمارے خلاف

جھوٹ لکھتے ہو کہ ہم منصوبے بنا رہے تھے اور دہشتگردی کرنا چاہتے تھے تو ہمارا ایسا کوئی ارادہ نہیں، ہم تو بس یہ چاہتے ہیں کہ سفیر نکال دو اور بس بات ختم"۔

پھر فرمایا: "آخر تم ہم سے (حب الوطنی کی) کون سی سند چاہتے ہو؟ وہ شرائط ہمیں تیار کر کے لاہور بھیج دینا کہ جی یہ بندہ محب وطن ہوتا ہے"۔ آخر میں چوٹ کرتے ہوئے فرمایا: "پاکستان جن مقاصد کے لیے بنا ہم تو انہی کے تحفظ کے لیے بیٹھے ہیں۔ اگر قائد اعظم، علامہ اقبال قلندر لاہوری اور لیاقت علی خان کے کچھ اور مقاصد تھے تو آپ ہمیں وہ بتائیں اور سمجھائیں۔ (یاد رکھو) جو قومیں اپنی بنیاد سے دور ہٹ جاتی ہیں وہ قومیں ختم ہو جاتی ہیں اور ہم اسی بنیاد پر کھڑے ہیں۔ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔ آپ اس طرح ہمارے ساتھ نہ کریں، ہمارے خلاف پرچے نہ کاٹیں۔ ہم سے بڑا محب وطن کوئی نہیں"۔

حقیقت یہ ہے کہ فیض آباد کی سخت سردی میں ان کے ان سادہ سے جملوں کی تپش قلب و روح کو گرما دینے والے تھی۔ آپ ان دونوں خطابات کو سامنے رکھتے ہوئے خود ہی انصاف سے فیصلہ کیجیے کہ علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ جیسا شخص کیسے پاکستان کا غدار ہو سکتا ہے؟

میں تو کہتا ہوں کہ وطن عزیز کے ساتھ اس سے بڑی وفاداری اور کیا ہو گی کہ بچے بچے کے دل میں نظریہ پاکستان نقش کر دیا جائے۔ کشمیر کے حوالے سے بھی آپ کا وہی مؤقف تھا جو قائد اعظم کا تھا۔ کشمیر کے حوالے سے آپ کے درجنوں کلپ سوشل میڈیا کی زینت بنے ہوئے ہیں جس میں آپ واضح اور دوٹوک انداز میں حکومت پاکستان اور افواج پاکستان کو جہاد کے لیے ابھار رہے تھے اور صرف ابھار ہی نہیں رہے تھے بلکہ اس جہاد کے لیے فرد اول کے طور پر خود کو بھی پیش کر رہے تھے؛ یہی وجہ ہے کہ بھارت آخر وقت تک ان کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کرتا رہا اور اپنی خبریں مرچ مصالحہ لگا کر ان کے خلاف پیش کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے انتقال کے موقع پر خوشی کا اظہار کرتے ہوئے ان کے ایک نیوز چینل پر یہ کہا گیا کہ "بھارت کے خلاف زہر اگلنے والا مولانا خادم نہیں رہا"۔ اب خود اندازہ کیجیے جس کے انتقال پر

پاکستان کا دشمن خوش ہو رہا ہو وہ شخص پاکستان کا دشمن کیسے ہو سکتا ہے؟

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے دشمن تھے نہ افواج پاکستان کے۔ ایک موقع پر چند ناعاقبت اندیشوں کی وجہ سے "تحریک لبیک" کو پاک فوج کا دشمن اور مخالف سمجھا جانے لگا جبکہ اس الزام کی حقیقت کا پردہ رضوی صاحب کے ان الفاظ سے فاش ہو جاتا ہے کہ آپ نے اپنی وفات سے محض دو مہینے قبل چھ ستمبر یومِ دفاع کے موقع پر رئیس عملہ پاک فوج جناب جنرل قمر جاوید باجوہ صاحب کو پیغام دیتے ہوئے انہیں مسلمانوں کا "سپہ سالار" کہا اور انہیں ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہرے داری کی طرف متوجہ فرمایا تاکہ وہ بھی آخرت میں سرخرو ہو سکیں اور ان کا نام بھی اسلام کے عظیم مجاہدین میں شامل ہو جائے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری عقیدتیں سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و حرمت سے وابستہ تھیں اور پاکستان سے بھی ان کی اس قدر محبت کی ایک وجہ یہی تھی کہ یہ سرزمین نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کو رائج کرنے کے لیے بنائی گئی تھی؛ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کئی بار دھرنا دیا تاکہ یہ عقیدہ لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو جائے جیسا کہ انہوں نے اپنے آخری خطاب میں فرمایا: "ہم صرف اپنی بنیاد کے لیے لڑ رہے ہیں کیونکہ جو قومیں بنیاد سے ہٹ جاتی ہیں وہ تباہ ہو جاتی ہیں"۔

ان کے اسی دھرنوں نے کئی لوگوں کے دل و دماغ میں یہ غلط فہمی پیدا کر دی کہ چونکہ وہ دھرنے دے کر پورا ملک جام کر دیتے تھے اسی لیے وہ ملک دشمن تھے جبکہ رضوی صاحب بارہا وضاحت کر چکے تھے کہ میرا اس میں ذاتی مفاد کوئی نہیں ہے میں تو محض انہی کی خاطر بیٹھا ہوں جن کی وجہ سے ہم سب پورے قد سے کھڑے ہیں۔ ایک دفعہ انہوں نے اس حوالے سے چوٹ کرتے ہوئے عوام الناس سے فرمایا: "آپ کو دھرنے، روڈ بند اور کاروبار تو نظر آجاتے ہیں لیکن محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس کا معاملہ نظر نہیں آتا"۔ ایسا نہیں تھا کہ آپ نے دھرنے ہی دیے ہوں بلکہ آپ نے تحفظ ناموس رسالت صلی اللہ علیہ وسلم اور نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے نفاذ کے لیے مضبوط

قدم اٹھایا اور عملی سیاست میں حصہ لیا تاکہ وہ اس ذریعے سے جہاں اپنے پیارے نبی ﷺ کی ناموس کا دفاع کر سکیں وہیں اپنے پیارے وطن کی بھی تقدیر سنوار سکیں۔ اب ایسے شخص پر یہ افترا اور بہتان باندھنا کہ وہ ملک دشمن تھا سراسر دیانت وانصاف کا قتل ہے۔

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہونے کے ساتھ ساتھ مخلص محب وطن بھی تھے۔ یہ بات ان کے انتقال کے بعد ان کے مخالفین نے بھی تسلیم کی جو کہ " الفضل ما شهدت به الاعداء "کی تازہ نظیر ہے۔ وہ میڈیا جو رضوی صاحب کو ان کی زندگی میں لمحہ بھر کوریج دینے کو تیار نہ تھا، ان کے سخت رویے کی وجہ سے انہیں ایک دہشتگرد کے طور پر پیش کرتا تھا اور وہ صحافی جو ان کی مخافت میں گھنٹوں بولتے نہ تھکتے تھے ان کے انتقال کے بعد انہیں سچا پکا عاشق رسول ﷺ اور محب وطن ڈکلیئر کرنے لگے، ان کے جنازے کو بھرپور کوریج دی گئی اور ان کی سیاسی ومذہبی جدوجہد کو گھنٹوں خراج تحسین پیش کیا گیا۔

اب آپ خود ہی بتایئے کہ کیا کسی غدار وطن کے لیے ملکی میڈیا اتنا نرم گوشہ رکھ سکتا ہے؟ کیا کسی ملک دشمن کو اس انداز سے خراج تحسین پیش کیا جا سکتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں اور یہ تو صرف میڈیا چینلز اور صحافی تھے۔ رہے وہ جنہوں نے ٹویٹر اور دیگر ذرائع سے تعزیتی پیغامات بھیجے ان میں تو ہمارے ملک کے بڑے بڑے سیاسی رہنما بلکہ وزیر اعظم اور چیف آف آرمی اسٹاف تک شامل ہیں۔ اب آپ دل پر ہاتھ رکھ کر خود ہی بتا دیجیے کہ کیا ایسا ممکن ہے کہ ملک کے غدار، باغی، ایجنٹ اور دشمن کے لیے چیف آف آرمی اسٹاف اور وزیر اعظم تعزیت پیش کریں۔ نہیں، ہرگز نہیں تو پھر مان لیجیے کہ ان کی زندگی میں ان کے خلاف ہونے والا پروپیگنڈہ صرف اور صرف پروپیگنڈہ تھا کیونکہ ان کی آواز سے ہمارے حکمرانوں کے ذاتی مفاد کو ٹھیس پہنچتی تھی ورنہ وہ سب ان کی حقیقت جانتے بھی تھے اور مانتے بھی تھے بس اظہار کے لیے ان کے انتقال کا انتظار کرتے تھے کیونکہ۔۔۔ ؏

جیتے جی قدر بشر کی نہیں ہوتی پیارے

راہ عزیمت کا مسافر

عبد القادر عارف ضیائی

(چیئرمین حزب القادریہ لاہور)

کچھ سوچ کر شمع میں پروانہ جلا ہو گا
شاید اسی جلنے میں جینے کا مزہ ہو گا

راہ عزیمت کا ایک پُر شوق مسافر، راہ عشق کا ایک اور جاں باز جس نے مال و دولت کو ٹھکرا دیا، کفر کے ایوانوں میں ہنگامہ مچ گیا۔ یہ مردہ لاشوں کے درمیان ایک زندہ روح کیسے اٹھ پڑی ہے۔ فرمان جاری ہوا: اسے قید کر دو، بھوکا پیاسا رکھو، نہ مانے تو ٹھنڈے فرش پر لٹا دو، پھر بھی نہ مانے تو جان سے مار دو، یہ ہے کون؟ کس قدر سخت جاں ہے، اسے اپنی جان کی بالکل پرواہ نہیں، سزائیں دینے والے تھک گئے، پتھروں کے دل منہ کو آنے لگے۔ وہ ایک شخص بظاہر معذور مقابلے میں ڈٹا ہوا ہے، ایک بار جو اپنے آقا ﷺ کی عزت و ناموس کی پہرا داری کی قسم کھالی تو پھر مجال ہے کسی کے آگے گڑ گڑ آئے اور فریادیں کرے۔ یہ تو اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لیے تیار ہے، اپنے مالک ﷺ کے نام پر بار بار اپنی جان نچھاور کرنے کے لیے تیار ہے، امام اہلسنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب فرمایا تھا:

کروں تیرے نام پہ جاں فدا
نہ بس ایک جاں دو جہاں فدا
دو جہاں سے بھی نہیں جی بھرا
کروں کیا کروڑوں جہاں نہیں

ایک معذور شخص کی اتنی ہمت! پتا کرو کون ہے یہ؟ کس کا غلام ہے؟ ارے! یہ تو مالک

کونین ﷺ کا غلام ہے یہ تو محبوب خدا ﷺ کا عاشق صادق ہے، یہ تو ان کا نام لیوا ہے جنہوں نے گردن تو کٹادی مگر اپنے نانا ﷺ کے دین متین پر ایک آنچ بھی نہیں آنے دی اور قیامت تک آنے والے عاشقوں کے لیے ایک نصاب مرتب کر دیا کہ اگر اپنے آقا ﷺ کی عزت وناموس کی حفاظت کا دم بھر لیا تو اس پر قائم ودائم رہنا ہو گا، یہ تو ان کا مرید ہے جنہوں نے زندان کی سختیوں کو برداشت کیا مگر ظالم بادشاہ کے آگے سر نہ جھکایا۔ یہ تو ان کا شیدائی ہے جنہوں نے مال و دولت کی خاطر اپنے جملوں کا سودا نہیں کیا جو ہمہ وقت اپنے کریم آقا ﷺ کی طرف متوجہ رہتے تھے اور یہ کہتے رہتے تھے۔

کروں مدح اہل دول رضا پڑے اس بلا میں میری بلا
میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارہ ناں نہیں

یہ شخصیت کسی اور کی نہیں بلکہ امیر المجاہدین شیخ الحدیث حضرت علامہ حافظ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے، جنہوں نے اپنا تن من دھن سب کچھ اپنے مالک کونین ﷺ کی ناموس کی پہرا داری کے لئے قربان کر دیا، زندان کی صعوبتوں کو برداشت کیا، حضور ﷺ سے کئے ہوئے وعدے سے روگردانی نہیں کی اور اس شان سے اپنے رب ذوالجلال کی بارگاہ میں حاضر ہوئے کہ:

عرش پر دھومیں مچیں وہ مومن صالح ملا
فرش سے ماتم اٹھے وہ طیّب و طاہر گیا

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بار پھر ہمارے اسلاف کی سنتوں کو زندہ کیا ہمیں خواب غفلت سے جگایا ہمیں دکھایا کہ مالکوں سے وفا کیسے کی جاتی ہے ہمیں بتا کر گئے کہ غلاموں کا کام کیا ہے ہمیں وہ راستہ دکھایا جس پر چل کر ہم محبوب ﷺ کے سچے اور پکے غلام بن سکتے ہیں، آپ رحمۃ اللہ علیہ تو اپنے حصے کا کام کر گئے جتنی مہلت ملی، اس میں احسن انداز سے اپنے

فرائض کو سرانجام دیا اور سرخرو ہو کر اپنے رب کریم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اپنے رب کے ہاں اس کا انعام پارہے ہیں۔

اب اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا حاصل ہو اور اسلاف کرام بالخصوص خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو ہم سے راحت ملے تو ہمیں ان کے پیغام کو آگے بڑھانا ہو گا ان کے احکامات و تعلیمات پر عمل کرنا ہو گا آپ رحمۃ اللہ علیہ کا وہی پیغام تھا جو کم و بیش چودہ سو سال سے ہمارے اسلاف دیتے آئے ہیں کہ رحمۃ للعالمین ﷺ کے سچے عاشق بن جاؤ۔ ایک عاشق صادق نے کیا خوب کہا تھا:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

اور یہ فقط اس وقت ممکن ہے جب ہم مکمل طور پر شریعت مطہرہ کے پابند ہو جائیں گے اپنی زندگی کے ہر معاملے میں شریعت مطہرہ کو فوقیت دیں گے کیونکہ عشق تو محبوب و محب میں مطابقت کا نام ہے یعنی اپنی پسند ناپسند کو محبوب کی پسند ناپسند میں ڈھال دینا حقیقی عاشق وہی ہے جو معشوق کی ہر ہر بات کو من و عن تسلیم کرے، جب اس کا حکم آجائے تو پھر ہر چیز کو پیچھے رکھ دے، بس اپنے محبوب کی بات کو ترجیح دے۔ اسی میں ہماری دنیا اور آخرت کی فلاح ہے، اسی عشق میں حضرت انسان کی ترقی ہے، یہی عشق ہمیں گمراہی و پستی سے نکال کر اجالوں اور بلندیوں میں پہنچا دے گا۔ اسی لئے تو قلندر لاہوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا؛

قوت عشق سے ہر پست کو بالا کر دے دہر میں اسم محمد سے اجالا کر دے

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ہمارے اسلاف عظام اور بالخصوص آپ رحمۃ اللہ علیہ کی قبر انور پر کروڑوں رحمتوں کا نزول فرمائے اور اولیاء اللہ نے ہمیں جو غلامی رسول ﷺ کا سبق پڑھایا اس کو یاد رکھنے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یارب العالمین

معذور بازی لے گیا

محمد اسامہ
(متعلم مدرسہ انوار القرآن قادریہ رضویہ)

تمام تعریف و توصیف اور حمد و ثناء اللہ تبارک و تعالی جل مجدہ الکریم کے لئے جس نے بظاہر ایک معذور انسان کو اپنے محبوب ﷺ کی ناموس پر پہرا دینے کے لیے منتخب فرمایا اور بے شمار درود و سلام آقا کریم ﷺ پر جنھوں نے اسے قبول فرمایا۔ اللہ تبارک و تعالی صانع عالم ہے وہ خالق کل شی ہے، اس کے کام میں ہزاروں حکمتیں پوشیدہ ہیں چاہے انسان کی سمجھ میں آئے یا نہ آئے، ایک سمجھدار انسان وہی ہے جو اس کی حکمتوں پر غور کرے اور اس کی رضا پر راضی رہے۔ اسی طرح اللہ رب العزت جسے چاہے صحیح و سالم اس دنیا میں بھیج دے یا کچھ کمزوریوں کے ساتھ پیدا فرمادے یا زندگی کے کسی حصے میں معذوری لاحق کر دے۔

معذوران افراد کو کہتے ہیں جو کسی ایسی جسمانی یا دماغی عارضے میں مبتلا ہوں جو انسان کے روزانہ کے معاملات زندگی سرانجام دینے کی اہلیت و صلاحیت پر گہرے اور طویل اثرات مرتب کرتا ہو یا دوسرے لفظوں میں یہ کہ وہ عارضہ اس فرد کے کام کرنے کی اہلیت و صلاحیت کو ختم یا کم کر دے۔ معذوری کسی بھی قسم کی ہو وہ انسان کو احساس محرومی میں مبتلا کر دیتی ہے اور پھر یہ لوگ اپنے آپ کو دوسروں سے کم تر سمجھنے لگتے ہیں۔ ان کی معذوری ان کی ذہنی صلاحیتوں کو ختم کر دیتی ہے اس لئے انہیں ایک خاص توجہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن ہمارے یہاں ایسی مثالیں موجود ہیں جو معذوری سے ہارے نہیں بلکہ معذوری کو ہرا دیا اور خود جیت گئے، انہوں نے اپنی معذوری کو اپنی راہ میں رکاوٹ بننے نہیں دیا اور مسلسل جدوجہد سے ایک کامیاب انسان بنے۔

ایسے ہی کامیاب لوگوں میں ایک شخصیت ایسی بھی تھیں جو اہلسنت کے لیے انمول ہیرے کی حیثیت رکھتی تھیں، جن کے انتقال نے تاریخ پر گہرے اثرات چھوڑے۔ جو ۲۰۰۹ میں ایک ایکسیڈنٹ میں معذور ہوئے لیکن اس کے باوجود ان کی معذوری معذوری نہیں لگتی تھی بلکہ دنیا ایک عجیب ہی منظر دیکھتی تھی کہ ایک وہیل چیئر والا بزرگ اور سپہ سالار کی حیثیت سے آگے آگے اور عاشقان مصطفی ﷺ کا سمندر ان کے پیچھے پیچھے۔ بلاشبہ امیر المجاہدین، پیکر استقامت و عزیمت، محافظ ناموس رسالت و عقیدہ ختم نبوت، استاذ العلماء، شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا خادم حسین رحمۃ اللہ علیہ کا شمار ایسے لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے وقت اور حالات کا منہ ہی موڑ کے رکھ دیا، آپ کی ذات والا صفات کو دیکھا جائے تو خالق حقیقی نے آپ کو بے شمار خوبیوں سے نواز رکھا تھا۔ جسمانی معذوری کے باوجود جس چابک دستی سے آپ نے ناموس رسالت ﷺ پر پہرا دیا اور ہمت و استقامت سے چوکیداری کا فریضہ سر انجام دیا ایسا کسی اور سے ادا نہ ہو سکا۔

یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

اپنے دور کے ظالم و جابر حکمرانوں کی آنکھوں میں آنکھ ڈال کر بات کرنا آپ کا ہی خاصہ اور طرہ امتیاز تھا، آپ کی حب رسول ﷺ میں ڈوبی ہوئی جرات مندانہ للکار سے باطل کے ایوانوں میں زلزلہ آجاتا تھا اور حکمرانوں پر خوف کے مارے کپکپی سی طاری ہو جاتی تھی، آپ نے بارہا اس بات کا عملی مظاہرہ کیا ہے کہ:

کافر ہے تو شمشیر پہ کرتا ہے بھروسہ مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

آپ کی تمام تر کمالات اور خوبیوں کا مرکز اور محور آقا کریم علیہ الصلاۃ و السلام سے جنون کی حد تک محبت کرنا تھی اور یہی جنون کامل ایمان ہے، آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ ”حضور نال محبت کروانے وابس“ یعنی حضور سے اندھا دھن محبت کرو اور یہی کامل ایمان

ہے۔ کسی صاحب نے کیا خوب کہا یہ بات وہی کر سکتا ہے جو حضور ﷺ کو جانتا ہے جس کا تعلق ان سے مضبوط ہے۔

آپ نے اپنی زندگی میں بہت سی بڑی خدمات سرانجام دیں مگر کبھی کسی سے تعریف کی آرزو نہیں رکھی محض اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کے طالب رہے۔ ان کی کامیابی کی بڑی وجہ یہی تھی کہ ان کے کسی جلسے یا اجتماع میں کبھی ذاتی نعرہ بلند ہوتے نہیں دیکھا گیا آپ خود اپنا تعارف پیش کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ میرا دنیا میں بھی، قبر میں بھی اور حشر میں بھی ایک ہی تعارف ہے "کتا رسول پاک دا" (کتا کا معنی وفاداری کے ہیں کیونکہ وہ اس وصف کے ساتھ خاص ہے)، انہیں اپنی ذات سے کوئی سروکار نہیں تھا بلکہ دوسرے لفظوں میں کہا جائے تو آپ فنافی الرسول تھے۔ ان کے اس اخلاص ہی کی برکت تھی کہ اللہ نے انہیں مختصر وقت میں ایسی مقبولیت سے نوازا کہ ماضی قریب میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اللہ تبارک وتعالی نے سیاسی طور پر آپکو ایسی مقبولیت سے نوازا کہ لوگ ۲۲ سال محنت کرکے سیاست میں اتنے لوگ جمع نہیں کر سکے جو اس ہستی نے ۲۰۱۸ کے الیکشن سے ایک سال پہلے اپنی سیاسی پارٹی کی بنیاد رکھ کر جمع کر لیے اور پھر ان کی پارٹی الیکشن میں پورے ملک میں پانچویں نمبر پر اور پنجاب میں تیسرے نمبر پر آئی جو تمام سیاسی جماعتوں کے منہ پر زوردار طمانچہ تھا۔ ان کا سیاست میں آنے کا ایک ہی مقصد تھا کہ "حضور کے دین کو تخت پر لانا ہے"، اس مقصد کی سچائی کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ تحریک لبیک کے ساتھ الیکشن میں بدترین دھاندلی ہونے کے باوجود انہوں نے اپنی سیٹ کے لئے کوئی دھرنا نہیں دیا بلکہ جب بھی دیا تو ناموس رسالت ﷺ کے لیے اور حضور کی ختم نبوت کے لیے دیا۔

غازی ممتاز حسین قادری شہید کے کارنامے کے بعد آپ کی زندگی میں ایک بہت بڑی تبدیلی رونما ہوئی اور انہوں نے خود کو تحفظ ناموس رسالت اور نفاذ نظام مصطفی ﷺ کے

لیے وقف کر دیا اور اس کام کے لیے جب آپ نے قدم بڑھایا تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ بارہا جیل جانا پڑا، تشدد برداشت کیا مگر آپ کا حوصلہ پست نہیں ہوا اور نہ کبھی معذوری آڑے آئی آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے بلکہ ''یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے'' کے مصداق بن کر ہر بار ایک نئے جذبے کے ساتھ ان مشکلات کا سامنا کرتے نظر آئے۔ دنیا نے دیکھا یہ مرد قلندر ہر حال میں ثابت قدم رہا، قدم پیچھے ہٹانا تو دور کی بات قدم میں لغزش تک نہ آئی۔ بس ایک ہی بات فرماتے ''یہ ہتھکڑیاں جن کے نام پہ لگی ہیں وہ دیکھ رہے ہیں''۔

انہیں زندگی بھر ایک ہی فکر ستاتی رہی کہ دین کے لیے کیا کیا یہی وہ جذبہ تھا جو بچے بچے کے سینے میں موجزن کر گئے۔ اسی فکر میں انہوں نے لبیک یارسول اللہ کی صدا لگائی اور دنیا کو ہلا کر رکھ دیا۔ فرمایا کرتے تھے میرے اس دنیا سے چلے جانے کے سو سال بعد بھی اگر میری قبر پر آکر کوئی لبیک یارسول اللہ کا نعرہ لگائے گا تو میں اپنی قبر سے اس کے جواب میں لبیک کا نعرہ لگاؤں گا۔ جاتے جاتے وہ اپنی ایک آخری آرزو ہمارے سامنے رکھ کے چلے گئے کہ ''اتنی حضور نال محبت ضرور کر کے جانا کہ:

جب روح مری پیراہن خاکی سے نکلی — تو روضہ سے آواز آئی وہ میرا فقیر آیا

جب قبر میں فرشتے پوچھیں تو میرے آقا خود فرما دیں جانے دو یہ اپنا ہی ہے۔

بس اور کوئی آرزو نہیں ہے۔۔''

آخر میں یہ کہوں گا کہ امیر المجاہدین کے جنازے نے یہ بات مزید واضح اور ثابت کر دی ہے کہ:

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں — یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

رب قدیر سے دعا کے وہ ہمیں اور ہماری نسلوں کو باباجی کے صدقے حضور ﷺ کی ناموس پر پہرا دینے والوں میں شامل فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

تاریخی مادہ ہائے سن وصال

از: جگر گوشۂ خطیب پاکستان حضرت علامہ مولانا کوکب نورانی اوکاڑوی حفظہ اللہ

۱۴۴۲ھ

امیر المجاہدین علامہ مولانا خادم حسین
وصّاف، پہرہ دارِ ناموسِ رسالت
بَاوجِ استقامت، مردِ انقلاب
داعیِ حق، بے باک ترجمانِ سنّیت
سالار، عزِّ تحریک لبیک یا رسول اللہ
بآبرو رفت، انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۰۲۰ء

با عمل محافظِ ناموسِ رسالت
سعادت مآب امیر المجاہدین الرضوی
قلندر، صاحبِ عزیمت و استقامت
عالی لقب عالم، صاحبِ عزیمت و استقامت
آں خادمِ مسلکِ حق اہل سنّت و جماعت
عبدِ الہ، محمدی، سُنّی، حنفی، نقشبندی و رضوی

علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ

محمد حسین مشاہد رضوی

حفظِ ناموسِ نبی کا دے گیا درسِ عظیم
اُس کی ہیبت سے تھا لرزیدہ دلِ دُزدِ رجیم

کیا جواں پیرانہ سالی میں تھا اس کا ولولہ
دشمنوں پر برق لیکن اہلِ حق کا تھا ندیم

وہ رہا ختمِ نبوت کا نگہباں عمر بھر
اس نے امت کو دکھائی شاہراہِ مستقیم

وہ محدث، وہ مفسر، وہ معلم باکمال
نکتہ دان و نکتہ بیں وہ علمِ نافع کا قسیم

نام خادم تھا مگر وہ قوم کا مخدوم تھا
وہ طبیبِ دردِ دل تھا وہ تھا دانا و حکیم

نورِ عشقِ مصطفیٰ سے جس نے دل چمکا دیے
اس کے مرقد پر ہوں نور افشانیاں ربِ کریم

اے مُشاہدؔ جس طرح دنیا سے وہ رخصت ہوا
دیکھنا اُس کو ملے گا خلد میں بیتِ نعیم

نذرانۂ عقیدت

ابو سعد دانش رضوی عطاری

بالیقیں تھے دینِ حق کے رہنما خادِم حسین
قافلہءِ عشق کے بھی پیشوا خادِم حسین

کس زباں سے ہو ترِے احسان کی مدحت بھلا
تو نے بخشی اہلِ سنّت کو جِلا خادم حسین

مرکزِ شرم و حَمیّت، پیکرِ صِدق و رضا
با خدا راہِ ہدایت کی ضِیاء خادِم حسین

آخری لمحات بھی سرکار کی ناموس پر
بے دھڑک تم نے کیے ہیں سب فِدا خادِم حسین

نعرۂ لبّیک سے ہیں گونجتے شرق و غرَب
ایسا نعرہ ہم کو تو نے دے دیا خادِم حسین

کوئی یہ ہرگز نہ سوچے کہ وہ رخصت ہوگئے
بلکہ ہر سنّی کے دل میں ہیں سَدا خادِم حسین

جرأتِ حیدر جبینِ پاک لا جھومر رہی
"خالد و طارق" کی یادِ دل رُبا خادِم حسین

فکر عاجز، خامہ قاصَر، اک عجب سا کرب ہے
بس دعا ہے رب سے تیرا ہو بھلا خادِم حسین

دانشِؔ بے مایہ کیسے کر سکے تیری ثنا
آج تَو ہے قُدسیوں کی بھی نَوا خادِم حسین

الوداع یا امیر المجاہدین

مرزا جاوید بیگ عطاری قادری

خادمِ دینِ نبی وہ حامئ سُنت چلا
کر کے سُونی عاشقوں کی محفلِ اُلفت چلا

نام سُن کر کانپ اٹھتے تھے تیرا اعدائے دِیں
کر کے طاری اہلِ باطل پر تُو وہ ہیبت چلا

عُذر کوئی بھی نہ آڑے آ سکا ہر گز کبھی
راہِ عشقِ سرورِ دِیں پر وہ با ہمّت چلا

پہرہ دارِ عظمتِ سرکارِ طیبہ الوداع
ہم کو روتا چھوڑ کر تُو جانبِ جنت چلا

تاجِ اہلِ عارِفاں اور خاک کا مسند نشیں
اپنے پیروں کے تلے وہ روند کر دولت چلا

پاسبانِ ملّتِ اسلامیہ تھی اُس کی ذات
سُرخرو عُقبٰی کی جانب ہو کے وہ حضرت چلا

عرش پر دُھومیں مچیں گی اسکے استقبال کی
فرش پر ماتم اٹھے گا دے کے وہ فُرقت چلا

واہ کیا راہِ عزیمت پر گُزاری زندگی
کر کے بیداری عطا وہ دے کے اِک طاقت چلا

کر دے اے مرزاؔ سخن کا تُو اِسی پر اِختتام
عظمتِ شہ کا مُحافِظ ہو کے اب رُخصت چلا

سوشل میڈیا پر کئی صارفین نے
علامہ خادم حیسن رضوی رحمۃ اللہ علیہ کو اس تصویر اور مصرعے کے ذریعے خراج تحسین پیش کیا



ایک اخبار میں علامہ خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ
کے انتقال اور ان کی خدمات کی منظر کشی



مولانا خادم حسین رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے تاریخی جنازے کے مناظر







